U 220.0
C.21

انجیلِ مُقدّس کا مُطالعہ

ہماری اپنی مطبوعات

★

تفسیر '' یوحنا عارف کا مکاشفہ '' از پادری ای -
ایچ - ایم والر صاحب ایم - اے - صفحہ ۱۹م
قیمت 3/25

تفسیر '' انجیل لوقا '' از پادری ولیم میچن صاحب
ایم - اے - صفحے ۳۲۷
قیمت 2/75

تفسیر '' رسولوں کے اعمال '' از پادری ٹی - واکر
صاحب ایم - اے - صفحے ۶۳۶ -
قیمت 4/00

تفسیر '' انجیل متی '' از پادری ڈاکٹر ایچ - یو
سٹینٹن صاحب پی - ایچ ڈی صفحے ۸۰۰ -
زیر طبع

تفسیر '' کرنتھیوں کے نام کا دوسرا خط ''
از پادری آرتھر کراستھ ویٹ صاحب بی - اے
صفحے ۳۰۱
زیر طبع

تفسیر '' فلپیوں کے نام کا خط '' از پادری
ٹی واکر صاحب ایم - اے - صفحے ۲۷۲
قیمت 0/50

مفتاح الاعمال یعنی رسولوں کے اعمال کی کتاب کے
اصولات و اشارات کی شرح - از پادری نارس صاحب
ایم اے - صفحے ۱۵۸
قیمت 0/37

★

کرسچن نالج سوسائٹی
انار کلی - لاہور
S. P. C. K.
Anarkali - LAHORE

انجیلِ مُقدّس کا مُطالعہ

یعنی

مجھے نیا عہد نامہ کیسے پڑھنا چاہیئے؟

ریورنڈ فادر اے۔ پی۔ کارلسٹن صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ڈی
آکسفورڈ مشن برادر ہڈ آف ایپفنی

مُترجم

پادری وائی۔ کے۔ آتم بی۔ اے، بی۔ ٹی، ایم۔ ایس۔ ٹی

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

ر اوّل ۱۹۶۴ء تعداد ۱۰۰۰

INJIL I MUQADDIS KA MUTALIA

YANE

MUJHE NIA AHDNAMA KAISE PARHNA CHAHIYE

URDU TRANSLATION

BY

Revd. Y. K. ASIM, B.A., B.T., S.T.M.

OF

HOW SHALL I STUDY THE NEW TESTAMENT

BY

A. P. CARLSTON

FIRST PUBLISHED 1967

S. P. C. K.
LAHOHE.

Printed at the Muzaffar Printers, Lahore and Published by Major E. P. Utarid (Retd.) General Manager, The Punjab Religious Book Society, Anarkali, Lahore For S. P. C. K. Lahore.

پیش لفظ

از

تقدس مآب بشپ جی۔ بی۔ ہنبک سابق اُسقفِ اعظم انڈیا، برما، لنکا

یہ میری ہی درخواست کا نتیجہ ہے کہ فادر کارلسٹن نے از راہ نوازش نئے عہد نامہ کے مطالعہ پر یہ کتاب تحریر کی ہے، اس لئے یہ شرف بھی مجھے ہی حاصل ہے کہ مَیں اس کتاب کو برکت کے ساتھ نشر کروں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو خداوند یسُوع مسیح کے وسیلے نجات بالکفارہ کے کام میں ہمارے ایمان کو اس قدر محکم کر سکے جس قدر کہ اِن کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ ان میں اُن لوگوں کے اعتقادات اَور تعلیمات مرقوم ہیں، جنہوں نے یروشلیم سے شروع کر کے دُنیا کی انتہا تک نجات کی خُوشخبری کو پھیلایا تھا۔

انہیں لوگوں کے وسیلہ سے ہمیں خُدا کے زیرِ سایہ آج کی عالم گیر کلیسیا میں یہ درجہ اَور حقُوق حاصل ہیں۔

موجُودہ دَور میں جبکہ دُنیاوی ترقی کی مصنُوعی خُوشخبری کے وسیلہ سے ہماری نجات کی خُوش خبری کی مُخالفت کی جا رہی ہے تو نہایت ضروری ہے کہ ہم اُن اولین شاگردوں کے خیالات اَور اصلی مقصد کو سمجھیں اَور کام یہ صرف اُن کی تحریرات کو پڑھنے اَور اُن پر غور کرنے سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ مسیح کے بدن میں ہماری اِن سے شراکت

اُور رفاقت ہے۔ چنانچہ اُن کی تصنیفات کو پڑھنے ہی سے ہم اُن کے مطالب اُور مفہوم سمجھ سکتے ہیں اور یُوں اُن کے ساتھ مسیح کی بے بیان دولت میں حِصّہ دار بن سکتے ہیں۔

میری اُمید اُور دُعا ہے کہ اس کتاب کے وسیلہ سے بہُت سے لوگ معلُوم کر سکیں، کہ ہماری میراث کے جلال کی دولت مُقدّسوں میں کیسی کچھ ہے اُور کہ ہم ایمان لانے والوں کے لئے اُس کی بڑی قُدرت کیا ہی بے حد ہے۔ (افسی ۱: ۱۸-۱۹)

جارج کلکتہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	
۱	باب اوّل نئے عہدنامہ کا مطالعہ	۷
۲	پہلا حصّہ ہمارے خُداوند کی زندگی کا دَور	۲۰
	دُوسرا باب اناجیل کا پس منظر	۲۱
۳	تیسرا باب اناجیل اربعہ	۳۴
	مُقدّس مرقس	۳۵
	مقدّس متّی	۴۱
	مقدّس لُوقا	۴۴
	مقدّس یُوحنّا	۵۰
۴	دُوسرا حِصّہ رسُولوں کے اعمال کا زمانہ	۵۶
	چوتھا باب پس منظر	۵۶
۵	پانچواں باب رسُولوں کے اعمال	۶۶
۶	چھٹا باب گلتیوں اور تھسلنیکیوں کے نام خطُوط	۸۰
	گلتیوں کے نام پُولس رسُول کا خط	۸۳
	تھسلنیکیوں کے نام پولس رسُول کا پہلا خط	۸۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تھسلنیکیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط	۹۰
۷	ساتواں باب کرنتھیوں کے نام پولس رسول کے خطوط	۹۲
	پہلا خط (اکرنتھیوں)	
	دوسرا خط	۹۶
۸	آٹھواں باب رومیوں کے نام خط	۱۰۲
۹	نواں باب اسیری کے زمانہ کے خط	۱۱۴
	فلپیوں کے نام پولس رسول کا خط	۱۱۴
	افسیوں کے نام پولس رسول کا خط	۱۱۸
	کلسیوں کے نام پولس رسول کا خط	۱۲۲
	فلیمون کے نام پولس رسول کا خط	۱۲۶
۱۰	تیسرا حصہ دسواں باب پچھلے خطوط کا پس منظر	۱۲۸
۱۱	گیارھواں باب پاسبانی خطوط	۱۳۹
۱۲	بارھواں باب مقدس پطرس کے خطوط	۱۴۸
۱۳	تیرھواں باب یہودی کلیسیا کے خطوط	۱۶۳
۱۴	چودھواں باب مقدس یوحنا کی تحریرات	۱۷۳
۱۵	ضمیمہ I	۱۹۱
۱۶	ضمیمہ II مزید مطالعہ کے لئے امداد	۱۹۲

دیباچہ

باب اوّل

نئے عہد نامہ کا مطالعہ

ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کے قارئین کے پاس نئے عہد نامہ کی کتاب ہے اور ہر صورت میں وہ اسے پڑھنے کے خواہاں بھی ہیں۔ لیکن اکثر یہ جاننا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا سنجیدہ مطالعہ کیسے شروع کیا جائے۔ بے شک اس ملک میں کُتبِ مقدسہ کے پڑھنے کے بعض خاص طریقے ہیں مثلاً ترنم سے پڑھنا جس سے سامعین پر ایک کیفیت طاری ہوجاتا ہے بالخصوص جبکہ قرأت کسی غیر مسجع زبان میں ہو۔ ایسی حالتوں میں قرأت کا سُننا ہی ثواب سمجھا جاتا ہے چاہے معنی سمجھے جائیں یا نہ سمجھے جائیں لیکن ہم نہیں چاہتے کہ بائبل اس طریقہ سے پڑھی جائے۔

کُتبِ مقدسہ کے پڑھنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اُنہیں ایسی زبان میں پڑھا جائے جس کے الفاظ کے معنی سمجھ میں آجائیں۔ لیکن اِن کے معانی وہ لئے جائیں جو کہ پڑھتے وقت ہمارے اپنے ذہن میں ہوں۔ ایسا مطالعہ اکثر باعث تسکین دہ ہوتا ہے لیکن ایسے مطالعہ میں قاری اکثر ہمت سے اپنے خیالات ڈال دیتا ہے اور مصنف کے خیالات نکال دیتا ہے۔

.... ایسے مطالعہ کی مثال بھگوت گیتا ہے چونکہ وہ ایک خیالی تصنیف ہے، اس لئے ہر پڑھنے والا اس کو اپنی کیفیت کے مطابق ڈھال لیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھگوت گیتا کے بیشمار مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ البتہ یہ طریقہ پہلے طریقہ سے بہتر اور زیادہ مفید ہے اور بہت سے مسیحی بائبل کو اسی طریقہ سے پڑھتے ہیں اور کافی مضبوطی حاصل کرتے ہیں۔ بائبل کے بعض حصص مثلاً زبور خاص طور سے اس قسم کی قرأت سے پڑھے جاتے ہیں۔ یہی طریق مطالعہ اور بھی مفید ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کے ساتھ پاک روح سے ہدایت و رہنمائی کے لئے دعا کی جائے، کیونکہ اس طرح سے خیالات نہ صرف ہمارے ہی دل سے اٹھیں گے بلکہ بصورت الہام پاک روح سے بھی آئیں گے۔

لیکن بائبل کو استعمال کرنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ طریقہ صرف مسیحیت میں پایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ یہ ہے کہ کتاب مقدس کو اصلی مصنف کی روح میں پڑھنے کی کوشش کی جائے اور وہی معانی نکالے جائیں جو مصنف کو مقصود تھے۔ یہ تواریخی طریقہ ہے اور ہر مسیحی کو گو وہ بعض اوقات دیگر طریقے بھی استعمال کرے۔ اسی طریقہ کا استعمال سمجھنا چاہیئے۔ مسیحی مذہب ایک تواریخی مذہب ہے جس کی بیخ و بن تواریخی حقائق ہیں، لہٰذا اس کی مذہبی کتاب کو صحیح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے تاریخی کتاب سمجھا جائے۔

جب ہم غور کرتے ہیں کہ کس طرح نیا عہدنامہ ضبطِ تحریر میں آیا تو مندرجہ بالا بات صاف ہو جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب یسوع مسیح کی کتاب ہے کیونکہ صرف اسی کتاب سے ہمیں اس کے سارے تاریخی حالات پہنچتے ہیں۔ لیکن اس نے خود تو ایک لفظ بھی

نہ لکھا اور نہ ہی یہ کتاب اس کی زمینی زندگی میں لکھی گئی۔ اپنی تعلیمات کو محفوظ رکھنے کے لئے اس نے محض تصنیف و تالیف کا طریقہ استعمال نہ کیا بلکہ اس سے بھی بہتر ذریعہ اختیار کیا۔ کتاب میں لکھا جانے سے پہلے اس نے اپنی خوشخبری ایک گروہ کے دل میں لکھی۔ اناجیل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ خوشخبری ان کے دلوں میں کیسے لکھی۔ یوحنا سے بپتسمہ لینے کے بعد پہلا کام اس نے یہ کیا کہ اپنے گرد اگرد شاگرد جمع کئے اور جوں جوں وقت گزرتا گیا اس نے بارہ شاگردوں کو اپنی خاص الخاص دوستی کا درجہ بخشا اور انہیں رسول کا خطاب دیا۔ اور زیادہ سے زیادہ وقت ان کی تربیت پر خرچ کیا۔ جوں جوں اس کی موت قریب آتی گئی وہ اور بھی زیادہ ان سے گہری رفاقت رکھتا رہا، اور وہ صرف آخری لمحات میں مارے ڈر کے اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جی اٹھنے کے بعد اس نے پھر انہیں جمع کیا اور وہ اس کے جی اٹھنے کے سب سے بڑے گواہ ٹھہرے۔ آسمان پر چڑھ جانے کے بعد وہ اپنے پیچھے ایک گروہ بھی چھوڑ گیا جس کے لیڈر یہی رسول تھے۔ اسی گروہ پر پاک روح نازل ہوا اور انہیں محض ایک گروہ کی حیثیت سے زیادہ اہم یعنی کلیسیا یعنی خدا کے لوگ اور وہ عہدِ عتیق کے اسرائیل کے صحیح جانشین ٹھہرے۔ یہی کلیسیا کے افراد مسیح کے ان احکام کو لئے ہوئے دنیا میں نکلے کہ "تم سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انہیں باپ، بیٹے اور پاک روح کے نام سے بپتسمہ دو اور ان کو یہ حکم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔"

مسیح نے کوئی تحریر نہ چھوڑی تھی اور نہ ہی ابھی تک شاگردوں نے کچھ لکھا تھا۔ البتہ عہدِ عتیق کی پاک کتاب ان کے پاس تھی اور ان کا یہ

ایمان تھا کہ یہ کتاب اُنہیں یسوع کے بارے میں بتاتی ہے اور کہ جو کچھ عہدِ عتیق میں لکھا ہے وہ سب مسیح میں پورا ہوا ہے۔ جب وہ مسیح کا بیان کرنا چاہتے یا اُس کے وسیلہ سے نجات پیش کرنا چاہتے یا لوگوں کو یہ بتانا چاہتے کہ اُنہیں کیا کرنا چاہیئے تو وہ عہدِ عتیق ہی کے الفاظ استعمال کرتے۔ وہ ہر روز شخصی طور پر اور جماعتی عبادتوں میں اس کتاب کو پڑھتے تھے۔ یہ کبھی اُن کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا کہ وہ اِس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جو کہ پہلی ہی کے برابر یا بڑھ کر ہوگی اور یہ خیال اُنہیں آ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ نہایت حلیم الطبع تھے۔ پہلے پہل اُنہیں کسی نئی کتاب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اُن کے پاس عہدِ عتیق کے نوشتے تھے اور یسوع کی زندگی اور باتیں اُن کے ذہن میں ہنوز تازہ تھیں اور اُس کا بھیجا ہوا پاک رُوح اُن کے دلوں میں تھا۔ اور اِن سب باتوں کے علاوہ اُنہیں یہ توقع تھی کہ وہ ابھی کسی لمحہ واپس آیا چاہتا ہے۔ لہٰذا اُن کے دل میں ہرگز کوئی خیال نہ تھا کہ وہ کوئی کتاب لکھیں۔ لیکن درپردہ خدا اُنہیں ایک خاص وقت آنے پر ایک بڑے کام کے لئے تیار کر رہا تھا۔

نیا عہد نامہ کیسے وجود میں آیا؟ یہ رسولوں کے روزمرہ کے کام کے دوران وجود میں آیا۔ مُقدس پولُس یا دیگر رسولوں نے کلیساؤں کو یا اشخاص کو خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت خطوط لکھے۔ جوں جوں رسول دُور دُور پھیلتے گئے اور یکے بعد دیگرے فوت ہونے لگے اور کلیساؤں کی تعداد بڑھنے لگی تو مسیح کی زندگی اور باتوں کے وہ بیانات جو وہ زبانی دیا کرتے تھے کلیساؤں کی تعلیم کی سہولت کی خاطر تحریر میں لائے گئے۔ لہٰذا ایسی کئی تحریریں مروّج تھیں جیسا کہ لوقا کی انجیل کی ابتدائی آیات سے معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ کلیسیا

نے محسوس کیا کہ اِن مختلف تحریروں میں سے مرقس، متی اور لوقا کی تحریریں اعلیٰ اور مستند ہیں۔ چنانچہ وہ باقیوں پر سبقت لے گئیں۔ مقدس لوقا نے اپنی انجیل کی ایک اور جلد میں رسولوں کے اعمال لکھی جس میں اُس نے بتایا کہ آسمان پر جانے کے بعد پاک رُوح کے وسیلہ سے یسوع کیا کچھ کرتا رہا۔ آخر میں یوحنا نے جو کہ دیگر رسولوں کے بعد تک زندہ رہا، اپنی تعلیمات کو مسیح کی زندگی کے احوال کی پہلی تین کتب کے ضمیمہ کے طور پر تحریر کیا اور اُس نے چند ایک مکاشفے بھی قلمبند کئے جو کہ اُس نے دیکھے تھے لیکن اِن مصنفین میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ وہ پاک نوشتے لکھ رہے ہیں۔ وہ تو اِن تحریروں کو اپنے روزمرہ کے کام کا حصہ سمجھ کر لکھتے تھے اور جس طرح وہ زندگی کے دیگر کام عبادت اور دُعا کی رُوح میں کرتے تھے کہ وہ یہ کام "خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ آدمیوں کے لئے" اسی رُوح میں وہ یہ تحاریر بھی لکھتے تھے۔ یہ کتابیں بالخصوص خطوط ہمیں ابتدائی کلیسیائی زندگی کے اندرونی مناظر پیش کرتے ہیں اور عقل تسلیم کرتی ہے کہ جو کچھ اور بھی یہ مقدسین کرتے تھے ایسے ہی قابل اور الہامی ہوگا جیسے کہ یہ تھوڑی سی تحریریں ہیں جو کہ ہم تک پہنچی ہیں۔

اگر آپ مندرجہ بالا باتوں کو ذہن میں رکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کیوں نئے عہد نامہ کو بطور تواریخ پڑھنا چاہیئے اور آپ جان جائیں گے کہ اِس کو صحیح سمجھنے کے لئے کیوں ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو رسولی عہد کے مصنفین کی جگہ پر رکھ کر اُن کے خیال کو سوچنے کی کوشش کریں۔ یہ طریقہ وہی طریقہ ہے جو خدا نے ہمیں بائبل مقدس کے دینے میں استعمال کیا۔ اُس نے پہلے آدمیوں کو بلایا پھر اُنہیں مقدس ٹھہرایا۔

اور ان آدمیوں نے جو کچھ ان کے پاس بہترین تھا، دیا اور وُہ بہترین چیزیں کامل انسانی تواریخی تحریریں ہیں اور آدمیوں کے لیے خدا کا سچا کلام بھی ہیں تو گویا پہلے آدمی آئے اور بعد میں کتابِ مقدس آئی۔ لہٰذا ہمیں کتابِ مقدس کے وسیلے مذکورہ آدمیوں تک پہنچنا چاہیئے اور ان آدمیوں کے وسیلہ سے اُس انسانِ کامل تک جو یسوع مسیح کہلاتا ہے۔

جب رسولی پُشت ختم ہو گئی تو کلیسیا نے محسوس کیا کہ یہ رسولی تحریرات اُن کے لیے ایک بے مثال خزانہ ہے اور وُہ جلد ہی ان تحریروں کی حقیقت کو پہچاننے لگے کہ یہ خُدا کے الہام سے ہیں اور اس قابل ہیں کہ انہیں پُرانے عہدنامہ کے پہلو بہ پہلو نیا عہدنامہ مانا جائے۔

دُوسری صدی میں کلیسیا کے اندر اَور کئی کُتب مروّج تھیں، جن میں سے کئی رسولوں کے نام نامزد تھیں۔ جُوں جُوں وقت گذرتا گیا کلیسیا نے ان کُتب کو پرکھا اور جانچا اور آخرکار ان کتابوں کے علاوہ جو اس وقت نئے عہدنامہ میں شامل ہیں، باقی سب کو ردّ کر دیا۔ بلکہ ان ہی سے بھی بعض کُتب دیر تک زیرِ تحقیق و تنقیح رہیں، کیونکہ شک تھا کہ شاید وُہ رسولی اصل سے نہ ہوں یا کسی طور سے غیر مستند ہوں۔ چوتھی صدی کے آخر میں اس معاملہ کا قطعی طور سے فیصلہ کیا گیا اور کلیسیا کے لئے پاک نوشتوں کی فہرست مقرر کی گئی۔

کلیسیا اور نئے عہدنامہ کا قریبی تعلق بڑا اہم ہے جیسا کہ پہلے ہم دیکھ چکے ہیں، کلیسیا پہلے وجود میں آئی، پھر رسولوں یا اُن کے شاگردوں نے کلیسیا کے لئے مختلف کتابیں لکھیں، پھر کلیسیا نے اُنہیں منظور کیا۔

اور اُنہیں پاک نوشتوں میں جگہ دی۔ بس اتنا ہی نہیں بلکہ کلیسیا متواتر ان نوشتوں کی حفاظت اور احترام کرتی رہی۔ یہ نوشتے نہایت احتیاط سے سنبھالے جاتے اور عبادت میں باقاعدہ استعمال کئے جاتے تھے۔ جو لوگ انہیں بہترین طور سے سمجھتے وُہ ان کی تشریح کرتے یعنی بشپ اور دیگر کلیسیا کے اُستاد جو کلیسیائی شراکت میں پاکیزہ زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ اس طرح سے ان نوشتوں کے مفہوم کی ایک روایت قائم ہو گئی اور بہت سی تشریحی اور تفسیری کُتب لکھی گئیں تاکہ لوگوں کو ان نوشتوں کے معانی سمجھنے میں امداد مل سکے۔ یہ کُتب بھی کلیسیا کے لئے ایک بیش قیمت خزانہ ہے۔ ہر زمانہ نے اس کُتب خانہ میں اپنا حصّہ دیا ہے اور بائبل کو سمجھنے میں اپنا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ اس امر کی ہمارے پاس رسولوں کے زمانہ سے آج تک مسلسل روایت چلی آتی ہے کہ نئے عہدنامہ کی ترجمانی کیسے کرنا ہے۔ یہ روایت نہ صرف مسلسل ہے بلکہ جس سوسائٹی میں اس کا آغاز ہوا اس کی حدود میں یہ روایت گہری اور وسیع تر ہوتی چلی آئی ہے۔ ہم اس بات پر اس لئے زور دیتے ہیں کیونکہ بعض کا یہ خیال ہے کہ بائبل کے معنی بتانے میں وُہ لوگ زیادہ قابل ہیں جو کہ بائبل کی تواریخی تنقید و تنقیح میں زیادہ عالم اور ماہر ہیں۔ بے شک ایسا علم اور مہارت بہت مفید چیزیں ہیں لیکن جب تک کہ کوئی عالم مسیحی دین کی باطنی رُوح کو نہ سمجھے، بہت ممکن ہے کہ اس کا علم ہمیں گمراہ کر دے کیونکہ کوئی عالم رسولوں کے خیالات کو سمجھنے کی کیسے توقع رکھ سکتا ہے، جب تک کہ وُہ اسی سوسائٹی کی رفاقت اور فضا میں نہ رہے جس میں کہ رسول تھے، اور یہ سچ ہے کہ نئے عہدنامہ کی

تواریخی دستاویز کا ....

اُس

سوسائٹی کو نظر انداز کر کے ، ترجمہ کرنا جو کہ آج تک اپنے دین کی زندہ روحیت رکھتی ہے ، ایک غیر تواریخی طریقہ ہوگا ۔ تاہم اکثر ایسا غیر تواریخی طریقہ برتا جاتا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے کتب خانے ایسی کتب سے پٹے پڑے ہیں جو بائبل کو سمجھنے میں قطعاً بے فائدہ ہیں ۔

ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ضروری بات محض یہ ہے کہ کسی کو نیا عہدنامہ دیا جا سکے ۔ وہ خود اپنے لئے راہِ نجات تلاش کر لے اور یہ سچ ہے کہ اس طرح سے بہت سے لوگوں نے مسیح کو پا لیا ۔ لیکن ان کو بائبل سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی اُمید نہیں ہو سکتی ، جب تک کہ وہ اس سوسائٹی کے شریکِ کار نہ بن جائیں ، جس کی ملکیت ہی بائبل ہے ۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی معلوم کرنی چاہیے کہ ان اشخاص میں سے بعض بائبل کی عبارت پڑھنے سے کسی کی مدد کے بغیر [illegible] کی بجائے ، ایسے لوگ ہیں جو اُس کی عجیب باتوں سے گھبرا کر اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی طرف بڑھنے کی بجائے اس سے دُور ہو جاتے ہیں لوگوں کو کتاب مُقدّس دینا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضرورت ہے کہ اسے سمجھنے میں اُن کی مدد کی جائے اور اُن کو زندہ کلیسیا کی شراکت میں لایا جائے ۔

اگر کسی غیر مسیحی کے ہاتھ یہ کتاب لگ جائے اور اسے نئے عہد نامہ کے صحیح معانی سمجھنے کا شوق ہو تو ہم اُن سے عرض کرتے ہیں کہ اس بات پر غور کریں کہ نیا عہد صرف ایک تواریخی کتاب ہی نہیں نہ بلکہ اس میں دُنیا کے لئے ایک زندہ پیغام ہے اور اس پیغام کا نشر کرنا اس سوسائٹی کے سپرد ہے جو غیر منقطع طریق سے تسلسل کے ساتھ اُن لوگوں سے چلی آتی ہے جنہوں

نے یہ کتاب لکھی تھی ۔ یہ کتاب نہ صرف یسوع کی مدح سرائی کرنے اور اُس کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتی ہے بلکہ یہ ہمیں شخصی ایمان کا تجربہ کرنے اور ان میں شامل ہونے کی دعوت دیتی ہے جو کلیسیائی شراکت میں اُس پر ایمان رکھتے ہیں ۔ صرف اسی طرح سے اس کتاب کے پورے معنی سمجھے جا سکتے ہیں ۔

یہاں تک تو ہم نے بائبل کو سمجھنے میں کلیسیا کی ضرورت کا ذکر کیا ہے لیکن کلیسیا کو رُوحانی صحت کی حالت میں رکھنے کے لئے بائبل کا استعمال یکساں ضروری ہے ۔ کلیسیا رسولوں اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود مسیح ہے تعمیر کی گئی ہے (افسیوں ۲ : ۲۰) بائبل اس نیو کی تحریری یادگار ہے اور یہی کلیسیا کے سارے اصولوں کی پرکھ کے لئے ایک کسوٹی ہے ۔ کلیسیا کی تواریخ کی بے لوث اور بہترین اوقات میں سب لوگ یعنی پادری صاحبان اور عوام یکساں بائبل کو بخوبی جانتے تھے ۔ ابتدائی کلیسیا کے آباء کے وعظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سامعین سے بائبل کے متعلق یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ بائبل سے خوب واقف ہیں اور موجودہ کلیسیاؤں میں شاید ہی کوئی ان جیسی واقفیت رکھتا ہو ۔ برعکس اس کے جب کبھی تواریخ کلیسیا میں بائبل سے بے اتفاقی برتی گئی اور وہ عام بولی میں ترجمہ نہ کی گئی اور جب پادریوں اور عوام نے اسے نہ پڑھا تو ہر قسم کی غلط تعلیمات نشو و نما پا گئیں اور تمام قسم کی اوہام پرستیاں رائج ہوتی گئیں ، اور یوں کلیسیا رسولی نمونہ سے برگشتہ ہو گئی ۔ لہٰذا بائبل کا مطالعہ نہ صرف انفرادی طور سے رُوحانی بہبودی کے لئے ضروری ہے بلکہ کلیسیا کی صحت کے لئے بھی ضروری ہے ۔

اگر اس کتاب کو کلیسیا کی کتاب سمجھ کر کلیسیا کی رفاقت میں کلیسیا

کرایا جائے۔ یعنی آپ کو اس حد تک پہنچا کر چھوڑ دیا جائے اور اگر یہ کتاب اپنا کام پورا کر دے تو جلد ہی آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ اسے چھوڑ کر دیگر امدادی کتب کے وسیلے گہرا مطالعہ شروع کر دیں۔ لیکن ایک بات ضرور یاد رکھیں کہ اپنی بائبل کے ساتھ اسے ضرور پڑھیں۔ اس کتاب کو لکھنے کی یہ غرض نہیں کہ یہ کتاب اِن چھوٹی چھوٹی کتابوں کی مانند ہے جنہیں طلبا اپنے امتحان کے نزدیک خوشی سے پڑھتے ہیں تاکہ اُنہیں نصاب کی بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کی زحمت اُٹھانی نہ پڑے۔ یہ کتاب کوئی تفسیر نہیں اور نہ ہی نئے عہدنامے کی جگہ استعمال کی جاتی ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ آپ کے دل میں زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے نئے عہدنامے کو نئی دلچسپی سے پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔

شاید نئے عہدنامہ کے قارئین میں سے بعض مسلمان ہیں۔ اور اُن کے سامنے خاص قسم کی مشکلات آتی ہیں اس لئے ہم ان کے لئے تشریحاً چند الفاظ لکھتے ہیں۔ ایک لحاظ سے مسلمان نئے عہدنامہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک نبی الہامی کتاب لاتا ہے اور انبیا کے درمیان یسوع ایک بلند مقام رکھتا ہے اور اُس کی کتاب کا نام انجیل یا خوشخبری ہے۔ لیکن اُس کا الہامی کتاب کا تصور اُس تصور پر مبنی ہے جو وہ قرآن کے حق میں رکھتا ہے۔ کیونکہ اُس کے نزدیک قرآن اعلیٰ ترین کتاب ہے اور کہ وہ نبی پر فوق القدرت طریقے سے لفظ بلفظ نازل ہوئی۔ اور لکھوائی گئی جبکہ نبی وجدانی کیفیت میں ان الفاظ کو سنتا تھا اور بعد میں لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ لہٰذا قرآن کے الفاظ نبی کے اپنے الفاظ نہیں۔ ادبی اور عبارتی طور پر وہ اُن کا

کی بہتری کے لئے پڑھا جائے تو لازم ہے کہ اسے عبادتی رُوح میں پڑھا جائے۔ یہ ایک پاک کتاب ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ محققانہ اور ترتیب وار ہونے کے علاوہ نہایت ہی پُر احترام ہو۔ پاک نوشتوں کا مطالعہ اس دعا سے شروع کرنا چاہئے کہ وہ جس نے ان نوشتوں کے لکھنے والوں کو الہام دیا ہمیں بھی ان کے سمجھنے میں بصیرت بخشے۔ اور پھر اس پر سنجیدگی سے غور و دھیان دینا چاہئے کہ اس سے نہ صرف ہمارے دل منور ہوں بلکہ ہماری زندگیاں بھی پاک ہو جائیں۔

یہ کتاب نئے عہدنامہ کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن پڑھنے والے کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بائبل کا دوسرا حصہ غیر اہم ہے۔ ہم یہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ رسولوں کی زندگیوں میں پرانے عہدنامے کی حیثیت بلند تھی، اور ان کی تحریرات پر پرانے عہدنامہ کا بڑا اثر تھا۔ ایک حصے کا مطالعہ دوسرے حصے کو سمجھنے کے لئے لازمی ہے۔ آپ نئے عہدنامہ کو پڑھتے پڑھتے بہت دور نہیں جائیں گے کہ ایسی عبارت آپ کے سامنے آ جائے گی جسے آپ پرانے عہدنامے کو پڑھے بغیر سمجھ نہیں سکیں گے۔ آپ کے مطالعہ کا اصول یہ ہونا چاہئے کہ پرانے عہدنامے کے حوالہ جات ہمیشہ دیکھے جائیں۔ اُن سب کے لئے جو نئے عہدنامہ کو پرانے عہدنامہ کے علم کے بغیر پڑھتے ہیں، یہ اشارہ خاص طور پر ضروری ہے۔ آپ نئے اور پرانے عہدناموں کا پہلو بہ پہلو مطالعہ کریں۔ آئندہ اوراق میں جغرافیائی، سیاسی اور سماجی سابقہ علم کے متعلق دو ابواب ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ ضروری سابقہ علم اُس کتاب کا ہے جو ہمارے خداوند اور اُس کے رسولوں کی بائبل تھی۔

اس چھوٹی سی کتاب کا مقصد یہ ہے کہ نئے عہدنامہ سے آپ کا تعارف

مصنف وجود نہیں تھا اور نہ ہی اُس کی شخصیت کو ان الفاظ میں کچھ دخل تھا۔ وہ خالص خدا کے الفاظ تھے۔ اسی سبب سے مسلمان قرآن کو معجزہ عظیم مانتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس کی عبارات پشت در پشت بغیر کسی تبدیلی کے محفوظ چلی آئی ہیں کہ ان میں ایک بھی غلطی واقع نہیں ہوئی۔

اب جبکہ ایک مسلمان کے ذہن میں الہامی کتاب کے متعلق یہ تصورات ہیں تو قدرتی طور پر جب وہ مسیحیوں کے نئے عہد نامہ کو پڑھتا ہے تو اُسے کئی الجھنوں کا سامنا ہوتا ہے جن کے سبب سے ہماری کتاب ان کے ہاں مشکوک ہے۔ خاص طور سے جبکہ ہم اُسے اسی طرح سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے اوپر بیان کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ایک مسلمان متلاشی کہتا ہے کہ اصل انجیل کہاں ہے؟ اور خود ہی جواب بھی دیتا ہے کہ عیسائیوں نے انجیل کو تحریف و تبدیل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ نیا عہد نامہ جو ہم پڑھتے ہیں مشکوک کتاب نہیں ہے۔ اس لئے مسیحیت اور اسلام کے درمیان مباحثہ کے موضوع پر ایک نیا باب شامل کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیا عہد نامہ ہرگز محرف نہیں۔ دشمنوں کی تحریر کو چھپانے بڑی ذمہ داری سے کرنے والی [illegible] کے شیوہ کی ہیں، اور ایسی انجیل جو مسلمان کے تصور میں ہے، کبھی تھی ہی نہیں۔ لیکن ہم ایک وقت کو آسانی سے کم سمجھتے ہیں کہ کیوں اور کیسے پیدا ہوئی۔

ایک مسلمان احباب سے ہمارا سچائی کے ساتھ کسی حد تک نیا عہد نامہ پڑھنے کو کہتے ہیں ہم یہ نہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے بیان پر اپنے خیالات [illegible] سوچے سمجھے بغیر [illegible] کریں بلکہ وہ نئے عہد نامہ کو پڑھتے ہوں گے

اور معلوم کریں کہ ہمارا ایمان کیا ہے، نیا عہد نامہ کیا ہے؟ اور ہم دلیل سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ، مسیحی الہام کے صحیح تصور کے بارے میں اُن کے خیالات کے علاوہ بھی مدد ملتی ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ وہ ہم سے ہم خیال ہو کر یہ جاننے لگیں گے کہ الہام کا یہ تصور دیگر تصورات سے اعلیٰ و افضل ہے۔

بہمارا حصہ

ہمارے خداوند کی زندگی کا دَور

دُوسرا باب

اناجیل کا پس منظر

اناجیل کے مُصنّفین نے اپنے دَور کے لوگوں کے لئے یہ کُتب تحریر کیں۔ اس سے وُہ بہت سی باتیں اشارتاً اور کنایتاً کہہ سکتے تھے کیونکہ اُن کے زمانہ کے لوگ اِن باتوں کو بلا تشریح سمجھ سکتے ہیں، لیکن دَورِ حاضرہ کے لوگ اِن کو سمجھ نہیں سکتے تاوقتیکہ وُہ اس زمانہ کی تاریخ سے واقف نہ ہوں۔ چنانچہ مطلب یہ نکلا کہ اناجیل کو مناسب طور پر سمجھنے کے لئے اور دُوسروں کو سمجھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس زمانہ کی تاریخ سے واقف ہوں۔ یہی وُہ واقفیت ہے جسے ہم پس منظر کا علم کہتے ہیں اور اس باب کا مقصد یہی ہے کہ آپ کو تھوڑی سی ایسی واقفیت دی جائے جو اناجیل کی تفہیم کے لئے آپ کی معاون و مددگار ثابت ہو۔

خداوند مسیح نے فلسطین میں زندگی گذاری تھی۔ چنانچہ پہلی ضروری بات یہ ہے کہ ہم فلسطین کا ایک اچھا نقشہ مہیا کریں اور اس مُلک کے جغرافیائی حالات کو جانیں۔ یہ یاد رکھیں کہ گو نقشہ کی سطح ہموار ہے لیکن یہ مُلک ایسا نہیں۔ چنانچہ ایسا نقشہ حاصل کریں جو پہاڑوں اور

وادیوں کو مختلف رنگوں سے ظاہر کرے۔ نیچی جگہیں ہرے رنگ میں اور بلند جگہیں بھُورے رنگ میں ہوں اور یُوں سطح کی بلندیوں کو اندازاً مختلف رنگوں سے ظاہر کیا گیا ہو۔ جب آپ ایک دفعہ ایسے نقشوں کو سمجھنے لگیں گے تو آپ کسی کتاب کی مدد کے بغیر بھی کسی مُلک کے بارے میں بہت سی جغرافیائی باتیں جاننے لگیں گے۔

آپ مُلک فلسطین کا نقشہ سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

مُلک فلسطین کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دریائے یردن اسے دو حصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس میں دو بڑی جھیلیں ہیں۔ شمال میں گلیل کی جھیل (گینسرت کی جھیل)، اور جنوب میں بحیرۂ مُردار۔ اس کی سطح سمندر کی سطح سے نیچی ہے۔ شمالی جھیل ۶۸۲ فٹ اور جنوبی ۱۲۹۲ فٹ نیچی ہے۔ بحیرۂ مردار کے شمال میں دریا سے کچھ میل دُور یریحو کا شہر ہے۔ یردن اور سمندر کے درمیان تقریباً تین ہزار فٹ بلند یہودیہ کی پہاڑیاں ہیں۔ مغربی سمت میں یہ پہاڑیاں ساحلی میدان کی طرف چلی گئی ہیں۔ بحیرۂ مُردار کے شمالی سرے کے مغرب اور اِن پہاڑیوں کے بیچ میں شہر یروشلیم واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑی پر تعمیر ہے اور مشرق میں اسے ایک تنگ وادی کوہِ زیتون سے جُدا کرتی ہے۔ یروشلیم سے وُہ سڑک جس کے متعلق خداوند مسیح نے نیک سامری کی تمثیل کہی، (لُوقا ۱۰: ۳۰-۳۷) کوہِ زیتون پر سے جنگلاتی حصّہ سے ہوتی ہُوئی یریحو تک جاتی ہے۔ یروشلیم سے چند میل جنوب میں بیت لحم ہے۔

یہُودیہ کے شمال میں سامریوں کا مُلک ہے اور اس کے وسط میں کوہِ گرزیم ہے، جہاں سامری لوگ عبادت کیا کرتے تھے اور

اس کے دامن میں سوخار اور یعقوب کا کنواں واقع ہیں (یُوحنا ۴: ۵)
سامریہ کے شمال اور سمندر کے مغرب میں گلیل کا مُلک ہے۔ اس کے جنوبی حصے میں اسدرلون کا وسیع اور زرخیز میدان پایا جاتا ہے جو کوہ کرمل کی راس کے شمالی ساحل سے شروع ہو کر جنوب مشرق میں مُلک کے اندر تک پھیلا ہوا ہے۔ شمال اور مشرق کو جانے والی شاہراہیں اسی میدان میں سے گزرتی ہیں۔ اس میدان کے شمال میں پہاڑیوں کے درمیان ناصرت واقع ہے۔ مزید شمال میں قانائے گلیل ہے۔ اس میدان کے مشرقی سرے پر نائین ہے۔ گلیل کا گنجان آباد حصہ جھیل کے مغربی ساحل پر تھا اور بڑے بڑے شہر اور گاؤں مثلاً خورازین۔ کفرناحوم۔ بیت صیدا۔ گنیسرت۔ مگدن۔ دلمنوتہ جن کا ذکر اناجیل میں ہے، اسی ساحل پر آباد ہیں۔ یہیں ہیرودیس انتپاس نے شہنشاہ تبریاس کی تعظیم میں شہر تبریاس کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس ساحل پر نمکین مچھلی باہر بھیجنے کی بڑی کامیاب تجارت ہُوا کرتی تھی۔

گلیل کے شمال میں حرمون اور لبنان کے پہاڑی سلسلے ہیں جن کی چوٹیاں ہمالیہ کی مانند برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور جن کے سامنے فلسطین کے سارے پہاڑ چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ حرمون کے جنوب میں منبع یردن کے نزدیک قیصریہ فلپی واقع ہے (مرقس ۸: ۲۷) جو کہ چوتھائی مُلک کے حاکم ہیرودیس فلپ کا دارالسلطنت تھا، اور جسے اُس نے بادشاہ اور اپنے نام پر نامزد کیا تھا۔ لبنان کے جنوب مغرب میں صُور اور صیدا کے بحری شہر ہیں (مرقس ۷: ۲۴) جو کہ بلحاظ تجارت بہت مشہور تھے۔

جھیل گلیل کے مشرق میں ایک پہاڑی مُلک ہے جس میں بہت سے آزاد یُونانی شہر آباد تھے جنہیں دِکپلِس یعنی دس شہر کہا جاتا تھا۔ (مرقس ۵: ۲۰، ۷: ۳۱) ان میں جھیل کے جنوبی سرے سے چھ میل کے فاصلے پر گدارہ اور مزید چوبیس میل آگے گراسا ہیں۔ ان شہروں کے جنوب میں اور یردن کے مشرق میں جو مُلک ہے اُن دنوں اُسے یردن پار کا علاقہ کہتے تھے، یعنی پیریہ یا جسے آج کل کہا جاتا ہے ٹرانس جارڈن (۴: ۲۵) ان دنوں یہ علاقہ ہیرودیس انتپاس کی سلطنت کا حصہ تھا۔ بحیرہ مردار کی مشرقی پہاڑیوں پر مکارس کا قلعہ تھا، جہاں یُوحنا بپتسمہ دینے والا قید تھا اور قتل ہُوا۔ اب یہ ہیں وہ اہم اور مشہور مقامات جن کا ذکر اناجیل اربعہ میں آیا ہے اور جن پر ایک نظر ڈالنا خُداوند مسیح کی خدمت کے منظر کی گویا تمہید ہے۔

بیت المقدس کے جغرافیہ سے اب ہم اُس وقت کے سیاسی حالات کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اُن دنوں سب سے اہم رُومی حکومت تھی، جس کا فلسطین ایک حصہ تھا۔ ہمارا خُداوند اگستس کے عہد میں پیدا ہُوا (لُوقا ۲: ۱) اور اُس کی خدمت اور تصلیب تبریاس کے زمانہ میں ہُوئی (لُوقا ۳: ۱) اس کی زندگی رُومی حکومت کے بدامن حصوں میں گزری۔ کئی ایک لحاظ سے فلسطین میں رُومی پالیسی تقریباً وہی تھی جو ہندوستان میں انگریزوں کی تھی۔ وہ مقامات جو زرخیز اور عمدہ تھے اور آسانی سے منظم ہو سکتے تھے اور ایسے مقامات جو فوجی مقاصد کے لئے اہم تھے، براہِ راست رُومی افسران کے ماتحت ہُوا کرتے تھے۔ لیکن دیگر جگہوں میں جہاں مقامی حالات اجازت

دیتے۔ کوئی کُل صُوبیدار مقرر کر دیا جاتا تھا اور اگر وہ اپنی حکومت کا وفادار رہتا تو اُسے اُس کے مُلک میں پُورے اختیار دے دیئے جاتے تھے۔ اور اگر اُس پر غداری کا شک گزرتا تو اُسے بہت جلد معزول کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ خُداوند مسیح کی ولادت کے زمانہ میں فلسطین میں رُومی پالیسی یہی تھی۔ رُومیوں کے خیال کے مطابق یہُودی ایک ضدی، باغی اور غیر مُلکی حاکموں پر تنقید کرنے والی قوم تھی۔ اس لئے رُومیوں کی نظروں میں یہی موزوں تھا کہ ہیرودیس یہُودیوں کا بادشاہ ہو (متی ۲:۱)۔ یہُودی بھی ہیرودیس کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ اُن کی قوم میں سے نہ تھا بلکہ اُن کے نفرتی پڑوسیوں یعنی ادومیوں میں سے تھا۔ بہرحال یہُودی ہیرودیس کو رُومیوں پر ترجیح دیتے تھے اور یہُودیوں ہی کا ایک گروہ ہیرودیسیے اُس کے معاون تھے۔ چنانچہ مخالفت کے ذرا سے اشارے کو بھی وہ شدید سختی کے ساتھ دبا دیتا۔ بیت لحم کے بچوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا ایک مشہور بات ہے کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں اُس کا کوئی حریف نہ ہو (متی ۲:۱۶)۔ یہ اُس کی زندگی کا ایک آخری فعل تھا۔ تاہم یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ عمر بھر کیا کرتا رہا۔

یہ ہیرودیس جو عام طور پر ہیرودیس اعظم کہلاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خاندان میں سب سے لائق اور مشہور تھا سنہ ۴ ق م میں فوت ہوا۔ رُومیوں نے اس کے مُلک کو اُس کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو بجائے بادشاہ کہنے کے اُسے چوتھائی مُلک کے حاکم کا لقب دیا۔ تاہم لوگ عام طور پر اُنہیں بادشاہ ہی کہتے تھے (مرقس ۶:۱۴)۔

الف۔ حاشیہ صفحہ ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔

اس کے تقریباً تیس ۳۰ سال بعد جب خُداوند مسیح کا عہدِ خدمت شروع ہُوا تو سیاسی حالات مندرجہ ذیل تھے۔ (لوقا ۳:۱-۲)

گلیل کے شمال مشرقی مُلک میں ہیرودیس فلپس حکمران تھا اور قیصریہ فلپی اُس کا دارالخلافہ تھا جو کہ چوتھائی مُلک کے حاکم اور اُس کے رُومی شہنشاہ کے نام سے نامزد تھا۔ گلیل اور پیریہ میں ہیرودیس انتپاس حاکم تھا۔ یہُودیہ کا علاقہ جس کا دارالخلافہ یروشلیم تھا بہت دیر سے براہ راست رُومی گورنر کے ماتحت تھا، جسے مختار کہا جاتا تھا کیونکہ وہ براہ راست شہنشاہ کے سامنے جوابدہ تھا۔ چنانچہ مسیح خُداوند کے زمانہ میں پنطس پیلاطس یہُودیہ میں اس عہدے پر مامور تھا۔

یہاں تک تو حاکموں کا بیان تھا۔ اب ہم اُس مُلک و رعایا یعنی یہُودیوں کا ذکر کریں گے جن پر یہ حکام حکومت کرتے تھے۔ اس قوم کی زندگی کا ہر گوشہ مذہب تھا۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ وہ خُدا کی چنیدہ قوم ہیں۔ اس لئے اُن کا کسی بیرونی حکومت کے ماتحت ہونا اور اُسے جزیہ و خراج دینا اُن کے لئے بڑی ذلّت کی بات ہے (متی ۲۲:۱۷)۔ انہیں

الف۔ حاشیہ صفحہ ۲۴۔ [illegible] مسیح ہیرودیس کی موت سے پہلے پیدا ہُوا۔ [illegible] ہوتا ہے کہ [illegible] مسیح کی صحیح پیدائش سے [illegible] بعد سے شروع ہوتا ہے۔ [illegible] پیدائش سے [illegible] شروع کیا [illegible] سال [illegible] اس وقت [illegible]

داؤد اور سلیمان کا زمانہ یاد تھا اور اس کے بعد مکابیوں کی شجاعت کی یاد ہنوز اُن کے دلوں میں تازہ تھی اور اس پر یہ اُمید کہ مسیح آنے والا ہے، اِن کے لئے باعثِ فخر و تکبر تھی۔ انبیا یہ پیشین گوئی کر چکے تھے کہ داؤد کی نسل سے ایک بادشاہ برپا ہوگا اور اُس کی وساطت سے خُدا تمام قوموں پر اپنی بادشاہت قائم کرے گا۔

یہودی قوم کا سردار (ان کے مسیح کے آنے تک) سردار کاہن ہوا کرتا تھا اور یروشلیم کی ہیکل اُن کی قومی زندگی کا مرکز تھی۔ ہر سال مذہبی تہواروں کے لئے نہ صرف فلسطین کے یہودی بلکہ دُنیا بھر کے بے شمار یہودی فرقے ہزاروں کی تعداد میں اس عالی شان اور سنگِ مرمر اور سونے سے جگمگاتی ہوئی ہیکل میں خُدا کی عبادت کرنے کے لئے جمع ہوتے (یوحنا ۲: ۱۹) یہ ہیکل ہیرودیس اعظم نے اس بے سود اُمید سے بنوائی تھی کہ وہ یہودیوں میں مقبول ہو جائے۔ لیکن اس ساری خوبصورتی کی تہ میں عفونت تھی، کیونکہ بڑے بڑے کاہن دولت اور اختیار کی خاطر رومیوں کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے۔ ہیکل چند ایک خاندانوں کے قبضہ میں تھی اور گورنر اُنہیں میں سے سردار کاہن مقرر کرتا اور جب جی چاہتا معزول بھی کر دیتا۔ یہ چند خاندان بہت امیر تھے اور اُن کی امارت کا ذریعہ وہ منڈی تھی جو ہیکل کے صحن میں لگا کرتی تھی۔ چنانچہ جب خُداوند مسیح نے ہیکل کو صاف کیا تو اُن کی آمدنی خطرے میں پڑ گئی لہٰذا وہ اُس سے نفرت کرنے لگے۔ اُس وقت اصلی سردار کاہن کائفا تھا لیکن کہانت کی حقیقی طاقت اُس کے سُسر حنا کے ہاتھ میں تھی۔ (یوحنا ۱۸: ۱۳) جو کہ داماد سے پہلے سردار کاہن تھا۔ اُسے پلاطوس نے معزول کر دیا تھا۔

کہانت سے معزولی کے باوجود بھی وہ مقتدر اور بارسوخ تھا، یہاں تک کہ معزولی کے بعد بھی عوام اُسے سردار کاہن کہتے رہے۔

یہ کاہن صدوقی فرقہ سے متعلق تھے۔ یہ لوگ مذہبی باتوں میں قدامت پسند تھے اور اُن کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مُردوں کی قیامت کے منکر تھے (متی ۲۲: ۲۳۔ مرقس ۱۲: ۱۳، اعمال ۲۳: ۸) لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خُدا کی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ رومیوں کے ساتھ مل کر اپنی عزت اور مراتب قائم رکھنے کی دُھن میں لگے رہتے تھے۔

ایک اور یہودی فرقہ فریسی تھا جو صدوقیوں کا جانی دشمن تھا۔ یہ فریسی اُس کے فرقہ حاسدین کے جانشین تھے جو مکابیوں کے زمانہ میں جنگِ آزادی کے لیڈر تھے۔ فریسی شریعت کے زبردست پابند تھے اور اپنی عادات اور لباس سے فوراً پہچانے جاتے تھے۔ فریسی بڑی کڑی زندگی بسر کرتے تھے اور اُن کی شرعی زندگی کے باعث عوام اُنہیں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے . . . .

. . . .

. . . . اِن میں بہت لوگ فخر کے جال میں پھنس جاتے اور ریاکاری کی زندگی بسر کرتے۔ صدوقیوں سے فریسیوں کا اختلاف یہ تھا کہ فریسی مُردوں کی قیامت کے قائل تھے اور رومیوں سے دوستانہ تعلقات کے مخالف تھے۔

رومیوں نے یہودیوں کو اپنی قومی حکومت چلانے میں کافی اختیارات دے رکھے تھے اور اُن کی کونسل سنہیڈرم کے اقتدار کا احترام کرتے

تھے۔ اُنہوں نے سنہیڈرم کو یہودیوں پر سوائے سزائے موت کے باقی تمام اختیارات دے رکھے تھے۔ اس کونسل میں صدوقی اور فریسی ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے اور سوائے یسوع کی مخالفت کے وہ شاذ و نادر ہی کسی بات پر متفق ہوتے۔

یہودیوں کا قوم پرست گروہ کئی حصّوں میں منقسم تھا۔ ایک حصّہ وہ تھا جو قومی آزادی کے لئے تشدد کا حامی تھا۔ اُنہیں زیلوتیس کہا جاتا تھا (لوقا ۶: ۱۵)۔ دوسرا حصّہ وہ تھا جو خداوند مسیح کی آمد کے انتظار میں تھے تاکہ وہ اُس کی قیادت میں عَلَم آزادی بلند کریں کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مسیح دُنیاوی بادشاہ ہوگا جو رومیوں کو تلوار سے مغلوب کرے گا۔ ایک اَور حصّہ بھی تھا جو یہ جانتا تھا کہ یہودیوں کی آزادی کے لئے کسی مادّی تلوار کی ضرورت نہیں بلکہ خود خدا اور اُس کے فرشتگان کی افواج کسی معجزانہ انداز میں خدا کی قوم کے دشمنوں کو نابود یا محکوم کریں گی۔ چنانچہ بہت سی کتب اِن دنوں لکھی گئیں جن میں خوبصورت زبان میں بڑی تفصیل کے ساتھ آئندہ واقعات مرقوم تھے۔ اِن کتب کو اپاکلپس یا کتب مکاشفہ کہتے ہیں۔

یہاں تک تو ہم نے اناجیل کے جغرافیائی اور سیاسی پس منظر کا ذکر کیا ہے جس کے بغیر اناجیل کی بہت سی باتوں کی تشریح ممکن نہ تھی۔ لیکن عام لوگوں کی زندگی میں سیاسیات کو کوئی نمایاں دخل نہیں ہوتا۔ اِن کے لئے سماجی زندگی زیادہ اہم ہوتی ہے۔ لہٰذا اب ہم سماجی زندگی کے بارے میں کچھ کہیں گے۔

یہودیوں کی قومی زندگی ہیکل پر مرکوز تھی۔ لیکن ان کی سماجی زندگی

کا مرکز چھوٹے چھوٹے عبادت خانے ہُوا کرتے تھے۔ جہاں کہیں چند یہودی رہتے وہ اپنے لئے ایک بڑا کمرہ تعمیر کرتے تاکہ اُس میں خدا کی عبادت کر سکیں۔ یہاں وہ ہر سبت جمع ہوتے اور نماز ادا کرتے۔ یہودی عبادت کلام پڑھنے اور اس کی تشریح کرنے۔ زبور گانے اور دُعا مانگنے پر مشتمل تھی؛ (لوقا ۴: ۱۶)۔ یہ جائے اجتماع نہ صرف عبادت گاہ تھی بلکہ اسکول اور سماجی مرکز کا بھی کام دیتی تھی۔ اس زمانے میں یہودی دُنیا بھر میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور خواندہ تھے۔ ہر ایک بچّے کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ اِن کا سب سے بڑا نصاب پُرانا عہد نامہ تھا، جس پر وہ ایسا عبور حاصل کرتے کہ آج کل کے مسیحی اِن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اگر کوئی اس سے بھی اعلیٰ تعلیم پانا چاہتا تو فقیہوں سے سیکھتا (یوحنا ۷: ۱۵)۔ فقیہہ عہدِ عتیق اور احادیث یعنی اُن کتب کے عالم ہُوا کرتے تھے جو عہدِ عتیق کے متعلق لکھی گئیں تھیں (متی ۵: ۲۱-۳۰)۔ فاضل فقیہوں کی بہت عزت کی جاتی بالخصوص ان کی جو یروشلم میں کسی نامور ربّی کے شاگرد ہوتے، جن میں سے گملی ایل ایک تھا (اعمال ۲۲: ۳)۔ ان عالم فقیہوں کے مابین شریعت کی تفسیر پر بڑے بڑے مناظرے ہوتے جنہیں عوام دلچسپی کے ساتھ سُنتے۔ لہٰذا عبادت خانوں میں فقیہوں کو بڑا درجہ حاصل تھا۔ خاص کر اس وقت جبکہ علم کے ساتھ اُن کی زندگی میں فریسیوں جیسی پابندیٔ شریعت بھی ہوتی (مرقس ۲: ۱۶)۔

ہر عبادت خانہ کے انتظام کے لئے بزرگوں کی ایک کونسل مقرر تھی جو نہ صرف عبادتوں کا انتظام کرتی اور اسکول چلاتی بلکہ اُس عبادت خانہ کی اخلاقی اور سماجی زندگی کی محافظ بھی تھی۔ اگر کوئی شخص سبت کو توڑتا

یا کسی اَور طرح سے عدولِ شریعت کا مُرتکب ہوتا تو اُسے سخت سزا دی جاتی تھی۔ چنانچہ لوگ اِس کونسل سے بہت ڈرتے تھے کیونکہ اُنہیں سزا دینے کے بڑے بڑے اختیارات حاصل تھے۔ یہاں تک کہ وُہ ایک کم چالیس کوڑے بھی مار سکتے تھے (متی ۱۰: ۱۷۔ ۲ کرنتھی ۱۱: ۲۴) عبادت خانے سے خارج کیا جانا سب سے بڑی سزا سمجھی جاتی تھی۔ یہُودی مذہب نہ صرف ہیکل اَور عبادت خانوں تک ہی محدُود تھا بلکہ گھروں میں بھی بڑی مذہبی پابندی ہوتی تھی۔ بچپن ہی سے ایک یہُودی بچہ ایسی سنجیدہ مذہبی رسُوم میں گھِر جاتا کہ اُسے گہرا احساس ہونے لگتا کہ خُدا کی چنیدہ قوم کا فرد ہونے کے باعث اُس کے خاص حقُوق اَور فرائض ہیں۔ اِس طرح ہیکل اَور عبادت خانوں سے الگ تھلگ، فریسیوں اَور فقیہوں کے مناظروں سے اوجھل، سیاسیات کی شورش سے بالا، یہُودی گھروں میں پُرانے عہد نامہ کی رُوح کو محفُوظ رکھا جاتا تھا۔ خُداوند مسیح اَور مُقدس یُوحنا بپتسمہ دینے والے نے ایسے ہی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ اِن کے سامعین بھی ایسی ہی فضا میں پلے تھے (لُوقا ۱: ۲)۔

بسبب مذہب یہُودی دیگر اقوام سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے لیکن مُلک غیر مُلکی اقوام سے بھرا پڑا تھا مثلاً رُومی افسران، دُنیا بھر کے ممالک کے سوداگران، یُونانی بولنے والے آبادکار جو کہ آزاد شہروں میں مقیم تھے اَور صحرا کے خانہ بدوش بکثرت فلسطین میں موجُود تھے۔ لہٰذا یہُودیوں کو اِن غیر یہُودیوں سے گلی کوچوں میں اَور بازاروں میں کاروباری تعلقات تو رکھنے پڑتے تھے لیکن سماجی زندگی میں وُہ غیر اقوام سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے (اعمال ۱۰: ۲۸) یہاں تک کہ وُہ اِن کے گھروں میں جانے

وُہ اِن کے کھانے اَور پانی کو چھُونے سے بھی ناپاک ہو جاتے۔ یہُودیہ اَور گلیل میں یہ فرق تھا کہ یہُودیہ کا دارالخلافہ یروشلیم جو یہُودیوں کا بڑا مرکز تھا پہاڑیوں میں واقع ہونے کے باعث باقی دُنیا سے بہت کچھ منقطع تھا۔ اِس لئے یہاں کے فقیہہ خُود بھی کٹّر تھے اَور لوگوں کو بھی کٹّر رکھتے تھے۔ گلیل میں البتہ ایسدرلون کا زرخیز میدان اَور جھیل کے گنجان آباد ساحل شامل تھے جہاں کہ بہت سے غیر مُلکی لوگ آباد تھے اَور اِسی علاقہ میں سے مصر اَور شام کی شاہراہ گُزرتی تھی، اِس سے یہُودیوں کو غیر یہُودیوں سے زیادہ تعلقات رکھنے پڑتے تھے، لہٰذا اِس علاقہ میں اِتنا کٹّرپن نہیں تھا اَور شرعی طور پر کُچھ آزادی تھی۔ چنانچہ گلیلی یہُودی قدرے آزاد زندگی بسر کرتے تھے لیکن یہُودیہ کے فاخر یہُودی انہیں نگاہِ نفرت سے دیکھتے تھے (یُوحنا ۷: ۵۲)۔

یہُودیہ اَور گلیل کے درمیان ایک اَور قوم آباد تھی یعنی سامری جسے رُومی یہُودیوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے لیکن یہُودیوں کی نظر میں سامری بے دینوں سے بھی زیادہ قابلِ نفرت تھے، کیونکہ وُہ یہ سمجھتے تھے کہ سامری اُن اسُوریوں کی اولاد ہیں جنہیں شاہِ اسُور نے بنی یہُودیوں کی جگہ پر اِس علاقہ میں آباد کیا تھا جنہیں وُہ اسیر کرکے لے گیا تھا (۲ سلاطین ۱۷: ۲۴-۴۱) یہ دُشمنی اُس وقت شرُوع ہُوئی جب یہُودی اسیری سے واپس آئے، (عزرا ۴: ۱-۱۰) اَور بعد میں روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ سامری حقیقی یہُودی ہونے کے مدعی تھے۔ چنانچہ یہُودیوں کے مقابلہ میں اُنہوں نے بھی گرزیم کے پہاڑ پر اپنی ہیکل تعمیر کر رکھی تھی۔ بہرحال یہُودیوں اَور سامریوں کے درمیان بلامُبالغہ کوئی راہ و ربط نہ تھا۔ یہاں تک کہ سفر پر جاتے ہُوئے

وہ طویل چکر مار کر جانا تو برداشت کرتے لیکن سامریوں کے علاقہ میں پاؤں دھرنا بھی گوارا نہ کرتے (یوحنا ۴: ۱-۴۲)۔

ہمارے خداوند کے زمانہ میں یہودیوں کے بڑے بڑے پیشے کاشتکاری اور دستکاری تھے۔ وہ اپنی زرخیز زمین کی اچھی خبرگیری کرتے تھے۔ گلیل کی جھیل سے بہت مچھلی حاصل ہوتی تھی چنانچہ ملک کے اندر تجارت خوب چلتی تھی۔ رومی شہنشاہ اور ہیرودیس یہودیوں سے ٹیکس اور محصول لیا کرتے تھے جس پر یہودی دل ہی دل میں سخت کڑھتے تھے لیکن وہ مجبور تھے۔ لہٰذا یہودیوں کی نظروں میں محصول لینے والے ٹھیکیدار نہایت نفرت انگیز تصور کئے جاتے تھے۔ یہ ٹھیکیدار اکثر یہودی ہی ہوا کرتے تھے جو بددیانتی کے وسائل سے بڑا بڑا منافع اٹھانے کی غرض سے یہ کام اختیار کر لیتے تھے (لوقا ۱۹: ۲-۱۰) لیکن اچھے یہودی ایسے بُرے لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے (متی ۹: ۹-۱۰)۔

حقیقی معنوں میں یروشلم ہی ایک خالص یہودی شہر تھا۔ دیگر شہر بھی تھے مثلاً قیصریہ جہاں گورنر کا صدر مقام تھا لیکن ان شہروں میں اکثر غیر ملکی لوگ آباد تھے جن کا تمدن یونانی تھا۔ یروشلم کا دارومدار مذہب پر تھا۔ دنیا کے تمام ممالک سے نیک یہودی ہیکل کی امداد کے لئے روپیہ پیسہ بھیجتے رہتے تھے، اور ہر بالغ یہودی فی سال نیم مثقال ہیکل کے لئے ادا کرتا تھا، اور ہزاروں یاتری ہر سال فراخدلی سے اس کام پر روپیہ خرچ کرتے تھے۔

عالم ربّی لوگوں کو پڑھانے اور مذہبی عدالتوں میں وکالت کا کام کرتے تھے۔ کاہن بڑی شان و نمائش کے ساتھ ہیکل میں گاتے بجاتے ہوئے ہزاروں عابدوں کے روبرو قربانیاں گزرانتے تھے (لوقا ۱: ۸-۱۰)۔ مجمع میں لوگ اکثر وقت کی سیاست اور دینی امور پر تبادلہ خیالات کرتے یا مسیح کے ظاہر ہونے کے امکانات

پر بحث کرتے (یوحنا ۷: ۱۱-۱۲)۔ اسی طرح اکثر بلوہ مچ جاتا۔ چنانچہ ایسے اوقات کی روک تھام کے لئے ہیکل کے نزدیک ایک قلعہ میں ایک فوجی دستہ رکھا رہتا تھا جو ہر وقت تیار رہتا تھا (اعمال ۲۱: ۳۱-۳۲)۔ گورنر بیشتر قیصریہ میں رہنا پسند کرتا تھا، لیکن ایسے مواقع پر جبکہ شورش کا خدشہ ہوتا مثلاً عید کے تہواروں پر تو وہ یروشلم میں آ رہتا کیونکہ وہ شہنشاہ کے سامنے ہر طرح کی بدامنی کے لئے جوابدہ تھا۔ اس لحاظ سے گلیل کا خاموش ملک یروشلم سے بہت ہی فرق تھا۔

فلسطین کے یہودیوں کی وہی زبان تھی جو کہ شام کے دیگر باشندوں کی تھی یعنی شامی زبان یا آرمیک۔ بعض دفعہ اسے عبرانی بھی کہا جاتا تھا لیکن یہ درست نہیں تھا، کیونکہ عبرانی وہ پرانی زبان تھی جس میں پرانا عہدنامہ لکھا ہوا تھا۔ یہ عوام میں بولی نہیں جاتی تھی بلکہ صرف علما اسے استعمال کرتے تھے جیسے کہ ہندوؤں میں سنسکرت صرف مذہبی علما ہی استعمال کرتے ہیں۔ آرمیک اور عبرانی بہت کچھ ملتی جلتی تھیں اور ایک ہی رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ یونانی فاتح اعظم سکندر کے ایام سے بحیرہ روم کے خطہ کے ممالک میں یونانی زبان بہت پھیل چکی تھی اور یہی کاروباری، سرکاری اور تعلیمی زبان بن چکی تھی۔ رومی سلطنت میں کثیر التعداد یہودی جابجا آباد تھے۔ یونانی گویا مادری زبان بن چکی تھی، یہاں تک کہ یہ لوگ بائبل بھی یونانی ترجمہ میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن فلسطین کے کٹر یہودی ان یہودیوں کو جو جابجا پراگندہ تھے، نگاہِ نفرت سے دیکھتے تھے لیکن مسیح خداوند کے صعود کے بعد یہ یہودی اہمیت حاصل کرنے لگے۔ ہمارے خداوند کی زمینی زندگی بیشتر فلسطین کے آرمیک بولنے والے لوگوں میں بسر ہوئی۔ شاید خداوند کو یونانی

بھی آتی تھی لیکن انجیل پھیلانے میں یہ کچھ مفید نہ تھی ۔ رُومیوں کی زبان لاطینی تھی لیکن مشرقی ممالک میں لاطینی صرف سرکاری دفاتر کے اندر ہی محدود تھی (یُوحنا ۱۹ : ۲۰) ۔

تیسرا باب

اناجیل اربعہ

اس کتاب کے قارئین کو معلوم ہے کہ اناجیل چار ہیں ۔ لیکن کتنے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ وہ کس طرح باہم مختلف ہیں ؟ کتنے ہیں جو ایک انجیل کی خاص خاص خوبیاں اور خوبصورتیاں بیان کر سکتے ہیں ؟ ہر ایک انجیل ایک قیمتی خزانہ ہے ۔ ہر انجیل نویس نے ماہر فنکار کی مانند خُداوند مسیح کی تصویر ایک خاص نکتۂ نگاہ سے کھینچی ہے ۔ اگر ان میں سے ایک انجیل کھو جائے تو خُداوند مسیح کے بارے میں ہمارا علم ادھورا رہ جائے گا ۔ چاروں انجیلیں چار بھائیوں کی مانند ہیں جن میں اوّل تو خاندانی مشابہت دکھائی دیتی ہے ۔ لیکن جُوں جُوں ہم ان سے زیادہ مانوس ہوتے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ حقیقت میں ایک جیسے نہیں ، بلکہ ہر ایک اپنی خاص شخصیت اور خاص خوبیاں رکھتا ہے ۔

اس سے پیشتر کہ ہم ہر ایک انجیل اور اس کے مصنف کے بارے

میں باری باری غور کریں یہ یاد دلانا لازمی ہے کہ اناجیل کے لکھے جانے سے پہلے کلیسیا میں انجیل موجود تھی ۔ انجیل کے معنی ہیں یسُوع مسیح کی اور اس کام کی جو اس نے ہمارے لئے کیا خوشخبری ۔ اس خوشخبری سے کلیسیا کا آغاز ہُوا اور اس سے پیشتر کہ کسی کو انجیل لکھنے کی سوجھتی ، کلیسیا داستان مسیح زبانی بیان کرتی تھی ۔ بے شک ابتدا میں کسی چیز کو تحریر میں لانے کی خاص ضرورت اور اہمیت محسوس نہ ہُوئی کیونکہ اُنہیں اُمید تھی کہ مسیح بہت جلد واپس آ جائے گا ۔ آہستہ آہستہ بعض لوگوں نے بعض باتوں کو قلمبند کر لیا ۔ بالخصوص مسیح کے الفاظ کو اس غرض سے کہ انجیل سکھانے والے ان سے مدد لے سکیں ۔ لیکن جب کلیسیا نے دیکھا کہ رسُول یکے بعد دیگرے رُوبہ رحلت ہیں تو پہلے تین انجیل نویسوں نے کلیسیا کی موجودہ احادیث کو ترتیب کے ساتھ تحریر کیا ۔ اہل علما ایک مدت سے اس مسئلہ کا مطالعہ کر رہے ہیں جس سے کہ پہلی تین اناجیل میں کلیسیا کی زبانی احادیث کی تصریح کی گئی ہے ۔ ان تین اناجیل کو عام طور پر اناجیل مجمل (سناپٹک) کہتے ہیں ، کیونکہ برعکس یُوحنا کی انجیل کے وہ انجیل کی رُوداد ایک ہی نظریہ سے پیش کرتی ہیں ۔ اس لئے ان کی تصنیف کے مسئلہ کو مسئلہ اناجیل ثلاثہ کہتے ہیں اور جب ہم ان اناجیل کا فرداً فرداً ذکر کریں گے تو اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالیں گے ۔ لیکن وہ اصحاب جو اس کے بارے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں دیگر کئی دلچسپ کُتب سے مستفید ہو سکتے ہیں ۔

مُقدّس مرقس ہم مُقدّس مرقس سے شروع کرتے ہیں کیونکہ غالباً اُسی کی انجیل سب سے پہلے لکھی گئی تھی ۔ مُقدّس مرقس کے بارے میں ہم کیا جانتے ہیں ؟ آئیے پہلے ہم دیکھیں کہ نیا عہدنامہ اس کے متعلق کیا کہتا

ہے (جو محفوظ ہوا اعمال ۱۲:۱۲) اُس کی ماں کا مکان یروشلیم میں تھا اور یہاں
مسیحی جماعت دُعا کے لئے فراہم ہُوا کرتی تھی۔ ہمارا قیاس ہے کہ اسی گھر
میں ہمارے خُداوند نے آخری عشا کھائی تھی اور یہیں خُداوند کے جی اُٹھنے
کے بعد رسُول جمع ہُوا کرتے تھے۔ پس معلُوم ہوتا ہے کہ مرقس یروشلیم سے خُوب
واقف تھا۔ گو اُس وقت لڑکا ہی تھا چنانچہ خُداوند مسیح اُس کے سامنے یروشلیم
میں رہا، مُؤا اور جی اُٹھا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے ہی کلیسیا کا آغاز اور
ترقی ہُوئی لہٰذا خُداوند مسیح کے بارے میں بہت کچھ سیکھنے کے مواقع اُسے
میسّر تھے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کئی قسم کے مواقع اُسے حاصل ہُوئے۔
برنباس مُقدس مرقس کے رشتہ کا بھائی تھا۔ (کلسیوں ۴:۱۰) جو کہ پولُس کے
پہلے تبشیری سفر پر مرقس کو ساتھ لے گیا۔ (اعمال ۱۲:۲۵) اس سفر میں مرقس اُن
کا خادم تھا (اعمال ۱۳:۵) البتہ پرگہ پہنچ کر اُس نے اِن کے ساتھ اس مہم پر
آگے جانے سے انکار کر دیا اور یروشلیم واپس آ گیا (اعمال ۱۳:۱۳) اسی وجہ سے
پولُس نے دُوسرے سفر پر مرقس کو ساتھ لے جانے سے انکار کیا۔ اس پر برنباس
پولُس سے متفق نہ ہُوا اور اُس سے جُدا ہو کر مرقس کو لے کر کُپرس چلا گیا اور
پولُس کسی اور طرف روانہ ہو گیا۔ (اعمال ۱۵:۳۷-۳۹) بعد ازاں پولُس اپنے
بعض خطوط میں مرقس کا ذکر کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کا پیارا ہمخدمت ہے (کلسی
۴:۱۰-۱۱، فلیمون ۲۴، ۲ تیمتھیس ۴:۱۱) آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ مُقدس پطرس
اُسے میرا فرزند کہہ کر یاد کرتا ہے (۱ پطرس ۵:۱۳) لہٰذا وہ بڑے رسُولوں
کا دوست اور شاگرد ہونے کے سبب سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرقس کو
یہ دیکھنے کے خاص مواقع حاصل تھے کہ رسُول اپنی تعلیمات میں خُداوند
یسُوع کی انجیل کیسے پیش کرتے تھے۔

نئے عہد نامہ میں مرقس کے بارے میں تو اتنا ہی مرقوم ہے مگر کلیسیا کی
احادیث ہمیں اور کچھ بھی بتاتی ہیں مثلاً مرقوم ہے کہ مرقس خاص کر مُقدس پطرس
کا شاگرد تھا اور جب مُقدس پطرس فوت ہو گیا یا شاید اُس کی موت سے
پہلے ہی مرقس نے خُداوند یسُوع کی کہانی جیسی کہ اُس نے اپنے اُستاد سے
سُنی تھی قلمبند کر دی تھی۔ چنانچہ یہ انجیل جتنی مُقدس مرقس کی ہے اتنی
ہی مُقدس پطرس کی ہے۔ ۶۴ء میں نیرو کے عہدِ حکومت میں کلیسیا کی
ایذا رسانی شروع ہُوئی اور اس میں مُقدس پطرس شہید ہو گیا۔ اسی سے
ہم مُقدس مرقس کی انجیل کے سنِ تصنیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں (دیکھئے باب ۱)

اس انجیل میں ہمیں مسیح کی زندگی کا مکمل حال پانے کی توقع نہیں کرنا چاہیے
کیونکہ وہ خُود اپنی کتاب کو خُدا کے بیٹے یسُوع مسیح کی خُوشخبری کہتا ہے
(۱:۱) اور اس خُوشخبری کی مرکزی بات یہ ہے کہ فی الحقیقت خُدا کے
بیٹے نے دُکھ اُٹھایا، مر گیا اور ہمیں خُدا کے پاس پھیر لانے کو پھر جی اُٹھا۔
اس کے موافق کتاب کا تقریباً تیسرا حصہ خُداوند مسیح کی زندگی کے آخری
ہفتہ سے متعلق ہے اور سب کچھ جو اس سے پہلے ہے وہ اسی حصے کا
گویا پیش منظر ہے۔ اس کتاب کی ترتیب سمجھنے کے لئے یُوں خیال کیجئے
گویا کہ یہ ایک سڑک ہے جو ایک پہاڑی ملک میں سے گُذر رہی ہے۔ اس
سڑک کی انتہا خُداوند مسیح کے دُکھ اور جی اُٹھنے کا پہاڑ ہے اور وہاں
تک پہنچنے میں بہت سی چٹانوں پر سے گُذرنا پڑتا ہے جو گویا اس سفر
میں حد بندی کا کام دیتی ہیں۔ یہ چٹانیں خاص خاص کہانیاں ہیں جن کے
گرد دیگر واقعات محیط ہیں۔ اِن حد بندیوں اور اِن باتوں کو جو اِن پر مبنی ہیں
دیکھنے میں ہمیں اس انجیل کی ساخت کی اچھی تصویر نظر آ سکتی ہے۔

۱- ان کہانیوں میں سے پہلی کہانی مسیح کے بپتسمہ کی ہے (۱: ۹-۱۱) مُقدّس یُوحنّا کی تبلیغ کا بیان نہیں خُداوند مسیح کے بپتسمہ کے واقعہ کی طرف لے جاتا اُور خُداوند مسیح کے آزمائے جانے کی کہانی اس سے گویا صادر ہوتی ہے (۱: ۱-۱۳) اُور یہاں خُداوند مسیح خُدا کے بیٹے کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

۲- دُوسری کہانی مُقدّس پطرس اُور اُس کے ساتھی شاگردوں کی بلاہٹ کی ہے (۱: ۱۶-۲۰) اُور یہ بلاہٹ خُدا کی بادشاہت کی منادی سے اور بادشاہت کے لئے تیار ہوتی ہے (۱: ۱۴-۱۵) اُور آگے چل کر یہی بلاہٹ شفا کے معجزات اُور تعلیمات کی صُورت میں ظاہر ہوتی ہے۔
(۱: ۲۱-۳: ۶) اس وقت تک خُداوند مسیح کی مخالفت شروع ہو چکی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فریسی اُور ہیرودیسی خُداوند مسیح کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں اُور صلیب کا سایہ اس کہانی پر نظر آنے لگتا ہے۔

۳- تیسری کہانی شاگردوں کو رسُول مقرر کرنے کی ہے (۳: ۱۳-۱۹) اس تقرر کا سبب بڑی بھیڑ کا بیان ہے (۳: ۷) اُور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خُداوند مسیح خُدا کی بادشاہت کے بارے میں مزید تعلیم دیتا اُور معجزے دکھاتا ہے جو اُس کی الٰہی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔
(۳: ۲۰-۶: ۶) اُور اس کہانی کا آخری منظر بھی صلیب کا ایک سایہ ہے یعنی خُداوند مسیح اپنے وطن میں رد کیا جاتا ہے۔

۴- چوتھی کہانی شاگردوں کو دو دو کر کے بھیجنے کی ہے (۶: ۷-۱۳) یہ بھیجا جانا ان کے لئے آیندہ کام کی اہم تربیت تھی اُور اسی تربیت کے سبب انہیں خُداوند مسیح نے مزید تربیت اس زمانہ میں دی جبکہ

وُہ عوام کی بھیڑ سے احتراز کرتا معلوم ہوتا ہے تاکہ زیادہ وقت اُور توجہ شاگردوں کو دے سکے۔ (۶: ۱۴-۸: ۲۶) اس زمانہ میں پانچ ہزار کو کھلانے کا معجزہ نہایت نمایاں ہے اُور شاگردوں کے لئے ایک فیصلہ کن واقعہ ہے جبکہ کئی اُسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں (یُوحنّا ۶: ۶۶-۶۹) اُور خُداوند مسیح کو بھی اُسی انجام کا خطرہ محسوس ہونے لگا جو یُوحنّا بپتسمہ دینے والا کا ہوا، کیونکہ ہیرودیس کو معلوم ہو چکا تھا اُور وُہ سُن چکا تھا کہ عوام اُسے زبردستی اپنا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں (یُوحنّا ۶: ۱۵) یہ بھی ایک اُور سبب تھا کہ خُداوند مسیح یروشلم کے دُور کے علاقوں میں چلا گیا۔

۵- پانچویں کہانی پطرس کا اقرار ہے جو اُس نے سب شاگردوں کی طرف سے کر کے یہ کہا تھا کہ "تُو زندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے" (۸: ۲۷-۲۹) یہ اقرار اُن کی تربیت کے آخری وقت کا نتیجہ تھا اُور یہ واقعہ آئندہ خُداوند مسیح کے دُکھ اُٹھانے کے ہفتہ کی تیاری میں ایک اہم نکتہ تھا، کیونکہ اسی واقعہ کے فوراً بعد خُداوند مسیح نے اپنے شاگردوں کو صاف الفاظ میں بتانا شروع کر دیا تھا کہ آئندہ کیا ہونے کو ہے (۸: ۳۱-۹: ۱)۔

اس واقعہ کے ساتھ مسیح کی صُورت کے بدلنے کا گہرا تعلق ہے، جسے مُقدّس پطرس اپنی اُس زندگی کا ایک نہایت اہم تجربہ سمجھتا ہے جو مسیح کے ساتھ گزری تھی (۹: ۲-۸ بمقابلہ ۲ پطرس ۱: ۱۶-۱۸) تبدیلِ صُورت سے لے کر مسیح یروشلم کی طرف دیکھنا شروع کرتا ہے اُور دُکھ اُٹھانے کے ہفتہ کا خاکہ کچھ صاف نظر آنے لگتا ہے (۹: ۹-۱۰ باب آخر تک)۔

۶- دسویں باب کے آخر تک ہم انجیل کے مرکزی نکتہ یعنی آخری ہفتہ

کا بیان پاتے ہیں جس کی ترتیب یوں ہے:-

(ز) یروشلم میں شاہانہ داخلہ، ہیکل کو صاف کرنا، سوالات کے جوابات دینے کا دن (ابواب ۱۱-۱۲)۔

اب آنے والے دنوں کا بیان (باب ۱۳) اور یہی سب سے لمبا بیان ہے۔

(ح) عید فسح کی تیاری اور آخری عشا (۱۴: ۱-۳۱)۔

(د) گتسمنی کی جان کنی اور پکڑا جانا۔

(ک) سردار کاہن اور پلاطوس کے سامنے پیشی (۱۴: ۵۳-۱۵: ۲۵)۔

(س) صلیب دیا جانا (۱۵: ۲۱-۴۷)۔

(ط) جی اُٹھنا (باب ۱۶)۔

یہ انجیل ایک خاص انداز سے ختم ہوتی ہے یعنی ریوائزڈ ورشن میں شروع کی آیات اور آخری آیات میں ایک وقفہ ہے جسے حاشیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ یونانی کے سب سے پرانے دو نسخوں اور بعض دیگر اسناد میں نویں آیت سے آگے کچھ نہیں اور کئی دیگر اسناد کے مطابق آخری آیات فرق ہیں۔ مُقدّس مرقس نے اپنی انجیل کو آٹھویں آیت پر بند کر دیا تھا۔ بعض اہل لوگوں نے کوشش کی تھی کہ موزوں اختتام کی خاطر کچھ اور آیات شامل کی جائیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اصلی نسخہ قطع و برید ہو گیا تھا اور یوں آخری آیات گم ہو گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ممکن یہ ہے کہ جب لکھتے لکھتے مُقدّس مرقس بیان یہاں تک پہنچا تو کوئی حارج ہو گیا تھا۔ شاید ایذارسانی کے کسی معاملہ کے سبب وہ یک لخت رُک گیا اور پھر شاید اُسے کبھی ختم کرنے کا موقع نہ ملا۔ تاہم یہ آخری آیات مُقدّس مرقس کے علم سے ہیں اور کلیسیا انہیں اس نوشتہ کا حقیقی جزو تسلیم کرتی ہے۔

مُقدّس متّی

مُقدّس متّی وہ محصول لینے والا تھا جسے خداوند مسیح نے اپنے پیچھے ہو لینے کو بُلایا (متّی ۹: ۹) اور نئے عہد نامہ میں اُس کے متعلق ہمیں کچھ پتہ نہیں ملتا سوائے اس کے کہ اُس کا نام رسولوں کی فہرستوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن کلیسیائی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے انجیل لکھی۔ دورِ حاضرہ کے محققین علما کا خیال ہے کہ مُقدّس متّی کے لئے اس انجیل کو موجودہ صورت میں آپ ہی لکھنا ناممکن تھا۔ شاید ان کا خیال درست ہو لیکن اس مقام پر ان کے دلائل پر غور کرنا ہمارے لئے بے معنی کوفت ہو گی۔ لہٰذا ہم بغرضِ سہولت متّی کی انجیل کے مصنف کو مُقدّس متّی ہی قرار دیں گے۔

مُقدّس متّی نے مرقس کی انجیل پڑھی۔ لیکن اُس نے محسوس کیا کہ مرقس میں ساری باتیں نہیں پائی جاتیں، جن کی کلیسیا کو اپنے بچوں کی تربیت کے لئے ضرورت ہے۔ مُقدّس مرقس نے مسیح کی تعلیم کے بارے میں بہت کم بیان کیا ہے اور اُس کی پیدائش کے بارے میں تو بالکل ہی کچھ نہیں بتایا۔ مُقدّس مرقس ایک اور کتاب کو بھی جانتا تھا جس میں وہ ساری باتیں پائی جاتی تھیں، جنہیں مُقدّس مرقس نے نظرانداز کر دیا تھا یعنی یسوع کے مقولوں کا مجموعہ (ہم اس مجموعے کو عام طور پر کیو (Q) کا نام دیتے ہیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مقولوں کا یہی مجموعہ مُقدّس متّی کی اصلی تصنیف تھی۔ مُقدّس متّی کے پاس مسیح کی پیدائش کا بیان بھی تھا اور کئی اور باتیں جو اُس نے جمع کر رکھی تھیں۔ مُقدّس مرقس نے تو گویا روم کی کلیسیا کے لئے ایک مشنری دستاویز لکھی اور یہ ایسی کلیسیا تھی جس کے شرکاء بیشتر غیر یہودیوں میں سے تھے اور جو دار الخلافہ میں غیر یہودی ماحول

ہی رہتے تھے۔ برعکس اس کے مُقدس متی مسیحی زندگی میں ایک ایسی کلیسیا تعمیر کرنا چاہتا تھا جو زیادہ تر یہودی عنصر کار پر مشتمل تھی اور جو ہنوز ایسے ملک میں آباد تھے (غالباً شام اور فلسطین) جہاں یہودی اور شامی فضا برسرِاقتدار تھی۔ ان دو انجیلوں کا فرق سمجھنے کے لئے ذیل کی باتوں کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

اوّل:۔ مقدس متی نے مرقس کی مانند محسوس کیا کہ انجیل کا مرکز صلیب اور جی اُٹھنا ہے چنانچہ اس مضمون پر اُس نے اپنی کتاب کا بڑا حصہ صرف کیا ہے (ابواب ۲۶ - ۲۸) اس حصے میں وُہ مرقس کی پُوری پُوری پیروی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر اسی کے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔ بعض دفعہ وُہ اپنی طرزِ تحریر بھی بنا کر لیتا ہے اور اکثر مرقس کے بیانات کو مختصر بھی کر ڈالتا ہے اور بعض دفعہ مرقس کے بیان میں ان باتوں کا اضافہ بھی کر دیتا ہے جو اُس نے دیگر ذرائع سے حاصل کر رکھی تھیں۔

دوم:۔ انجیل کے شروع میں مقدس متی نے مسیح کا نسب نامہ اور اُس کی ولادت و لڑکپن کی کہانی رکھی ہے اور یہ معلومات خیال کیا جا سکتا ہے کہ اُسے خداوند مسیح کے بھائیوں کی وساطت سے یُوسف سے حاصل ہوئی تھیں۔

انجیل کے شروع اور آخری حصہ کو ترتیب دینا یقیناً آسان کام تھا لیکن درمیانی حصہ مرتب کرنے میں کئی دقتیں پیش آئیں کیونکہ مصنف کو مرقس کی باتوں کے ساتھ مسیح کی تعلیمات اور دیگر معلومات ......
سے ملانا تھا کہ جب کلیسیائی اُستاد اس کتاب کو استعمال کریں تو یہ مفید ثابت ہو۔ خوش قسمتی سے مقدس متی پیدائشی اُستاد تھا جس میں توازن اور ترتیب کا جذبہ مادہ تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں اُس نے اپنی مہارت کا خوب استعمال کیا ہے۔ اُس نے محسوس کیا

کہ جیسے مُوسیٰ نے اپنی تعلیمات کو پانچ کُتب میں تقسیم کیا اور داؤد کے زبُور بھی حصّوں میں منقسم ہیں، اسی طرح ان کے بڑے جانشین کی تعلیمات کو پانچ مواعظات میں جمع کرنا نہایت مناسب ہوگا۔ ان میں سے ہر وعظ سے پہلے اُس نے تھوڑا تھوڑا بیان دیا ہے جو زیادہ تر مرقس سے لیا گیا ہے اور یوں اُس نے شریعت اور زبُور کی کُتب کی مانند انجیل کو پانچ حصّوں یا کتابوں میں بانٹ دیا ہے۔ اگر آپ اپنی بائبل میں ذیل کے پانچ حصّوں کو نوٹ کر لیں تو مطالعہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔

۱۔ نسب نامہ۔ پیدائش اور لڑکپن	ابواب ۱ - ۲
۲۔ پہلے حصے کا تمہیدی بیان	" ۳ - ۴
پہاڑی وعظ	" ۵ - ۷
۳۔ دُوسرے حصے کا تمہیدی بیان	" ۸:۱ - ۱۰:۵
رسُولوں کے لئے وعظ	" ۱۰:۵ - ۱۱:۱
۴۔ تیسرے حصے کا تمہیدی بیان	" ۱۱:۲ - ۱۳:۲
تمثیلات	" ۱۳:۳ - ۵۳
۵۔ چوتھے حصے کا تمہیدی بیان	" ۱۳:۵۴ - ۱۸:۲
بچّوں کے متعلق وعظ	" ۱۸:۳ - ۱۹:۱
۶۔ پانچویں حصے کا تمہیدی بیان	" ۱۹ - ۲۳
آخری باتوں کے بارے میں وعظ	" ۲۴:۱ - ۲۶:۱
۷۔ انجیل کا مرکز	" ۲۶ - ۲۸

آپ دیکھیں گے کہ ہر وعظ کے اختتام پر تقریباً ایک ہی طرح کے الفاظ آتے ہیں جیسے کہ "جب یسُوع یہ سب باتیں ختم کر چکا تو ایسا ہُوا" اور

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ جہاں کہیں پرانے عہد نامہ کی کوئی پیشین گوئی پوری ہوتی ہے وہاں مُقدّس متّی بڑی احتیاط کے ساتھ اس کا حوالہ دیتا ہے۔

مُقدّس متّی کی انجیل اپنی بہترین ترتیب کے سبب سے ایک مسیحی اُستاد کے لئے سب سے زیادہ مُفید کتاب ہے اَور یہ انجیل مُسلمانوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی انجیل کے ابتدائی قارئین کی مانند سامی اصل سے ہیں۔ چنانچہ مُسلمان نَو مسیحیوں کو مرقس کی انجیل سے پہلے متّی کی انجیل دینی چاہیئے کیونکہ مرقس کی انجیل کا پہلا ہی جملہ یعنی "یسُوع مسیح ابنِ خُدا" ان کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے، جب تک کہ ان کو تفصیلاً سمجھایا نہ جائے اَور برعکس اس کے متّی کے شروع کا نسب نامہ جو ابرہام تک جاتا ہے اُنہیں پسند آتا ہے کیونکہ وہ بھی ابرہام کی تعظیم کرتے ہیں۔

مُقدّس لُوقا مُقدّس لُوقا تیسری انجیل اَور رسُولوں کے اعمال کا مُصنّف ہے۔ وہ مُقدّس مرقس کی مانند مُقدّس پولُس کا ساتھی تھا اَور اُس کے سفروں میں اُس کا ہم سفر رہا تھا۔ جب کبھی وہ پولُس کے سفروں میں اُس کے ساتھ ہونے کا بیان کرتا ہے تو جمع کی ضمانت سے وہ صیغہ متکلم استعمال کرتا ہے۔ مُقدّس پولُس بھی اپنے خطوط میں تین بار اس کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ رُوم میں لُوقا پولُس کے ساتھ تھا جبکہ اُس نے کلسیوں اَور فلیمون کو خط لکھے۔ وہ اُسے پیارا طبیب کہہ کر پُکارتا ہے (کلسی ۴: ۱۴)۔ لُوقا اس وقت بھی پولُس کے ساتھ تھا جب اُسے سب چھوڑ کر چلے گئے اَور جبکہ اُس نے اپنا آخری خط جو تیمتھیس کے نام دُوسرا خط تھا، لکھا (۴: ۱۱)۔ لُوقا پیدائشی طور پر غیر یہودی تھا اَور بلحاظ تعلیم و تمدن وہ یُونانی تھا۔ زبان دانی میں قابل اَور تحریر میں ایسا ہی ماہر تھا جیسا کہ طب میں۔ چونکہ ان متعدد

کے سفروں میں اُسے ہر طرح کے مسیحیوں سے واسطہ پڑا، لہٰذا اُسے اپنی کتاب کے لئے مواد جمع کرنے کے بہت مواقع ملے۔

وہ اپنی انجیل کے شروع میں ہی ہمیں بتا دیتا ہے کہ اُس نے یہ کتاب کیسے لکھی؟ ایک شخص بنام تھیُفِلس جو صاحبِ رُتبہ تھا، اَور ایمان لے آیا تھا، اُسے اپنے ایمان کی مضبُوطی کے لئے مزید تعلیم کی ضرورت تھی، چنانچہ اُس کی اس ضرورت کو پُورا کرنے کے لئے مُقدّس لُوقا نے یہ انجیل لکھی اَور گویا یہ کتاب سب کو بھاتی ہے تاہم ایک مہذب اَور عالم شخص کے لئے خاص طور پر دلکش ہے۔ کیونکہ یہ کتاب نہ صرف فنّی سلیقے سے تالیف ہُوئی بلکہ اس میں یہ خیال بھی رکھا گیا ہے کہ ہر بات مُستند ہو اَور ہر بیان حقیقی ہو۔ "لُوقا نے سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے لکھا" (۱: ۳)۔

اس تمہیدی پیرے میں مُقدّس لُوقا یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس سے پہلے بھی بہتوں نے ایسے بیانات لکھنے کی کوشش کی ہے اَور یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ باتیں مکمل طور پر تسلی بخش نہ تھیں بالخصوص ترتیب کے لحاظ سے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ مُقدّس مرقس کی انجیل کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن یہ ممکن نہیں کیونکہ یہی انجیل اُس کے ینابیع میں سے تھی۔ (ہو سکتا ہے کہ لُوقا نے مرقس سے پہلے لکھی ہو تو اس حالت میں اس کا منبعِ معلومات خود مُقدّس پطرس تھا۔ مرقس کی مانند لُوقا نے بھی انجیل کی کہانی مُقدّس پطرس کی زبانی سُن رکھی تھی) اَور وہ نہ صرف اس کا ایک بڑا حصّہ دُہراتا ہے بلکہ وہ اپنے تواریخی خاکہ کو بھی اس پر قائم رکھتا ہے اَور وہ مسیح کے بہت سے مقولے جانتا تھا جو متّی نے تحریر کئے ہیں

بعض عالم یہ خیال کرتے ہیں کہ مقدس لُوقا نے بھی متی کا اصل نُسخہ بنام لوگیہ ہی بطور منبع معلومات استعمال کیا تھا۔ لُوقا کے پاس اِن کے علاوہ بھی معلومات کے وسائل تھے جن میں سے ایک شاید مبارک کنواری مریم خود تھی کیونکہ پہلے اور دوسرے ابواب کی باتیں سوائے مقدسہ مریم کے اور کوئی بتا نہیں سکتا تھا۔

گو لُوقا نے بیشتر وہی مواد استعمال کیا ہے جو مقدس متی نے کیا ہے تاہم اس کا طریقہ ترتیب فرق ہے۔ مقدس متی نے اپنے ینابیع کو اختصار کے ساتھ یوں ترتیب دیا کہ اس کی انجیل تعلیم دینے اور جماعتی طور پر پڑھنے کے لئے آسان ہو۔ لہٰذا وہ واقعات کو بالترتیب پیش کرتا ہے گویا وہ واقعات کو جیسے کہ وہ وقوع میں آئے بیان کرتا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ واقعات خدا کے ازلی ارادے کے مطابق تھے۔ لہٰذا اس کی ترتیب تواریخی ہے۔ لُوقا کی یہ کتاب گو مرقس اور دیگر ینابیع کے مواد سے بنی ہے تاہم یہ بالکل نئی چیز ہے جس میں مصنف کے خیالات اور اُس کی ادبی انشا پردازی کی مہارت ہر سطر سے ظاہر ہوتی ہے جب ہم اعمال کی کتاب پڑھتے ہیں تو یہ بات خاص طور سے نظر آتی ہے کہ اُسے تحریر کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرنے کا عجیب ملکہ حاصل تھا اور جو اختصار میں مضمون اور نوٹ دینے کا طرز بیان بھی مفقود نہیں ہوتے۔ اس کی خوبی کی مثالیں انجیل میں بھی ہیں مثلاً یوحنا بپتسمہ دینے والے کی منادی (۳: ۷ - ۱۰) ناصرت میں مسیح کا وعظ (۴: ۱۶ - ۲۷) اور شاگردوں کو وعظ (۶: ۲۰ - ۲۹)۔

اگر آپ مقدس مرقس کی انجیل کی ترتیب سے واقف ہیں تو آپ کو

لُوقا کی انجیل کا خاکہ سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ مندرجہ ذیل خاکہ میں جو نمبر خط وحدانیوں میں دیئے گئے ہیں وہ مقدس مرقس کی انجیل کے خاکہ کے متوازی ہیں۔ ہم زیادہ تر وہ باتیں ظاہر کرنے سے تعلق رکھیں گے جن کا مقدس لُوقا اپنے ینابیع سے اضافہ کرتا ہے۔

تمہید۔ (۱: ۱ - ۴) جو کہ نفیس نثر میں لکھی ہوئی ہے اور انجیل کی اصل اور غرض بیان کرتی ہے۔ پہلے دو ابواب کا باقی حصہ عہد عتیق کا طرز تحریر یاد دلاتا ہے۔ شاید مقدس لُوقا کسی عبرانی یا ارامی نسخہ سے ترجمہ کر رہا تھا لیکن وہ اس کیفیت کو بڑی مہارت سے پیش کرتا ہے۔ اس میں ہمارے خداوند یسوع مسیح اور اُس کے پیشرو کی پیدائش کی داستان ہمیں خاص طور سے مرغوب ہیں کیونکہ ان میں کلیسیا کے بڑے خزانے یعنی مریم، زکریا اور شمعون کے گیت پائے جاتے ہیں۔

(ا) تیسرے باب میں لُوقا وہ باتیں بیان کرتا ہے جن سے کہ مقدس مرقس اپنی انجیل کی ابتدا کرتا ہے یعنی یسوع مسیح کا بپتسمہ۔ لیکن اس حصہ میں لُوقا کافی اضافہ کرتا ہے چونکہ وہ مؤرخ تھا اس لئے وہ سن اور تواریخی پس منظر کے خاکہ سے شروع کرتا ہے (۱ - ۲) پھر نفیس خلاصہ میں وہ دکھاتا ہے کہ کس طرح مقدس یوحنا نے تمام طبقات کے لوگوں کے سامنے منادی کی (۷ - ۱۴) وہ خداوند مسیح کا نسب نامہ آدم تک درج کرتا ہے (۲۳ - ۳۸) اُس کی آزمائش کا مفصل ذکر کرتا ہے (۴: ۱ - ۱۳) اور یہ پہلا حصہ ہمیں بتاتا ہے کہ کس طرح مقدس لُوقا نے اپنی انجیل لکھنے میں مختلف ذرائع جمع کر کے اُسے ترتیب وار رکھا۔

(ب) شاگردوں کو بلانے کی کہانی کچھ فرق طرح سے بتائی گئی ہے

اور پہلے معجزات کے بعد رکھی گئی ہے (۵: ۱-۱۱) اور یہ ایک ایسا حصّہ ہے، جہاں مختلف اناجیل کے بیانوں میں مطابقت پیدا کرنا مشکل ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مقدس لوقا ایک بڑا محتاط محرّر تھا لہٰذا اُس نے مُناسب سند کے بغیر۔ فرق نہ ڈالا ہوگا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دونوں بیانات بہت مختلف ہیں اور اگر ہمیں پورے پورے حالات معلوم ہوتے تو یہ مشکل دور ہو جاتی۔ ناصرت میں نامقبول ہونے کی کہانی اس حصے کے شروع میں لائی گئی ہے اور اس واقعہ کو خوب نمایاں دکھایا گیا ہے (۴: ۱۶-۳۰) اگر دونوں انجیلوں کا اس بیان سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ مقدس لوقا کا منبعِ علم مرقس کی انجیل نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔

(ج) رسولوں کا تقرر:۔ لوقا اور مرقس میں ایک جیسا ہے لیکن لوقا اس بیان سے پہلے تمہید کے طور پر خداوند کی دُعائیہ رات کا ذکر کرتا ہے۔ (۶: ۱۲-۱۶) اور لوقا میں یہ خاصہ ہے کہ وہ دُعائیہ سلسلہ میں خداوند کے نمونہ اور تعلیم کی طرف خاص توجہ دلاتا ہے اس کے بعد بھیڑ کے جمع ہونے کا بیان آتا ہے اور پھر ایک وعظ مذکور ہے جو کئی صورتوں میں متی کے پہاڑی وعظ سے ملتا جلتا ہے (۶: ۱۷-۴۹) لیکن جہاں کہ متی اپنے پہاڑی وعظ میں مسیح کی بہت سی ایسی تعلیمات بھی شامل کر لیتا ہے جو اُس نے کئی اور موقعوں پر دیں تاکہ مسیح کی اخلاقی تعلیمات کا خلاصہ بن جائے تو وہاں لوقا اعمال کی مشہور تقریرات کی مانند ہمیں صرف انہیں باتوں کا خلاصہ دیتا ہے جو مسیح نے شاگردوں سے اُس وقت کہیں۔ اس وعظ کے بعد لوقا کئی ایک ایسے واقعات کا ذکر کرتا ہے جو مرقس میں موجود نہیں لیکن مسیح کی خدمت کے اس وقت سے متعلق ہیں (۷-۸: ۳) یہاں لوقا کا ایک اور

خاصہ نظر آتا ہے کہ وہ داستانِ انجیل میں عورتوں کے حصّہ کو نمایاں بیان کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ان سے بڑی ہمدردی ہے (۸: ۲) میں وہ پھر مرقس کو اپنا منبعِ علم بناتا ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وہ ناصرت میں نامقبول ہونے کی کہانی کو اس حصّہ کے آخر میں نہیں لاتا کیونکہ وہ اسے شروع میں بیان کر آیا ہے۔

(د) نواں باب:۔ بارہ رسولوں کے بھیجے جانے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد کے حصّہ میں وہ ہیرودیس کی دلچسپی کا ذکر کرتا ہے (۷-۹) اور پانچ ہزار کو کھلانے کا (۱۰-۱۷) لیکن باقی باتیں جو مرقس میں مذکور ہیں، چھوڑ دی گئی ہیں اور آج تک کوئی بھی معقول طور پر نہیں بتا سکا کہ مقدس لوقا نے کیوں اتنی باتیں چھوڑ دی ہیں۔ انجیل میں کئی ایسی باتیں ہیں جن کی تشریح کرنا مشکل ہے کہ اگر ہمیں ان حالات کا پتہ ہو جن کے ماتحت وہ لکھی گئیں تو شاید سب کچھ صاف سمجھ میں آ جائے۔

(ہ) مقدس پطرس کا اقرار:۔ (۹: ۲۰) کے بعد لوقا نے وہی واقعات پیش کئے ہیں جو مرقس میں ہیں لیکن ۵۱ آیت پر پہنچ کر لوقا ایک طویل حصّہ ایسا شامل کر لیتا ہے جو اُس کے غیر مرقسی ینابیع سے ماخوذ ہے (۹: ۵۱-۱۸: ۱۴) اور ان سارے واقعات کو مسیح کے یروشلم کے سفر کے سلسلہ میں لایا گیا ہے جس کا کہ اکثر ذکر کیا گیا ہے (۹: ۵۱، ۵۷؛ ۱۰: ۳۸؛ ۱۳: ۲۲؛ ۱۷: ۱۱؛ ۱۹: ۲۸) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقدس لوقا نے وہ سارے واقعات اور تعلیمات جو اور کسی تاریخی واقعہ سے منسلک نہ تھیں، اور جو غالباً مسیح کی خدمتی زندگی کے کسی اور دور سے متعلق نہ تھیں، جمع کر کے اس سفر کی داستان میں رکھ دی ہیں۔ یہ حصّہ بڑا قیمتی حصّہ ہے جس میں ایسے

بہت سے واقعات اور تعلیمات ہیں جو اور کہیں مذکور نہیں ۔ جب آپ اس حصّہ کو پڑھتے ہیں تو آپ کو اس انجیل نویس کا ایک اور خاصہ نظر آئے گا کہ وہ گنہگاروں کا بڑا ہمدرد ہے ۔ ۱۸: ۱۵ میں وہ دوبارہ مُقدّس مرقس کا سلسلہ اختیار کرتا ہے ۔ لیکن اس حصّہ کو ختم کرنے سے پہلے وہ اپنے ینابیع سے ایک واقعہ اور ایک تمثیل کا اضافہ کرتا ہے (۱۹: ۱ - ۲۸)۔

اس باب ہم انجیل کے مرکز پر پہنچتے ہیں ۔ یعنی آخری ہفتہ کا بیان ۔ اس حصّہ میں لُوقا مرقس کی متابعت کرتا ہے لیکن اتنی نہیں جتنی کہ متی کرتا ہے کیونکہ مقدس لُوقا کے اور بھی ینابیع ہیں جن کے برتے پر وہ کئی ایک باتوں کا اضافہ کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مُقدّس لُوقا نے مسیح کے دُکھ اور جی اُٹھنے کی کہانی اس انداز سے تحریر کی ہے کہ اس کا بیان ایک خاص نکتہ نگاہ سے بالکل نیا معلوم ہوتا ہے ۔ یہ انجیل صعود کے مختصر بیان کے ساتھ ختم ہوتی ہے ۔ جیسے کہ اعمال کے پہلے باب میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے ۔

مُقدّس یُوحنا

مُقدّس یُوحنا باقی تمام رسُولوں کے بعد تک زندہ رہ کر فوت ہوا ۔ اُس نے ایک طویل عرصہ تک تعلیم تو دی، لیکن کچھ نہ لکھا ۔ دیگر اناجیل ضبطِ تحریر میں آ کر کلیسیا میں رائج ہو چکی تھیں یقیناً وہ مرقس اور لُوقا کی اناجیل سے واقف تھا اور غالباً متی سے بھی ۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ کتب اچھی ہیں اور ان کی باتوں کو پھر سے لکھنے کی خاص ضرورت نہیں ۔ بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کا بیان ان میں نہیں آیا تھا ۔ لیکن وہ یُوحنا کے ذہن میں موجود تھیں تاہم مقدس یُوحنا نے اپنی انجیل محض اناجیل کی تکمیل کی غرض سے تحریر نہیں کی بلکہ اُس کے سامنے ایک اور

بڑا مقصد تھا ۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اُس کے دل پر اس بات کا بڑا بوجھ تھا کہ کلیسیا میں بہت سے جھوٹے اُستاد پیدا ہو گئے تھے جو لوگوں کی تعلیم کو جھٹلانے کی غرض سے عجیب قسم کا علم معرفت اور تصوّف سکھلانے لگے تھے ، جس میں خدا کے بیٹے کے تجسّم کا انکار پایا جاتا تھا ۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اُس نے اپنا پہلا خط لکھا اور چاہیئے کہ آپ بھی انجیل کو پہلے خط کے ساتھ ساتھ پڑھیں لہٰذا مُقدّس یُوحنا نے اپنی انجیل اس انداز میں لکھی کہ اُس کے پڑھنے والے غلط تعلیمات اور مسیحی تعلیمات میں امتیاز کر سکیں ۔ چنانچہ اُس نے اپنی انجیل کے لکھنے کا مقصد بڑی صفائی سے یُوں بیان کیا ہے ۔ "لیکن یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسُوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اُس کے نام سے زندگی پاؤ"۔ (یُوحنا ۲۰: ۳۱)

مُقدّس مرقس نے اپنی انجیل کا آغاز یُوحنا بپتسمہ دینے والے کی منادی سے کیا ہے ۔ مُقدّس لُوقا نے مسیح کی پیدائش سے اور متی نے مسیح کے ابرہامی نسب سے لیکن مُقدّس یُوحنا بہت دُور پیچھے چلا جاتا ہے اور جہاں سے پرانا عہدنامہ شروع ہوتا ہے ۔ وہاں سے ابتدا کرتا ہے چنانچہ لکھتا ہے "ابتدا میں کلام تھا" (کلام ایک یُونانی فلسفہ کی اصطلاح ہے لیکن جب یُوحنا اسے استعمال کرتا ہے تو وہ ازروئے فلسفہ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتا لیکن اُن معنوں میں استعمال کرتا ہے جن میں کہ پرانے عہدنامہ میں خُدا نے اپنے کلمہ سے دُنیا کو خلق کیا اور پھر نبیوں کو اپنا کلام دے کر اپنے آپ کو ظاہر کیا اور یوں وہ کلمہ یا کلام کو بطور شخص پیش کرتا ہے اور پھر باپ اور بیٹے کا باہمی پیار اور رشتہ دکھلانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ کلمہ یا کلام یسُوع مسیح میں مجسّم ہوا ۔ مسیح کی زمینی زندگی خدا کی ابدی زندگی پر ہمارے بیان کی گئی ہے ۔ یہ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا"۔ پھر تجسّم کی حقیقت کو بڑے صاف

لفظوں میں پیش کیا ہے "اور کلام مجسم ہُوا اور ہمارے درمیان رہا" اس نفیس تمہید کے بعد مقدس یُوحنّا یہ بیان کرتا ہے کہ مسیح کا جلال انسانوں پر کس طرح ظاہر ہُوا۔ وُہ فرض کر لیتا ہے کہ اُس کے قارئین دیگر اناجیل کے بیانات سے واقف ہیں۔ لہٰذا وُہ اپنی یادداشت سے نئی باتیں تحریر کرتا ہے۔ وُہ شاید سینکڑوں اَور باتیں بتا سکتا تھا (۲۱: ۲۵) لیکن اُس نے اِن چند خاص باتوں پر ہی اکتفا کیا، کیونکہ انہی سے اُس کا بڑا مضمون یعنی مسیح کے جلال کا ظہور اَور لوگوں کا ایمان یا "بے ایمانی" ظاہر ہو جاتا ہے۔ وُہ مسیح کے صرف سات عجیب کام تحریر کرتا ہے اَور اُن کو معجزے نہیں بلکہ نشان کہتا ہے جن میں سے ہر ایک اُس کے جلال کے ایک خاص پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔

دُوسری اناجیل کی مانند یُوحنّا کی انجیل کا مرکز بھی مسیح کی موت اَور جی اُٹھنا ہے (ابواب ۱۰-۲۰)۔ آخری باب جیسا کہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے بعد میں بڑھایا گیا تھا تاکہ وُہ بات جو تشریح طلب ہے صاف ہو جائے۔ انجیل کا بڑا حصّہ دو جُدا جُدا حصّوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ پہلا (۱: ۱۹-۱۲: ۵۰) مسیح اپنے آپ کو دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہُودی اُسے رَد کرتے ہیں اَور شاگرد اُسے قبول کرتے ہیں اَور یوں ایمان اَور بے ایمانی پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ دُوسرے حصّہ میں آخری فسح کے موقعہ پر طویل گفتگو کے ذریعے مسیح اپنے آپ کو صرف شاگردوں پر ظاہر کرتا ہے (ابواب ۱۳-۱۷)۔

مقدس یُوحنّا کی انجیل اَور دیگر اناجیل میں بہت سی فرق کی باتیں ہیں جو سرسری نظر میں نظر آ جاتی ہیں۔ لہٰذا اِن ہی فرق کی باتوں کی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقدس یُوحنّا کی انجیل میں مسیح کی زندگی کا اصلی تواریخی بیان

نہیں۔ لیکن ان فرق کی باتوں کی حقیقت میں معقول تشریح ہے۔ سب سے بڑا اَور نمایاں فرق یہ ہے کہ آخری ہفتہ میں یروشلیم جانے تک مسیح کی زندگی کے سارے واقعات پہلی تین اناجیل کے مطابق گلیل اَور اُس کے قُرب و جوار کے دیہاتی علاقہ میں واقع ہوتے ہیں لیکن یُوحنّا کی انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کئی بار اِس سے پہلے بھی یروشلیم میں گیا اَور بہت سے واقعات یروشلیم میں رُونما ہُوئے۔ اِس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تین مصنفین مسیح کی تمام تعلیم، معجزات اَور رسُولوں کی تربیت میں دلچسپی رکھتے ہیں اَور یہ سارے کام بیشتر علاقہ گلیل میں ہُوئے لیکن یُوحنّا کی دلچسپی مسیح کے اِن دعاوی میں ہے جو اُس نے یہُودیوں کے سامنے پیش کئے اَور اُس بحث و تکرار میں تھی جو اِن دعاوی کی بنا پر یہُودی اُستادوں سے ہُوئی اَور یہ بیشتر یہُودیہ کے مرکز یروشلیم اَور بالخصُوص ہیکل میں ہُوا۔ اِس سے ایک اَور فرق کی تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ مقدس یُوحنّا کی انجیل میں دُوسری اناجیل کے برعکس مسیح کی تعلیمات مختصر مقولوں اَور تمثیلوں کی بجائے طویل اَور مدلل مکالموں میں ہے اَور جیسے سامعین ہیں ویسا ہی طرزِ تکلم بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر رسُولوں کو اپنی مشنری تبلیغ کے دوران کوئی ایسا وقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ خُداوند کی زندگی کے اس پہلو کو بیان کرتے لیکن مُقدس یُوحنّا نے محسُوس کیا کہ یہ باتیں اب جبکہ جھُوٹے اُستادوں نے کلیسیا کو پریشان کر رکھا ہے مُفید ثابت ہوں گی۔

ایک اَور نکتہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے جو کہ اس انجیل کے مُستند ہونے پر ایک مضبُوط دلیل ہے۔ وُہ کلیسیا جو تیس سال یا اس سے زائد عرصہ سے پہلی تین انجیلوں کو رسُولی سند مانتی آ رہی تھی چوتھی انجیل کو اِن فرقوں کے سبب کبھی مُستند نہ مانتی جب تک کہ یہ کسی رسُول سے نہ آتی اَور یہ دلیل

اور بھی معقول نظر آتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ انجیل اِن غلط فہمیوں کی تصحیح کرتی ہے جو دیگر تین اناجیل سے پیدا ہو چکی تھیں مثلاً ہیکل کو صاف کرنا مسیح کے خدمتی زمانہ کے شروع میں رکھا گیا ہے (۲: ۱۳-۱۶) آخری عشاء فسح کی شام کو ہوئی نہ کہ صرف فسح کے دِن (۱۳: ۱) کائفا کے سامنے پیش ہونے سے پیشتر، وُہ حنّا کے سامنے بھی پیش کیا گیا (۱۸: ۱۳) اب یہ ایسے واقعات ہیں جو ایک رسُول ہی بیان کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔

اِن کے علاوہ اَور کئی معقول اسباب ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ یُوحنّا اس انجیل کا مُصنّف ہے۔ اس انجیل کا مُصنّف یقینی طور پر یہُودی ہے جو مُلک فلسطین سے بخُوبی واقف تھا اَور بالخصُوص یروشلم کو اُس کی تباہی سے پہلے خُوب جانتا تھا (کیونکہ ۷۰ عیسوی میں یروشلم پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ ہیکل کو جلا دیا گیا تھا اَور یہُودی آزادی کا خاتمہ کر دیا گیا تھا) مُصنّف کی تحریر سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ وُہ بیان کرتا ہے اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اَور کانوں سے سُنا ہے یعنی یہ واضح ہے کہ وُہ مسیح کا شاگرد تھا۔ وُہ بڑے شاگردوں میں سے یُوحنّا کا نام ہے کہ اُس کا ذکر نہیں کرتا بلکہ صرف اشارتاً کہتا ہے کہ وُہ شاگرد جسے یسُوع عزیز رکھتا تھا (۱۳: ۲۳) قُدرتی بات یہ معلُوم ہوتی ہے کہ وُہ کسرِ نفسی سے اپنا یُوں ذکر کرتا ہے۔ آخر میں معلُوم ہوتا ہے کہ کسی ایسے شخص نے لکھی ہے جو اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ انجیل اسی شاگرد نے لکھی ہے اَور جو کچھ اُس نے لکھا ہے، صحیح ہے:-

انجیل کی اندرونی سند اَور کلیسیا کی متواتر روایت ہمیں قائل کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ عجیب و غریب کتاب مُقدّس یُوحنّا نے لکھی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اچھے اچھے عالم ہمارے ساتھ اس بات میں متفق نہیں لیکن ہم

جانتے ہیں کہ یہ اِن کے کسی تعصب کے سبب سے ہے جسے ثابت کرنا تو غیر اوقات ہوگا۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ فی الحقیقت یُوحنّا اس کا مُصنّف ہے۔

دُوسرا حصّہ

رسُولوں کے اعمال کا زمانہ

چوتھا باب

پس منظر

اناجیل کے پس منظر کا جو خلاصہ ہم پچھلے اوراق میں دے آئے ہیں ہمیں یہ صاف بتاتا ہے کہ رسُولوں کے اعمال کی کتاب کو سمجھنے کے لئے اس سے بھی کہیں زیادہ پس منظر کے علم کی ضرورت ہے۔ اناجیل کا پس منظر فلسطین تھا۔ اُور اس کے باہر ہمیں باقی وسیع دُنیا کا خیال تک بھی نہ تھا لیکن اعمال کی کتاب کے ساتھ ہی ہماری دُنیا بھی وسیع ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کا پس منظر رُومی سلطنت ہے۔ مُقدس لُوقا کی باتوں کو پُورے طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں تین باتوں کو جاننا چاہیئے۔

(ا) اس قدیم دُنیا کی سب سے بڑی سیاسی تنظیم۔
(ب) یُونانی تمدّن
(ج) یہُودیوں کا تتر بتر ہونا۔

اس کتاب کے مطالعہ کے لئے آپ کے پاس رُومی سلطنت کا نقشہ ہونا چاہیئے یا بحیرۂ رُوم کے خطہ کا موجودہ زمانہ کا نقشہ، جس میں قدرتی حدود حال دکھائے گئے ہوں مگر اس کو استعمال کرتے وقت یہ ضرور یاد رکھیں کہ

بہت سے نام اب بدل چکے ہیں۔

۱۔ **رُومی سلطنت**:۔ ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اطالیہ کا شہر رُوما کیسے آباد ہُوا۔ بڑھا اُور رفتہ رفتہ وُہ کس طرح پھیلتے پھیلتے بحیرۂ رُوم کے ممالک اور کئی اس سے بھی دُور کے ممالک پر چھا گیا۔ یہ ایک بڑا دلچسپ اُور مُفید تاریخی مطالعہ ہے۔ مُقدس پولُس کے زمانہ تک رُوما نے فتوحات کے کام کا بیشتر حصہ ختم کر لیا تھا اُور بحیرۂ رُوم کے ممالک صُوبہ داروں کے ماتحت صُوبوں میں مُنقسم ہو چُکے تھے، جو سب کے سب قیصرِ رُوم کے ماتحت تھے۔ یہُودیہ کے علاوہ بہُت سے ممالک رُومی حکُومت سے مطمئن تھے، کیونکہ اس حکُومت سے اُنہیں بہُت سے فوائد حاصل تھے۔ جہاں جنگ و جدل رہتا تھا وہاں امن اُور چین تھا جہاں بے انصافی تھی وہاں اب عدل و انصاف تھا کیونکہ رُومی قانُون کے پابند تھے۔ آمد و رفت کے ذرائع سہل اُور کافی ہو گئے تھے۔ سمندری اُور بری راستے ڈاکوؤں اُور لٹیروں سے صاف کر دیئے گئے تھے، معقُول سکّہ رائج کیا گیا تھا۔ ان سب چیزوں کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تجارت فروغ پا گئی۔ جو لوگ شہروں میں آباد تھے، اُن کے لئے ہر قسم کا سامانِ عیش مہیا تھا یعنی خُوبصُورت بازار اُور کوچے، پبلک ہال اُور غسل خانے وغیرہ موجود تھے۔ ہر شہر میں خاص تماشا گاہیں بنائی گئیں تھیں جہاں لوگ بیٹھ کر کھیلیں، دوڑیں اُور دیگر تفننِ طبع کے تماشے دیکھتے تھے۔ مثلاً دو آدمیوں کا تلواروں سے لڑنا حتیٰ کہ ایک مر جائے۔ سکُول اُور دیگر تعلیمی ادارے بھی ترقی پر تھے۔ رُومی سارے مذاہب سے رواداری کے ساتھ پیش آتے تھے، سوائے اس کے کہ ظاہری طور قیصر کی پرستش کو تسلیم کیا جائے اُور یہ بات نئے عہد نامہ کے زمانہ میں رُومت

سے رائج ہو رہی تھی۔ رُومی سلطنت کے عوام اتنے ہی دیوتاؤں کی پُوجا کرتے تھے، جتنوں کی کہ ہندو لوگ کرتے ہیں۔ اس لئے وُہ قیصر کو بھی باقی دیوتاؤں میں شامل کر لینا کوئی بُری بات نہیں سمجھتے تھے لیکن خواندہ لوگ جو فلسفۂ وقت سے واقف تھے وُہ دیویوں اور دیوتاؤں کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر پُوجا پاٹھ میں شامل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن یہُودی لوگ قیصر اور دیوتاؤں کی پوجا کو ہرگز قبُول نہیں کرتے تھے، اور رُومی بڑی دانائی سے یہُودیوں کو مستثنےٰ قرار دیتے تھے اور ان پر قیصر کی پُوجا کے قانون کو عائد نہیں کرتے تھے۔

ایک چیز جس کی رُومی برداشت نہیں کر سکتے تھے یہ تھی کہ مُلک میں کوئی ایسی تنظیم قائم ہو جس سے کسی قسم کی بغاوت یا عوام میں نقصِ امن کا اندیشہ ہو۔ ذرا سے شک پر مشکوک اشخاص کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ چنانچہ مسیحی کلیسیا کی سب سے بڑی فکر یہ ہُوا کرتی تھی کہ کہیں رُومی حکومت کو اُن پر کسی قسم کا شک نہ گزرے کہ یہ جماعت مُفسد ہے اور اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے مُقدس لُوقا نے رسُولوں کے اعمال کی کتاب لکھی۔ اُن صوبوں کے بے شمار لوگوں نے رُومی حکومت کو بلا چون وچرا تمدن زندگی کا اہم حصہ تسلیم کر رکھا تھا، یہاں تک کہ وُہ بلحاظ تمدن رُومی حکومت کو اپنی زندگی کا گہوارہ سمجھتے تھے اور اُسے دُنیا کا مرکز مانتے تھے۔ جو لوگ رُومی حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر تھے اُنہیں وہ غیر مہذب وحشی سمجھتے تھے گو وُہ جانتے تھے کہ ایک مُلک ہندوستان بھی ہے جو تہذیب و تمدن کا دیرینہ مرکز ہے لیکن دُوری کے سبب سے وُہ ہندوستانی تمدن کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔

بعض صُوبہ داروں نے نہ صرف رُوما کی ماتحتی تسلیم کر لی تھی بلکہ وُہ اس حکومت کے پُرجوش معاون تھے۔ چنانچہ رُومیوں نے بھی ایسے صُوبوں کو بلا امتیازِ قوم وملت رُومی شہریت کے حقوق دے رکھے تھے بعض لوگ رُومی شہریت کے حقوق زرِ کثیر ادا کر کے خرید لیتے تھے۔ کیونکہ رُومی شہری خاص استحقاق رکھتے تھے اور افسرانِ حکومت سے عزت پاتے تھے۔ پولُس رسُول کے باپ کو یہ حقوق حاصل تھے اور بعد میں بچوں کو موروثی طور پر میسّر آئے (اعمال ۲۲ : ۲۸) اور اعمال کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ پولُس اس شہریت کی بڑی قدر کرتا ہے۔ یہ اُس کے لئے بہت دفعہ مُفید ثابت ہُوئی۔ وُہ رُومی حکومت کو یہاں تک اچھا جانتا تھا کہ اُسے خُدا کی طرف سے مانتا تھا۔ چنانچہ اپنے مشنری پروگرام میں وُہ رُومی صُوبہ بندی کے مطابق کام کرتا تھا۔ لہٰذا اُس نے اہم شہروں میں کلیسیائیں قائم کیں جو کہ صُوبوں کے صدر مقام اور ضلعوں کے صدر مقام اور شاہراہوں پر واقع تھے اور یہ ایسے مُقامات تھے جہاں سے اردگرد کے علاقوں میں انجیل آسانی سے پھیلائی جا سکتی تھی۔ لہٰذا اگر آپ اعمال کی کتاب کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا چاہتے ہیں تو اِن صُوبوں کے جغرافیہ کا مطالعہ کریں جہاں پولُس نے زیادہ تر کام کیا تھا۔ البتہ ایسا مفصّل مطالعہ کسی تفسیر کے لئے ضروری ہے اور ایسے چھوٹے کتابچہ میں اس کی گنجائش نہیں۔

نہ صرف افراد ہی کو رُومی شہری بنایا جاتا تھا بلکہ شہروں کو بھی رُومی بستی کے حقوق مل سکتے تھے۔ جو شہر رُومی بستی بن جاتے تھے اُنہیں رُوم کی توسیع سمجھا جاتا تھا۔ ایسی بستیوں میں اکثر رُومی فوج

سے منگر روش سپاہیوں کو آباد کیا جاتا تھا اور اِن میں رُوم کا طرزِ حکومت قائم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ فلپی ایک ایسی ہی بستی تھی۔ ایسی بستیاں رُومی بستیاں کہلانے پر فخر کرتیں اور حکومت کی مضبوطی کا باعث ہوتیں۔

یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ تمام باشندوں کو وُہی خوشحالی میسر تھی جو رُومی شہریوں کو حاصل تھی۔ فارغ البال طبقے کے مقابلہ میں غلام بھی موجود تھے۔ جنگی قیدی جو اپنا قرضہ ادا نہ کر سکتے یا جو جرائم کے مرتکب ہوتے غلام بنا کر بیچ دیئے جاتے تھے۔ یہ غلام گائے یا گھوڑے کی مانند اپنے مالک کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ مالک کو حق حاصل تھا کہ اُسے سزا دے، بیچ دے اور جیسا جی چاہے کرے۔ غلام کوئی ملکیت نہیں رکھ سکتا تھا وُہ نہ ہی قانونی طور سے شادی کر سکتا تھا اور اگر کرتا تو اُس کے بچے اُس کے مالک کی ملکیت قرار پاتے اور مالک کو یہ اختیار تھا کہ اُس کے بچوں کو اِدھر اُدھر فروخت کر کے اُس کے خاندان کو منتشر کر دے۔

چنانچہ مُلک میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ چنانچہ گھریلو نوکر اور مزدور لوگ بیشتر غلام ہی ہُوا کرتے تھے۔ بعض غلام معقول تعلیم یافتہ تھے اور انہیں ذمہ دار جگہوں پر لگا دیا جاتا تھا۔ کئی لوگ اپنے غلاموں سے مہربانی کے ساتھ پیش آتے اور غلام کو آزاد کر دینا ایک بڑا کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ایسا گروہ بھی وجود میں آ چکا تھا جنہیں آزادی یافتہ لوگ کہا جاتا تھا۔ اِن میں اکثر اچھی ملازمتوں پر لگ جاتے اور امیر ہو جاتے تھے۔ بُہت سے ایسے لوگ مسیحی ہو گئے تھے جس سے کہ کئی ایک ایسی مشکلات پیدا ہو گئیں تھیں جن کا ذکر فلیمون کے خط میں ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ عہد نامہ میں جہاں

کہیں لفظ نوکر آیا ہے اس کا مطلب غلام ہے۔

یُونانی تمدن:- گو رُومی بڑے منتظم اور اعلےٰ حاکم تھے تاہم تہذیب و تمدن کے شعبہ میں اُنہوں نے اپنے مفتوح یُونانیوں سے بُہت کچھ حاصل کیا تھا۔ یُونان کے شہروں کا بیان اور بالخصوص ایتھنز کی حکمت کی کہانیاں اس کتاب میں پیش کرنا مشکل ہے لیکن یہاں یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ یُونانیوں نے بہترین قسم کا لٹریچر پیدا کیا تھا مثلاً شاعری۔ ڈرامہ۔ تقریر۔ تواریخ اور فلسفہ علاوہ ازیں وُہ معماری اور سنگ تراشی میں بھی دُنیا بھر میں بے مثل تھے۔ اُن کی زبان سنسکرت کی مانند ہے۔ یہ نازک اور خوبصورت خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے نہایت موزوں تھی۔

پانچویں صدی ق۔م میں یہ شہری ریاستیں اپنے پُورے جوبن پر تھیں اور اس کے بعد اُنہیں زوال آنا شروع ہو گیا۔ شمالی یُونان میں اہلِ مقدونیہ نے اپنی آزادی کھو دی اور سکندر اعظم کی قیادت میں مشرق کی جانب پنجاب تک تمام ممالک کو فتح کر لیا۔ بارہ سال بے روک ٹوک فتوحات کے بعد یہ بڑا فاتح اچانک موت سے مغلوب ہو گیا اور اس کی سلطنت کئی ریاستوں میں بٹ گئی تاہم یُونانی فتح کا اثر کافی دیر تک رہا بالخصوص بحیرہ رُوم کے مشرق میں، کیونکہ جہاں کہیں یُونانی گئے اُن کی زبان اور تمدن اُن کے ساتھ گئے۔ ہر جگہ یُونانی نمونہ کے نئے شہر آباد ہو گئے اور پُرانے شہر بھی یُونانی نمونہ میں ڈھلنے لگے۔ اس تبدیلی کو یُونانیت کہتے تھے۔ یہودی قوم ہی واحد قوم تھی جس نے یُونانیت کا مقابلہ کیا اور فلسطین میں یہودیوں کی جنگِ آزادی کا ذکر مکابیوں کی کُتب میں ملتا ہے جسے کہ اپوکریفا کہتے ہیں۔

اگرچہ مشرق میں رُومی فاتح تھے لیکن وُہ خود یُونانی تمدن کے

قبضہ میں تھے۔ رُومیوں کا اپنا بھی وسیع لٹریچر تھا لیکن اس کا محرک اور نمونہ یُونانی لٹریچر تھا اور اِن مشرقی ممالک میں جو تہذیب یُونانیوں نے قائم کی تھی، رُومی اُسے تسلیم کرتے تھے اور اُس کو پھیلانے میں ممد و معاون تھے۔ حکومتی کاروبار یُونانی زبان میں کئے جاتے تھے اور اعلیٰ تعلیم بھی یُونانی زبان اور لٹریچر پر مبنی تھی۔ گھروں میں لوگ اپنی اپنی بولی بولتے تھے لیکن بازار میں اور لکھنے پڑھنے میں یُونانی ہی کام دیتی تھی۔ غرضیکہ رُومی سلطنت میں یُونانی ہندوستان میں انگریزی سے بھی زیادہ استعمال کی جاتی تھی۔ جونہی مسیحیت نے اضلاع فلسطین سے باہر قدم رکھا تو اُس کی زبان بھی یُونانی بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نیا عہدنامہ یُونانی میں لکھا گیا نہ کہ مسیح کی مادری زبان میں۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شہر یُونانی تہذیب و تمدّن کا مرکز تھا اور وُہ سب شہر جن میں پولُس رسُول گیا، رُومی دارالخلافے ہونے کے علاوہ یُونانیت کے مراکز تھے۔

اگر رُومی حکومت کے نظام کی سہولتیں نہ ہوتیں تو پولُس کے سفر ممکن نہ ہوتے اور اگر ایک ہی زبان نہ ہوتی اور ایک ہی تمدّن کا ماحول نہ ہوتا تو شاید مسیحیت کا اتنی سُرعت سے پھیلنا بھی ناممکن ہو جاتا۔ لہٰذا ہم رُومی نظامِ حکومت اور یُونانی تمدّن دونوں کو خُدا کی طرف سے تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ انجیل کے پھیلنے میں وُہ معاون ثابت ہُوئے اور "جب وقت پُورا ہُوا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو اس دُنیا میں بھیجا" یعنی عین اُس وقت جب عالمی حالات موزوں تھے لیکن انجیل کے لئے میدان تیار کرنے میں ایک اور اہم امر بھی تھا۔

یہُودیوں کی پراگندگی

فلسطین میں یہودی کام کا ایک تھوڑا سا حصہ رہ گیا تھا اور بڑا حصہ رُومی شہروں میں اور دیگر ممالک میں جا چُکا تھا۔ جہاں کہیں وُہ جا بسے اُنہوں نے وہیں کی زبان اور تمدّن اختیار کر لیا لیکن اُنہوں نے اپنے مذہب کو بدستور قائم رکھا اور یہی غیر اقوام میں اُن کا امتیازی نشان تھا البتہ وُہ اپنے دین میں فلسطین کے یہُودیوں کی مانند کٹر نہ رہے۔ وُہ دُوسرے لوگوں کے ساتھ ملتے جُلتے اور محلّوں میں رہتے، لیکن جس محلہ میں اُن کی تعداد اجازت دیتی وُہ اپنے لئے عبادت خانے تعمیر کر لیتے۔

یُونانی بولنے والے یہُودیوں کے لئے مصری دارالخلافہ اسکندریہ میں بائبل کا ایک یُونانی ترجمہ کیا گیا کیونکہ یہاں یہُودیوں کی سب سے بڑی بستی آباد تھی۔ اس ترجمہ کو سیپٹوآجنٹ کہتے ہیں (اس کا مخفف LXX ہے) اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ چُونکہ ستر آدمیوں نے ترجمہ کیا اور یُونانی میں ستر کے لئے لفظ سیپٹوجنٹا ہے، لہٰذا اسے سیپٹواجنٹ کہنے لگے۔ چنانچہ عبرانی کی بائبل کی بجائے یُونانی کی بائبل مُنتشر یہُودیوں کی بائبل قرار پائی۔ اس ترجمہ میں عبرانی بائبل کی مُستند کُتب کے علاوہ بہُت سی کُتب جو بہُت بعد میں لکھی گئیں، شامل کی گئیں، لیکن ہماری بائبل میں اِن کو اپاکرفا[۱] کے نام سے الگ حصّہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ کُتب نہایت مُفید ہیں کیونکہ یہ پُرانے اور نئے عہدنامہ کے مابین کے عہد پر بہُت روشنی ڈالتی ہیں اور نئے عہدنامہ کا پس منظر جاننے میں بہُت مدد دیتی ہیں۔ بدقسمتی سے بہُت سی انگریزی بائبلوں میں یہ کُتب دی نہیں گئیں۔ اِن کُتب میں سے سوائے سلیمان کی حکمت

لہ THE APOCRYPHA.

گئے اور کوئی کتاب بنگالی میں ترجمہ نہیں کی گئی ۔ البتہ تامل[1] اور تلگو[2] زبانوں میں سب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

رومی خاص یہودی طبیعت کو خوب سمجھتے تھے اور اسی لئے انہیں دیگر اقوام سے زیادہ رعائتیں میسر تھیں ۔ یہاں تک کہ قیصر کی پرستش کا قانون بھی یہودیوں پر لاگو نہیں تھا ۔ انہیں اپنے عبادت خانے رکھنے اور اپنے سماجی کام اپنے قوانین کے مطابق چلانے کی اجازت تھی ۔ انہیں یروشلم کی ہیکل کی دیکھ بھال کے لئے چندہ جمع کرنے کی بھی اجازت تھی ۔ اِن رعائتوں کے عوض میں یہ منتشر[3] یہودی فلسطین کے یہودیوں سے رومی حکومت کے زیادہ حامی و وفادار تھے اور بعض مثلاً پولُس رسُول کا خاندان رومی شہریت کے حقوق لے چکے تھے ۔

ہر شہر میں شاندار مندر تھے جو لوگ مذہب میں اعلیٰ ذہنی تسکین چاہتے اُن کے لئے بڑے بڑے فلاسفر مقرر تھے یا اگر جوشِ مذہب میں کوئی اصلی بھیدوں کا متلاشی ہوتا تو ان کے لئے ایسے فرقے بھی موجود تھے جو ایسے لوگوں کو مخفی رسُوم سکھاتے تھے لیکن ان غیر یہودی مذاہب اور فرقوں میں یہ بات ناممکن تھی کہ وہ ایک ایسی جماعت قائم کر سکتے جس کا مرکز خود خدائے واحد ہو جو راست اور پاک ہے ۔ چنانچہ یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ غیر اقوام کے لئے یہودی مذہب اپنی الٰہی تعلیم اور اعلیٰ اخلاق کے سبب کافی دلکش تھا ۔ یہودی دین میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کو عبادت خانہ میں آنے اور یونانی میں پاک نوشتوں کو سننے کی ترغیب دیتے تھے اور یوں کئی لوگ ختنہ کی رسم کے وسیلہ سے یہودی جماعت میں شامل ہو چکے تھے ۔ اِن کو یونانی یہودی کہا جاتا تھا ۔ بعض ایسے بھی

[1] TAMIL [2] TELUGU [3] THE JEW OF THE DISPERSION.

تھے جو یہودیت میں پوری پوری دلچسپی تو رکھتے تھے لیکن پورے طور سے شامل نہ ہوئے تھے ۔ انہیں خدا ترس کہا جاتا تھا اور اسی طبقہ کے بارے میں پولُس نے کہا کہ وہ بلا ختنہ خدا کی بادشاہی کے سارے حقوق رکھتے ہیں اور ابتدائی مسیحیوں کا بیشتر حصہ انہی لوگوں میں سے تھا۔

بیرونِ فلسطین کے یہودیوں کے برعکس منتشر یہودیوں نے ایک ایسا پُل بنا دیا جس پر سے گزر کر انجیل با سہولت غیر اقوام تک پہنچ سکی ۔ چنانچہ ابتدائی مسیحیوں کی بائبل بھی سیپٹواجنٹ تھی اور اُنہوں نے اسی سے اقتباسات لئے ہیں ۔ جب نیا عہد نامہ تیار ہو گیا تو سیپٹواجنٹ نے پرانے عہد نامہ کی حیثیت اختیار کر لی اور سارے ابتدائی تراجم جو مختلف زبانوں میں ہوئے ۔ سیپٹواجنٹ ہی سے ہوئے نہ کہ عبرانی بائبل سے ۔ چنانچہ یونانی کلیساؤں کا عہدِ عتیق آج تک بھی سیپٹواجنٹ ہی ہے ۔

پانچواں باب

رسولوں کے اعمال

اس کتاب کی پہلی ہی آیت پڑھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب مقدس لوقا کی انجیل کی دوسری جلد ہے۔ مقدس لوقا کی انجیل یہ بتانے کے لئے لکھی گئی کہ مسیح نے کیا کرنا اور کیا تعلیم دینا شروع کیا تھا اور رسولوں کے اعمال یہ بتانے کے لئے لکھے گئے کہ کس طرح مسیح نے ان کاموں اور تعلیموں کو آسمان پر چلے جانے کے بعد ایک نئے وسیلے سے یعنی پاک روح کو شاگردوں کے دلوں میں ڈالنے سے جاری رکھا۔ یہ کتاب حقیقت میں کلیسیا کے ابتدائی تیس سال کی تاریخ ہے جس میں کہ مستقبل کی منصوبہ نمو رکھی گئی ہے۔

ایک مؤرخ کی حیثیت میں مقدس لوقا صرف واقعات ہی رقم نہیں کرتا بلکہ حالات کی سالمیت اور معلومات کے مواد کے بڑے ڈھیر سے اہم باتوں کو چن کر اس طرح مرتب کرتا ہے کہ سارا منظر نظر آنے لگتا ہے۔ اعمال کی کتاب مسیح کے مٹھی بھر شاگردوں سے شروع ہوتی ہے اور کلیسیا ساری رومی حکومت میں پھیلتے جانے پر ختم ہوتی ہے اور مسیحیت کا بڑا مبلغ حکومت کے دارالسلطنت روما میں آزادی سے منادی کرتا

ہے۔ اس عددی اور جغرافیائی توسیع کے علاوہ بڑی بات یہ ہے کہ کلیسیا کی اندرونی ترقی ہوتی ہے اور کلیسیا اپنی حقیقی نیچر کو سمجھنے لگتی ہے۔ اس کتاب کے شروع میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنے آپ کو یہودیت کا ایک فرقہ ہی خیال کرتے تھے اور بدستور شریعت کا پورا کرنا، ہیکل میں عبادت کرنا، یہودیوں سے میل جول رکھنا وغیرہ ان میں پایا جاتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ رسول یہ مانتے تھے کہ آنے والا مسیح آ چکا ہے اور اس کی بعض بتائی ہوئی رسوم پر عمل کرتے تھے۔ لیکن کتاب کے اختتام پر وہ اس احساس تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ ایک عالمگیر کلیسیا کے فرد ہیں جو یہودیت کی پابندیوں سے آزاد ہیں اور کیوں آزاد ہیں۔ وہ یہ بھی جان جاتے ہیں کہ مسیحیت کا دروازہ ہر ایک شخص کے لئے کھلا ہے جو مسیح پر ایمان لاتا ہے اور اس کی مقرر کردہ رسوم پر عمل کرتا ہے۔ اس کتاب کے مضامین کے خاکے میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح مقدس لوقا اس بڑی تبدیلی کی مختلف منازل پیش کرتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں اس کا کچھ اور مقصد بھی تھا۔ وہ تھیوفلس ے پر (اور بلاشبہ اپنے رومی دوستوں پر) یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ مسیحیت میں کوئی ایسی بات نہیں جو حکومت کو نقصان پہنچائے لہٰذا مسیحیوں کو ایذا دینا جائز و صحیح نہیں اور کہ مسیحیت یہودیت کی اصلاح ہے اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ یہودیت کی طرح مسیحیت کو بھی ایک منظور شدہ دین تسلیم کرے۔ مقدس لوقا ایسے واقعات جہاں رسول رومی

ے THEOPHILUS.

حادثوں سے دوچار ہوتے ہیں، بڑی احتیاط سے بیان کرتا ہے تاکہ یہ دکھا سکے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس کے سبب مسیحیوں پر دباؤ ڈالا جائے بلکہ وہ ہمیشہ مطیع اور محتاط رہے ہیں۔ یہ باتیں لوقا نے الفاظ میں نہیں کہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ خیالات اُس کے دل میں تھے اور انہی خیالات کے زیرِ اثر اُس نے اپنی کتاب کے مضامین منتخب کئے۔

اعمال کی کتاب کی تاریخ تصنیف لوقا کی انجیل کی تاریخ تصنیف سے وابستہ ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ عام خیال یہ ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل لکھنے میں مرقس کی انجیل کو استعمال کیا اور کہ مقدس مرقس نے اپنی انجیل نیرو کے ایذا رسانی کے زمانہ سے کچھ عرصہ پہلے یا بعد میں ۶۵ء میں لکھی۔ اس طرح سے اعمال کی کتاب اس کے بعد لکھی گئی ہوگی۔ - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

البتہ ایک بات ضرور ہے جو اس دلیل کو مشکوک بنا دیتی ہے اور وہ یہ کہ اعمال کی کتاب دفعتاً اس واقعہ پر بند ہو جاتی ہے کہ مقدس پولُس روم میں قید ہے اور قیصر کے سامنے اپنی پیشی کا منتظر ہے۔ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مقدس لوقا اس مقدمہ کا نتیجہ کیوں بیان نہیں کرتا؟ اگر وہ نتیجہ بھی بیان کرتا تو کتاب کا اختتام زیادہ باسلسلہ ہوتا۔ اس کا ایک صاف جواب یہ ہے کہ مقدس پولُس کے مقدمہ کا نتیجہ ضرور مستقبل کی بات تھی۔ اس صورت میں اعمال کی کتاب مقدس پولُس کی اسیری کے دوران لکھی جاتی یعنی ۶۲ء سے ذرا پہلے یا ذرا بعد۔ اگر ایسا ہوتا تو مقدس لوقا کے ان بیانات کو اور

زیادہ اہمیت ملتی جن میں وہ مسیحیوں اور رومی افسروں کے تعلقات کا ذکر کر کے مسیحیت کا باضابطہ ہونا ظاہر کرتا ہے اور یوں اعمال کی کتاب بہت مفید ثابت ہوتی اور پولُس کے مقدمہ میں اُس کی عذرداری کے لئے وکیل کے ہاتھ میں دے دی جاتی۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آیا یہ خیالات اتنے وزنی ہیں کہ ان کے بوتے پر ہم اناجیل کی تصنیف کے ان قیاسات کو بدل سکتے ہیں جو عوام میں مقبول و مروج ہیں۔ لیکن یہ باتیں جو کہی جا چکی ہیں یہ ضرور ظاہر کر دیں گی کہ عہدِ جدید کی کتب کی تصنیف و تواریخ جو مقبول و مروج ہیں بہت تھوڑے اثبات پر مبنی ہیں جو بیشتر قیاس و اندازہ ہیں اور اتنے یقینی نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض علما کا یہ خیال ہے کہ مقدس لوقا ایک تیسری جلد بھی لکھنا چاہتا تھا جس کی اس اُمید میں اُس نے اپنی دوسری کتاب اس طرح دفعتاً بند کر دی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ انجیل کی ابتدائی تمہیدی آیات میں مقدس لوقا معتبر مواد جمع کرنے اور اُسے مرتب کرنے کی دقت کا ذکر کرتا ہے۔ اعمال کی تصنیف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقدس لوقا نے وہی احتیاط برتی ہے اور کہ حقائق کی تحقیق کے لئے اُس کے حالات خاص طور سے موزوں تھے۔ بہت سے موقعوں پر وہ خود حاضر تھا اور جب وہ چشم دید واقعات بیان کرتا ہے تو صیغہ متکلم استعمال کرتا ہے۔ ان متکلم مقامات کو "ہم مقامات" کا نام دیتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۶: ۱۰ - ۱۷، ۲۰: ۵ - ۱۵، ۲۱: ۱ - ۱۸، ۲۷: ۱ - ۲۸: ۱۶ ـ وہ اس داستان

کے ... سے واقعوں سے قریبی تعلق رکھتا تھا اور اُن سائٹ مقامات سے خوب واقف تھا جہاں یہ باتیں واقع ہوئی تھیں۔ بہت سے نکتہ چین عُلما اس کی غلطی پکڑنے کی تاک میں رہے ہیں۔ لیکن ہسٹری اور علمِ آثارِ قدیمہ کی معلومات نے جو اس مضمون سے تعلق رکھتی ہیں اُسے درست ثابت کیا ہے۔ مُقدس لُوقا اپنی چھوٹی چھوٹی تفصیلات میں بھی واقعات کو من وعن بیان کرنے والا مُصنف ہے۔

اعمال کی کتاب میں مختلف تقاریر ایک اہم حصّہ ہیں جنہیں مُقدس لُوقا مختلف لوگوں کی زبانی بیان کرتا ہے۔ ایسی تقاریر پڑھنا مؤرخوں کا ایک فن تھا۔ یہ ایک عام رواج تھا کہ مُصنف اپنے اداکار کے مُنہ سے نہ صرف وُہی باتیں کہلواتا جو انہوں نے حقیقتاً کہی ہوتیں بلکہ اپنے انداز سے کہلواتا کہ مُصنف کے اپنے خیالات کا اظہار ہوتا۔ اگر اس رواج کے مطابق مُقدس لُوقا بھی کرتا تو کسی کو شکایت نہ ہوتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی تقریریں میں جُوں کی توں باتیں بیان ہوتی ہیں جو اداکار نے کسی خاص موقع پر کہی تھیں البتہ وہ مختصر ضرور ہیں۔ لیکن وہ نہ صرف مفہوم کا طریق احسن پیش کرتی ہیں بلکہ اپنے اندازِ گفتگو کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ یہ تقاریر اس کتاب میں ایک بڑا اہم کام کرتی ہیں اور ہر ایک تقریر کلیسیا کی تعلیم کے یا پاک رُوح کے ... سے مسیح کی تعلیم کے ایک خاص پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔

اب ہم کتاب میں سے گزرنے کی کوشش کریں گے۔ بدقسمتی سے مُقدس لُوقا نے مُصنفین کی مانند اپنی کتاب کی تقسیم کے لئے کوئی سُرخیاں یا عنوانات

استعمال نہیں کرتا۔ آیات میں جو بائبل کی موجودہ تقسیم ہے وہ بہت دیر بعد میں کی گئی تھی اور وہ بعض کتاب کی قدرتی تقسیم کے لئے نہیں بلکہ پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے تھی۔ چنانچہ اعمال کی کتاب کو سمجھ کے ساتھ پڑھنے کے لئے ہمیں خود اسے حصص میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہوگی جیسے کہ اس زمانہ کے موافق مقدس لُوقا نے تقسیم کی ہوتی اگر اُسے موقع ملتا۔

۱۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ پہلا باب کتاب کا دیباچہ ہے جس میں خُداوند نے اپنے شاگردوں کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ یروشلم، یہودیہ اور سامریہ بلکہ زمین کی انتہا تک منادی کریں۔ پھر اس باب میں مسیح کے آسمان پر جانے اور پاک رُوح کی آمد کے لئے شاگردوں کا انتظار کرنا مذکور ہے۔

۲۔ پنتیکوست کے دن پاک رُوح کا نزول کلیسیا کے بڑھنے کا حقیقی آغاز ہے۔ اتنے ملکوں سے اُس موقع پر لوگوں کا وہاں موجود ہونا واقعاتِ آئندہ کا پیش خیمہ تھا۔ لیکن ابھی بات یروشلم تک ہی محدود تھی۔ (۲ تا ۵) اس حصّہ میں مُقدس پطرس کی تقاریر قابلِ غور ہیں۔ اور مُقدس لُوقا اس ابتدائی فقرہ کو بڑی خوبی سے من وعن بیان کرتا ہے۔ شاگردوں کو مسیح کے ساتھ رہنے، اُس کی موت اور جی اُٹھنے کے گواہ ہونے اور پاک رُوح حاصل کرنے کا عجیب وغریب تجربہ حاصل ہو چُکا تھا۔ لیکن اس تجربے کو دُوسروں کے سامنے بیان کرنا اُن کے لئے بالکل ایک نیا کام تھا۔ اس مقام پر عہدِ عتیق اِن کا معاون ثابت ہوتا ہے اور اُس کی روشنی میں وہ مسیح کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ نوشتوں کی مدد

اور پاک رُوح کے الہام سے مُقدس پطرس، ان تقریروں میں مسیحی علمِ الٰہی پیش کرنے کی پہلی کوشش کرتا ہے۔ اس حصے میں کلیسیا اور اس کی خصوصیات کی یعنی رسُولوں کی تعلیمات۔ روٹی توڑنے میں شراکت اور یک دل ہو کر دعا مانگنے کی بڑی خوبصورت تصویر دکھائی دیتی ہے۔ مسیحی ہنوز ہیکل میں عبادت کرتے دکھائی دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اب اُن کی زندگی کا مرکز کہیں اور ہے۔ اس تصویر میں گناہ کا سایہ بھی دکھائی دیتا ہے جو حننیاہ اور سفیرہ کی کہانی میں پایا جاتا ہے لیکن خدا اس گناہ کی فوری سزا دے کر اسے جلد رفع دفع کر دیتا ہے۔

۳۔ کلیسیا کا یروشلم سے باہر بڑھنے کا آغاز (۶ : ۱ - ۸) اس وقت ہوا جبکہ رسُولوں کی مدد کے لئے سات ڈیکن چُنے جانے سے رسُولی خدمت میں اضافہ ہوا۔ کلیسیا میں پہلے ہی کئی یونانی زبان کے یہودی تھے جو کہ فلسطین کے یہودیوں سے وسیع الخیال تھے۔ ستفنُس ان آزاد خیال یہودیوں میں سے ایک تھا۔ چنانچہ اس نے بڑے زور سے یروشلم کے یونانی یہودیوں میں کام شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پکڑا گیا اور اس نے اپنی صفائی میں ایک تقریر کی، جو ساری کتاب میں سب سے لمبی تقریر ہے اور جس کا مطلب فوراً ہی سمجھ لینا مشکل ہے بلکہ تعجب ہوتا ہے کہ مُقدس لوقا نے کیوں اس تقریر کو اتنی جگہ دی ہے۔ تاہم مُقدس لُوقا جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ تقریر نہایت اہم ہے کیونکہ ستفنُس پہلا شخص تھا جس نے کلیسیا کی صحیح ماہیت اور قوم اسرائیل کے ساتھ اس کے تعلق کو پہچانا

تھا۔ اس تقریر میں دو طرح کے خیالات ساتھ ساتھ پائے جاتے تھے۔ پہلا خیال یہ کہ شریعت اور ہیکل جنہیں یہودی اپنے مذہب میں بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے، وہ حقیقت بعد کی اختراع تھی اور عارضی تھی۔ دُوسرا خیال یہ ہے کہ اسرائیل کے بیشتر لوگوں نے خدا کے نبیوں کی مخالفت کی تھی اور اب بھی وہی کر رہے تھے۔ اس پر جونہی سامعین نے دیکھا کہ وہ کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے تو اُس کی دلیل ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے باہر لے گئے اور سنگسار کر دیا۔ اس وقت جو ایذا رسانی شروع ہوئی، اُس سے یروشلم میں کلیسیا کو بہت نقصان پہنچا۔ لیکن اس کا ایک غیر متوقع اثر یہ ہوا کہ جو نئے مبشرین آس پڑوس کے اضلاع میں پھیل گئے

۴۔ اب کچھ کام ہونے لگا۔ جس میں ہمیں تین داستانیں دکھائی دیتی ہیں (الف) سامریہ میں فلپس کی منادی (۸ : ۵ - ۲۵) یہودی دستور کو یوں ترک کرنا خود رسُولوں کے لئے ایک قابلِ تحقیق امر تھا تاہم انہوں نے اسے منظور کیا اور اس نفرتی قوم کے سامنے منادی کی۔

(ب) فلپس نے رُوح کی ہدایت سے ایک حبشی خوجے کو جو یہودی نہ تھا بپتسمہ دیا۔ شاید وہ خوجہ اگر اُس کی مجبوریاں نہ ہوتیں، تو یہودی ہو جاتا (۸ : ۲۶ - ۴۰) ساؤل جو کہ دمشق میں مسیحیت کو روکنے کے لئے جاتا تھا خود تبدیل ہو گیا اور بعد میں غیر یہودیوں کا رسُول بنا (۹ : ۱ - ۳۰) چنانچہ یہاں تک کہ کلیسیا کی ترقی کو مُقدس لُوقا اس حصے کی آخری آیت میں یُوں بیان کرتا ہے "پس تمام یہودیہ اور گلیل اور سامریہ میں کلیسیا..." (۹ : ۳۱)

۵۔ اگلا حصّہ مرکزی اور فیصلہ کُن حصّہ ہے (۹: ۳۲ - ۱۱: ۱۸)
جس میں مُقدّس پطرس خاص الٰہی ہدایت پا کر بعض غیر مذاہب کے لوگوں کو
یعنی کرنیلیس اور اُس کے خاندان کو بغیر یہُودی بنائے براہِ راست بپتسمہ
دیتا ہے۔ مُقدّس لُوقا خود اس کہانی کو بڑی احتیاط سے بیان کرتا ہے اور
پھر جب پطرس یروشلم میں واپس آتا ہے تو اُس کے مُنہ سے بھی اسی کہانی
کو پیش کرتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بڑا اہم تھا اور
اس حصّہ کی آخری آیت کلیسیا کی تواریخ میں نمایاں نشان ہے "خُدا نے
غیر قوموں کو بھی زندگی کے لئے توبہ کی توفیق دی ہے"۔

۶۔ اب کلیسیا تیزی سے بڑھنے لگتی ہے ؛- اور اس حصّہ
میں صُوبہ شام کے دارالحکومت انطاکیہ کا منظر ہمیں دکھائی دیتا ہے۔
(۱۱: ۱۹ - ۱۲) وہاں برنباس اور ساؤل غیر یہُودیوں میں جوش سے کام
کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں یروشلم میں ایک اور ایذا رسانی شروع ہو جاتی
ہے جس سے سارے رسُولوں کو یروشلم چھوڑنا پڑتا ہے۔ چنانچہ یروشلم
مسیحیت کا مرکز نہیں رہتا۔ یہاں کتاب کا پہلا حصّہ ختم ہوتا ہے۔ اس
سے آگے پطرس اور دیگر رسُولوں کی شخصیتیں دلچسپی کا مرکز نہیں رہتیں بلکہ
مُقدّس پولس اُس کا کام اور اُس کے سفر جاذبِ توجہ بن جاتے ہیں۔

۷۔ انطاکیہ سے ایک نئی مہم جاری ہوتی ہے (۱۳-۱۴) ہر قدم
پر رُوح کی ہدایت سے اُٹھایا جاتا ہے۔ مُقدّس پولس اور مُقدّس
برنباس نہ صرف یہُودیوں میں بشارت کے لئے بھیجے جاتے ہیں بلکہ غیر یہودیوں

میں بھی وہ اس کام کو برنباس کے وطنِ مالُوف یعنی کپرس سے شروع
کرتے ہیں اور کچھ عجیب سا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایشیائے کوچک
کے جنوبی ساحل پر پرگہ میں سے گُزر کر پہاڑیوں میں سے ہوتے ہُوئے
وسطی سطوح مرتفع تک پہنچتے ہیں اور پسدیہ کے انطاکیہ سے چار شہروں
یعنی اکونیم، لسترہ اور دربے وغیرہ میں مُنادی کرتے ہیں۔ ان مقامات میں
کئی اقوام کے لوگ آباد تھے، لیکن یہ سب جگہیں گلتیہ کے صُوبہ کے
زیرِ حکُومت تھیں۔ اسی لئے بعد ازاں جب پولس نے سب کو ایک ہی
چٹھی لکھنا چاہا تو انہیں گلتیوں کا مشترکہ نام دیا۔ یہاں پولس رسُول کا
مشنری طریقہ کار صاف دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے یہ کام یہُودیوں کے
عبادت خانہ سے شروع کیا۔ انطاکیہ کے وعظ سے ہمیں کچھ تصوّر ہو
سکتا ہے کہ اُس نے عبادت خانہ میں مجمع کے سامنے کس طرح پاک
نوشتوں سے استدلال کر کے خوشخبری پیش کی اور بعض یہُودی اور
بُت پرستی سے غیر یہُودی) اور خُدا ترس جو اُس عبادت خانہ سے تعلق رکھتے
تھے، پیغام سُن کر ایمان لائے۔ اس پر دیگر یہُودی حسد سے بھر گئے
اور ایمان لانے والوں سے الگ ہو گئے۔ اور یُوں ایذا رسانی شروع
ہو گئی۔ پولس رسُول کی وہ تقریر جو اُس نے لسترہ میں بُت پرستوں کے
مجمع میں کی، ظاہر کرتی ہے کہ اُس میں اپنے آپ کو موقعہ کے مطابق ڈھال
لینے کی بڑی قابلیت تھی۔ یہ حصّہ انطاکیہ سے شروع ہوتا ہے اور
انطاکیہ پر ہی ختم ہوتا ہے، جہاں کہ رسُول واپس آ کر اپنی کامیابی کا بیان

کرتے ہیں۔

۸۔ اب ہم کلیسیا کی تواریخ کے ایک نازک وقت تک پہنچتے ہیں۔ (۱۵: ۱-۳۵) یہودی مسیحیوں کی ایک جماعت نے (جنہیں ہم یہودی مائل مسیحی کہتے ہیں) غیر اقوام میں کے غیر مختون مسیحیوں کو صحیح مسیحی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اِدھر اُدھر ٹولیاں بھیجیں کہ وہ ان غیر یہودی مسیحیوں کو ہدایت کریں کہ وہ ختنہ کرائیں اور شریعت کو پورا کریں۔ انطاکیہ میں اس معاملہ پر انہوں نے اتنا جھگڑا کیا کہ تصفیہ کی غرض سے نمائندوں کی ایک جماعت یروشلم بھیجنا پڑی۔ قریباً انہی دنوں میں پولس رسول نے اپنے پہلے خطوط میں سے ایک خط گلتیوں کے نام لکھا کیونکہ انہیں بھی ان یہودی مائل مسیحیوں نے تنگ کر رکھا تھا۔ یروشلم میں ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں غیر یہودی مسیحیوں کی شراکت کی حمایت کی گئی اور کلیسیا کی عالمگیری قائم کی گئی۔

۹۔ پولس رسول دوسرے سفر میں اپنی خدمت کے لئے نیا میدان تلاش کرتا ہے۔ (۱۵: ۳۶-۱۸: ۱۸) گلتیہ کی کلیسیاؤں سے ملاقات کرتے ہوئے وہ پاک روح کی ہدایت سے بتونیہ اور آسیہ کے صوبوں سے گزر کر جو بظاہر خدمت کے لئے اچھی جگہیں معلوم ہوتی تھیں وہ تروآس تک پہنچتا ہے یعنی اس آبنائے کے جنوب تک جو ایجیئن سے بحیرۂ اسود تک جاتی ہے۔ یہاں پہنچ کر انہیں ہدایت ہوتی ہے کہ وہ آبنائے میں سے گزر کر مقدونیہ جائیں۔ یہاں مقدس لوقا انہیں آملتا ہے کیونکہ یہاں "ہم" کی عبارات

شروع ہوتی ہیں۔ اس علاقہ میں دو اہم شہروں میں مسیحی مرکز قائم ہوتے ہیں ایک فلپیہ میں جو کہ رومی بستی تھی اور دوسرا تھسلنیکے میں۔ بیریہ میں بھی بلاشک اسی طرح ایک مرکز قائم ہو گیا حالانکہ یہ جگہ اتنی اہم نہیں تھی۔ پطرس کے صوبہ اخیہ میں بھی پولس رسول گیا۔ یہودی تمدن کے مرکز اتھینے میں پولس کے بعد صرف مٹھی بھر ایماندار باقی رہے۔ لیکن صوبہ کے صدر مقام کرنتھس میں پولس کو بہتر امکانات نظر آئے۔ چنانچہ وہاں وہ ڈیڑھ سال سے کچھ زیادہ عرصہ مقیم رہا۔ اس کی پالیسی یہ تھی کہ صدر مقام میں ایک مضبوط جماعت قائم کی جائے اور گرد و نواح کے علاقہ میں خوشخبری پھیلانے کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔ اس حصہ میں مقدس لوقا پولس رسول کے رومی افسروں کے ساتھ تعلقات میں کافی دلچسپی دکھاتا ہے کیونکہ تھسلنیکے اور کرنتھس میں مجسٹریٹوں کے ساتھ پولس کے تعلقات کو بڑی صفائی سے بیان کرتا ہے۔ اس حصہ میں پولس رسول کی صرف ایک ہی تقریر ہے جو اس نے اتھینے میں اس کوشش میں کی کہ یونانی فلاسفروں کے گروہ کے سامنے انجیل مقدس پیش کرے اور جب وہ کرنتھس میں تھا تو تھسلنیکیوں کے نام خط لکھے۔

۱۰۔ تیسرے مشنری سفر میں پولس افسس میں جاتا ہے (۱۸: ۱۹-۱۹ آخر تک) یہاں اس نے زیادہ دیر تک قیام کیا کیونکہ یہ شہر ایک ایسا مرکز تھا جہاں سے تمام آسیہ کے مشہور مقامات تک پہنچنا آسان تھا۔ افسس کے قیام کے دوران اس نے کرنتھیوں کو پہلا خط لکھا۔

۱۱- اِس سے آگے یروشلیم کا سفر ہے (۲۰: ۱۶-۲۱: ۲۱) افسس کو چھوڑنے سے پہلے ہی پولُس رسُول ایک سفر تجویز کئے ہُوئے تھا کہ پہلے مقدونیہ پھر اخیہ اور پھر یروشلیم اور اس کے بعد رُوما جائے (۱۹: ۲۱) کچھ عرصہ پہلے وُہ یہ بھی تجویز کئے ہُوئے تھا کہ غیر یہُودی کلیسیاؤں سے یروشلیم کے غریب مسیحیوں کے لئے چندہ فراہم کرے۔ اس اُمید سے کہ شاید ایسا کرنے سے وُہ یہُودی اور غیر یہُودی کلیسیاؤں کی تفریق کو توڑ سکے۔ چنانچہ یہ چندہ یروشلیم میں تقسیم کرنے کے بعد اُسے اُمید ہُوئی کہ مغربی علاقوں میں اُسے نیا میدان مل جائے۔ وُہ اپنی اِن تجاویز کا اِن دو خطوط میں تفصیلاً ذکر کرتا ہے جو اُس نے اس سفر میں لکھے تھے۔ کرنتھیوں ۲ دُوسرا خط جو مقدونیہ سے لکھا تھا اور رُومیوں کا خط کرنتھس سے لکھا تھا۔ اس حصّہ میں ایک اہم تقریر مذکور ہے جس میں وُہ افسس کی کلیسیا کے بزرگوں کو میلیتس میں خطاب کرتا ہے اور جس سے پولُس ایک پاسبان نظر آتا ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ کس طرح رسُولی کام کے اہم حصّہ (یعنی پاسبانوں کی تربیت) کے کام کو پُورا کرتا ہے۔

۱۲- اب پولُس قیدی ہے (۲۱: ۱۸-۲۶ آخر تک) یروشلیم میں حالات خلافِ توقع رُونما ہُوئے اور پولُس رُومیوں کے ہاتھوں اسیر ہو گیا۔ یہاں مُقدّس لُوقا اِن تقاریر میں خاص دلچسپی دکھاتا ہے جو پولُس نے اپنی حفاظت میں کی تھیں۔ مُختلف سامعین کے سامنے وُہ مُختلف جوابات پیش کرتا ہے مثلاً ایک یہُودی گروہ سے خطاب (۲۲: ۳-۲۱) رُومی گورنر

فیلکس سے خطاب (۲۴: ۱۰-۲۱) ایک یہُودی بادشاہ بنام ہیرودیس اگرپا سے خطاب (۲۶: ۲-۲۳)۔

۱۳- رُوما کا سفر۔ ۲۷: ۱ - ۲۸: ۱۵ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مُقدّس لُوقا ایک سیاح تھا اور سمندری باتوں میں بالخصوص دلچسپی رکھتا تھا اور خُود اِس حیران کُن مہم میں شریک تھا لیکن سفر کے تفصیلی بیان کی وجہ یہی نہیں بلکہ وُہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ پولُس نہ صرف ایک مُقرّر تھا جو اپنے معاملہ کو مدلّل پیش کر سکتا تھا بلکہ وُہ نازک حالات میں گھبراتا نہ تھا اور دُوسروں کی حوصلہ افزائی بھی کر سکتا تھا۔ اس حصّہ میں پولُس کے فضائل کی تصویر مکمل ہو جاتی ہے۔

۱۴. آخری حصّہ مقدّس پولُس کو رُوما میں لے آتا ہے۔ (۲۸: ۱۶- آخر تک) یہاں جہاں تک حالات اُسے اجازت دیتے ہیں وُہ یہُودیوں کو چیلنج دیتا ہے اور پھر اِس دارالحکومت میں انجیل کی توسیع میں اپنا وقت صرف کرتا ہے۔ اُس کا یہ پروگرام دو سال تک بلا روک ٹوک جاری رہتا ہے۔ اس عرصہ میں اُس نے فلپیوں، افسیوں، کلسیوں اور فلیمون کے نام خطوط لکھے تھے۔

باب چھٹا

گلتیوں اور تھسلنیکیوں کے نام خطوط

اعمال کی کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم نئی دلچسپی سے ان خطوط کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو اُس زمانہ میں پولُس رسول نے لکھے اور جن کا ذکر اعمال کی کتاب میں پایا جاتا ہے۔ اِن خطوط کا مطالعہ اعمال کی کتاب کے ساتھ ساتھ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے پر بہت روشنی ڈالتے ہیں۔ اِن خطوط سے ہمیں کلیسیائی زندگی اور رسُول کے خیالات کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور اِن سے ہمیں اعمال کی کتاب سے بھی جو کہ اِن خطوط کا پس منظر ہے، زیادہ واقفیت ہوتی ہے۔

اِن خطوط کو ہمیں حقیقی گفتگو بات سمجھنا چاہیئے۔ اُس زمانہ کے اہم مراسلات سے ہم اب بخوبی واقف ہیں کیونکہ اِن میں سے بہت سے خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔ مصر کے صحراؤں میں جہاں بارش نہیں ہوتی آب و ہوا اتنی خشک ہوتی ہے کہ چیزیں بوسیدہ نہیں ہوتیں۔ پُرانے زمانہ میں جب لوگ اپنے ردّی کاغذ (پیپائرس) جو سرکنڈے سے بنائے جاتے تھے، کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتے تھے تو آندھیوں سے ریت اِن پر چڑھ جاتی تھی۔ دورِ حاضرہ میں اِن کہنہ ڈھیروں کی

کھدائی ہونے سے وہ ردّی کاغذ آج کے مؤرّخ کے لئے بڑے قیمتی مسودوں کا کام دیتے ہیں۔ کیونکہ اِن سے ہمیں اُس زمانہ کے لوگوں کی طرزِ زندگی ادبی کُتب سے بھی زیادہ معلوم ہو سکتی ہے۔ انہی معلومات نے کئی طرح سے نئے عہد نامہ کے مطالعہ میں مدد کی ہے مثلاً اناجیل کے حصص جو کہنہ ترین نسخوں سے بھی پُرانے ہیں، دستیاب ہوئے ہیں۔ اِن سب سے بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ رسُولوں نے اپنی تحاریر میں ادبی زبان استعمال نہیں کی بلکہ وہ روزمرہ کی زبان استعمال کرتے ہیں جو عوام بولا کرتے تھے۔ اس سے اِن کو بہت سے الفاظ اور محاورات پر نئی روشنی پڑتی ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف روزمرہ کی زبان استعمال کی ہے بلکہ اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق لکھا ہے۔ اُن دنوں میں مہذب طریقِ تحریر یہ تھا کہ چٹھی میں پہلے اپنا نام لکھا جائے پھر مکتوب الیہ کا پھر الفاظِ سلام و دعوات لکھے جائیں مثلاً "الف کی طرف سے ب کے نام سلام"۔ مقدس پولُس اپنے خطوط ہمیشہ ایسے ہی لکھتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقتی کلیہ سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں اور مکتوب الیہ میں اور خداوند میں کیا تعلق ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے وہ دعوات کو برکت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بعض خطوط میں ابتدائی پیرہ بہت ہی مختصر ہے جیسا کہ تھسلنیکیوں میں اور بعض میں بالخصوص رومیوں میں وہ دعوات کے پیرہ میں اِن سارے خیالات کا نچوڑ شامل کر دیتا ہے جسے وہ خط کے آئندہ اوراق میں پیش کرنے کو ہے۔ ہر خط کے افتتاحیہ پیرہ کو پڑھنا بہت مفید ہوگا کیونکہ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سب افتتاحیہ پیروں میں سُرخیاں ایک ہی جیسی ہیں لیکن ہر ایک

کو اس خوبی اور تازگی سے شرح کیا گیا ہے کہ وہ ہر موقع و ضرورت کے مطابق موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اُن دنوں یہ عام رواج تھا کہ خط کے شروع میں مکتوب الیہ کو کسی دیوتا کے نام سے دعائے خیر دی جائے۔ چنانچہ اس دستور کے مطابق مقدس پولس کے سب خطوط میں ماسوا دو کے دوسرا پیرا دعا کا ہے۔ لیکن پولس کی دعا محض رسمی نہیں جیسا کہ پرانے پیپائرس کے خطوط میں ہے۔ مگر وہ کسی خاص فضل کی نعمت کو مدِ نظر رکھ کر دعا یا شکرگزاری کرتا ہے جو قارئین کے لئے اِن کی وقتی ضرورتوں میں سرگرم سفارش کا اثر رکھتی ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ مراسلات حقیقی خطوط ہیں لیکن پولس کی قابلیت نے رسمی خطوط کو ایک نئی صورت میں پیش کر دیا ہے گو اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ادبی طور پر ایک جدت پیدا کر رہا ہے۔ وہ تو محض ان خیالات کا اظہار کرنا چاہتا تھا جو اُس کے دل میں متلاطم تھے۔ لیکن پولس کے خطوط عہدِ جدید اور دیگر تحاریر کے لئے ایک نمونہ بن گئے ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بائبل پاک رُوح کا الہام ہے اور جتنک ہے بھی، لیکن ہمیں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ بائبل ادبیات میں بھی ایک بلند درجہ رکھتی ہے۔

اس باب میں ہم خطوط کا اس ترتیب سے ذکر کریں گے جس سے کہ وہ لکھے گئے ہیں۔ پہلے ہم ہر ایک کے متعلق چند ضروری تمہیدی باتیں بیان کریں گے اور پھر مختصر طور پر ان مضامین پر تبصرہ کریں گے تاکہ مطالعہ کرنے والے کو ابتدائی مطالعہ میں مدد مل سکے۔ ایسی تشریح سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ سارا خط پڑھا جائے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ اس

کے اندر کیا ہے۔ چھ سُرخیوں کے ماتحت تفصیلاً مطالعہ کیا جائے گا۔

گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط

یہ سب سے پہلا خط ہے اور یہ پسدیہ کے انطاکیہ۔ اکونیم۔ لسترہ اور دربے کی اُن کلیسیاؤں کے نام ہے جنہیں پولس رسول نے اپنے پہلے مشنری سفر میں قائم کیا۔ وہ انہیں گلتیوں کے نام سے پکارتا ہے اس لئے نہیں کہ بلحاظ قوم وہ گلتی تھے بلکہ اس لئے کہ وہ سب گلتیہ کے صوبہ کے قصبے اور اس کے علاوہ کوئی ایسا نام نہ تھا جس سے انہیں مشترکہ طور پر خطاب کیا جا سکتا۔ اس خط کی وجہِ تصنیف صاف ظاہر ہے۔ ہم اعمال کے پندرھویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ یہودی مسیحیوں کی ایک جماعت یروشلم سے انطاکیہ میں آئی اور وہاں یہ کہہ کر کافی گڑبڑ ڈالی کہ غیر یہودی مسیحیوں کو لازم ہے کہ ختنہ کرائیں اور موسوی شریعت پر عمل کریں۔ ایسے ہی لوگ گلتیہ میں بھی گئے اور بہت سے غیر یہودی مسیحیوں نے یہ سوچ کر کہ وہ یروشلم سے رسولوں کے پاس سے آئے ہیں، ان کی دلائل کو سن کر دھوکا کھا گئے۔ اس کی خبر پولس رسول کو پہنچی۔ چنانچہ اُس نے فوراً یہ خط لکھا۔ غالباً یہ خط یروشلم کی کونسل سے پہلے لکھا گیا تھا (اعمال ۱۵: ۶-۲۹) کیونکہ خط میں کونسل کے فیصلہ جات مذکور نہیں۔

گلتیوں کے نام کا خط ایک سخت خط ہے، کیونکہ اس وقت پولس کا دل غم و غصہ سے بھرا ہوا تھا کیونکہ باہر والوں نے اُس کے نو مریدوں کی کم علمی سے فائدہ اُٹھا کر انجیل کو غلط طور سے پیش کر کے انہیں دھوکے میں ڈالا تھا اور خود پولس کو معیوب گردانا تھا۔ اس لئے اس خط میں پہلے

تو وہ پُرجوش اپیل کرتا ہے اور کچھ اپنی رسالت کو مستند ثابت کرتا ہے اور کچھ انجیل کی صحیح خاصیت بیان کرتا ہے۔

دعوات (۱:۱-۵) ایسے انداز میں پیش کی گئی ہیں کہ مابعد کے دونوں مضامین صاف منعکس نظر آتے ہیں کہ پولس ایک رسول ہے اور اُس کی رسالت جی اُٹھے ہوئے مسیح اور خدا باپ سے موصول ہے اور کہ ہمیں اس خراب جہان سے شریعت پر عمل کرنے سے خلاصی نہیں ملتی بلکہ اس سے کہ مسیح نے اپنے آپ کو ہمارے لئے دے دیا۔

اس خط میں رسمی دعائیہ کا بیرہ نظر انداز کر دیا گیا ہے، کیونکہ پولس رسول بلا تاخیر اس مضمون کو پیش کرنا چاہتا ہے جس سے اُس کا دل لبریز ہے۔ وہ حیران ہے کہ کس طرح گلتیہ کے مسیحی اتنی جلدی انجیل سے پھر گئے اور جو کچھ انجیل کے بدلے میں یہودی مائل مسیحیوں نے پیش کیا وہ قبول کر لیا۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی چیز انجیل کی نعم البدل نہیں اور مسیحیت میں کوئی سمجھوتہ نہیں کیونکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ سچائی کو پیش کرے نہ کہ لوگوں کی دل پسند باتیں (۱:۶-۱۰)۔

اس کے بعد وہ اپنا شخصی پیش منظر پیش کر کے بتاتا ہے کہ بحیثیت رسول اُس کا کیا مقام ہے اور وہ دکھاتا ہے کہ یہودی مسیحیوں کے کہنے کے موافق اُس نے رسولوں سے رسالت حاصل نہیں کی بلکہ براہ راست زندہ مسیح سے پائی ہے۔ اس کی دلیل میں وہ اپنی زندگی اپنی تبدیلی تک اور اس کے بعد پُرانے رسولوں سے اپنے تعلقات (اس خط کے لکھنے کے وقت تک) بیان کرتا ہے (۱:۱۱-۲:۱۴)۔ پولس کا پہلی بار یروشلیم میں جانا اعمال ۹: ۲۳-۲۶ مندرج ہے۔ اس کا دوسری بار جانا

جبکہ وہ انطاکیہ سے امدادی چندہ لے جاتا ہے (اعمال ۱۱: ۲۷-۳۰) میں مذکور ہے۔ بیانات کی تفصیلات میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ پولس اور لوقا کی اپنی اپنی دلچسپیوں کے باعث سے ہے جو ان کے اپنے اپنے بیانات میں انہیں نظر آئیں۔

جب وہ اپنی ان دلائل کو بیان کرتا ہے جو اُس نے مقدس پطرس کے خلاف انطاکیہ میں پیش کیں (۲: ۱۴) تو وہ خط کے اصولی حصے میں داخل ہوتا ہے اور چند ہی جملوں کے بعد معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ مقدس پطرس سے خطاب نہیں کر رہا بلکہ گلتیوں سے مخاطب ہے اور جو نکتہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے یہ ہے کہ انسان کی تصدیق (خدا کے ساتھ اچھے تعلقات یا رشتہ رکھنا) شریعت کے وسیلہ سے نہیں، جیسا کہ یہودی مائل مسیحی کہتے ہیں بلکہ مسیح پر ایمان لانے سے ہے۔ چنانچہ وہ انہیں اپنا اور اُن کا شخصی تجربہ یاد دلاتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ ان کا راستباز ٹھہرایا جانا، مسیح میں زندگی گزارنا اور پاک رُوح کا پانا وغیرہ یہ ساری مسیحی امتیازی چیزیں ایمان ہی کے وسیلہ سے حاصل ہوئی ہیں نہ کہ شریعت کے وسیلہ سے (۲: ۱۵-۳: ۵)۔

پھر وہ اُن نوشتوں میں سے جو یہودی مائل مسیحی پیش کرتے تھے ابرہام کی مثال پیش کر کے اور شریعت کا کام بتا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ ایمان کا یہ تجربہ پہلے ہی اسی طرح ان نوشتوں میں بھی مذکور ہے۔ (۳: ۶-۲۹) پولس کی یہ دلیل سمجھنا مشکل ہے کیونکہ اس کا طرز استدلال یہودی ربیوں کی مانند ہے لیکن یہ تفسیری استدلال اس کے قارئین اور یہودیوں کے لئے سمجھنا آسان تھا کیونکہ وہ اس سے مانوس تھے کو

جملے سے لئے یہ کلام متعلق ہے۔ اس دلیل کے اختتامیہ حصے ہیں (۳: ۲۱-۲۹)
وہ پھر ان کا مسیحی تجربہ یاد دلاتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مسیح میں ہونے سے انہیں ایک نیا درجہ ملا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے بن گئے ہیں۔ یہ مضمون اگلے باب میں زیادہ کھولا گیا ہے (۴: ۱-۷) اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسیحی لے پالکی خدا کے بیٹے کے تجسم پر مبنی ہے۔ پھر وہ ان سے اپیل کرتا ہے کہ اب جبکہ وہ مسیح میں آزاد کئے گئے ہیں تو پُرانی غلامی کے درجہ کی طرف نہ لوٹیں (۴: ۸-۲۰) اور اپنی اس اپیل کو پُرزور بنانے کے لئے وہ پاک نوشتوں سے ایک دلیل دیتا ہے، یعنی ابرہام کے دو بیٹوں کی (۴: ۲۱-۵: ۱) اور اس کے بعد پھر وہ اپنی دلیل کو جاری رکھتا ہے اور بڑے سادہ الفاظ میں انہیں یہودیوں کی پیروی کے نتائج واضح کرتا ہے (۵: ۲-۱۲)۔

پھر وہ یہودی مائل مسیحیوں کی اُس بڑی دلیل کی طرف آتا ہے جو وہ یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے کہ غیر یہودی مسیحیوں کے اخلاقی معیار کو قائم رکھنے کے لئے شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح پر ایمان لانے سے انسان ایک نئی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے، یہ رُوح کی زندگی ہے۔ اس سے نیکی یوں پیدا ہوتی ہے جیسے درخت سے پھل اور وہ انہیں نصیحت کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اس نئی زندگی کے تابع کر دیں (۵: ۱۳-۶: ۱۰)

خط کے آخر میں اُس کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی ایک اپیل ہے جس میں وہ ماقبل کی دلائل کا نچوڑ پیش کرتا ہے۔ اُس زمانہ کے بعض لوگوں کی مانند مقدس پولس بھی اپنے خطوط اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا

کرتا تھا بلکہ وہ کسی ماہر کاتب سے لکھوایا کرتا تھا۔ بعض اوقات جیسا کہ اس خط میں ہے وہ قلم اپنے ہاتھ میں لے لیتا تاکہ کوئی اختتامیہ لفظ اپنے ہاتھ سے لکھے یا جب وہ کسی بات پر خاص زور دینے کا متمنی ہے۔

گلتیوں کے خط کی بہت سی دلائل رومیوں کے خط میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس خط کی خاص خوبی وہ روشنی ہے جو اس سے پولس کے خصائل پر پڑتی ہے۔ جب اُس کی عزیز ترین چیز یعنی انجیل جو اُسے خداوند کی طرف سے ملی، خطرے میں ہوتی ہے تو وہ کسی سمجھوتے پر رضامند نہیں ہوتا بلکہ اس کے تحفظ میں وہ اپنی ساری قوت صرف کر دیتا ہے۔ اُس کی دلائل آج کل خاص طور سے سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹس کے خلاف مفید ثابت ہوتی ہیں جو کہ دورِ حاضرہ میں یہودی مائل مسیحیوں کے قریباً قریباً برابر ہیں۔

تھسلنیکیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط

تھسلنیکے کی کلیسیا کے قائم ہونے کا بیان اعمال کے سترھویں باب میں پایا جاتا ہے۔ جب ہم اس کہانی کو پڑھتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مُقدس پولس وہاں صرف تین ہفتے رہا اور اس کے بعد مجبوراً اُسے وہاں سے رخصت ہونا پڑا (۱۷: ۱-۱۰)۔ ایک کلیسیا قائم کرنے کے لئے یہ بہت قلیل عرصہ تھا۔ شاید تھسلنیکے میں اس کا قیام تین ہفتے ہی ہو مگر بعض کا خیال ہے کہ عبادت خانہ کا خلل ہو کر تین ہفتے کے بعد واقع ہوا اور بیریہ کے درمیان کچھ وقت تھا۔ مقدس لوقا کے بیان میں کسی قدر یہی بات پائی جاتی ہے۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ مقدس پولس

کرا ہے ان نئے مسیحیوں کو ادھوری مسیحی تعلیم اور اذیّت میں یک لخت چھوڑنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ان کے لئے متفکّر تھا اور بے قراری کے ساتھ اِس بات کا منتظر تھا کہ ان کی طرف سے یہ خبر سُنے کہ وہ ایمان میں قائم ہیں۔ مُقدّس لُوقا پولُس کے مابعد کے سفر کا ذکر کرتا ہے حتیٰ کہ وہ کرنتھس میں پہنچ جاتا ہے جہاں سیلاس اور تیموتھی اُس سے ملتے ہیں (اعمال ۱۸: ۱-۵)۔ اس کے فوراً بعد تھسلنیکیوں کا پہلا خط لکھا گیا اور اس خط کے آخر میں پولُس اُس مرکزی خیال کو جو اُس کے دل میں بوقتِ تحریر تھا مختصراً بیان کرتا ہے، جو کہ دُعا کی صُورت میں ہے (۵: ۲۳) "خُدا جو اطمینان کا چشمہ ہے آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے۔" بُنیادی طور پر پولُس اُن کی رُوحانی تربیت کا آرزومند تھا جو کہ ادھوری چھوڑ آیا تھا۔ یہ آسانی سے معلُوم نہیں ہو سکتا کہ جب پولُس نے یہ خط لکھا تو اُس کے دل میں کیا ترتیب تحریر تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس نے یہ ترتیب سوچے بغیر ہی اپنے دل کے متلاطم خیالات کو لکھ دیا ہو۔ لیکن یہ بات نمایاں ہے کہ وہ وقت کی ترتیب کو ملحُوظ رکھتا ہے۔ وہ پہلے ماضی پھر حال اور پھر مستقبل کا بیان کرتا ہے۔

حصّہ دوم بہت مختصر ہے۔ اس میں وہ اپنے دو ساتھیوں کو جن کے نام سلوانس (جو اعمال میں سیلاس کہلاتا ہے) اور تیموتھی ہیں، شریک کرتا ہے۔ حسبِ دستور وہ ان کے لئے شکرگذاری کی دُعا کرتا ہے۔ خاص کر ان تین خُداداد امتیازی مسیحی خوبیوں کے لئے جو ان میں ترقی کر رہی تھیں یعنی ایمان۔ اُمید اور محبت (۱: ۲-۳) پھر وہ ابتدا سے عالم کی طرف رجُوع کر کے اُنہیں بتاتا ہے کہ وہ خُدا کے ازلی ارادے

کے موافق چُنے ہُوئے ہیں اور یہ چنا رسُولوں کے وسیلہ سے اُن تک پہنچا اور اُنہوں نے قبُول کر کے تبدیلی حاصل کی (۱: ۴-۱۰) اُن کی تبدیلی کے ابتدائی ایّام کو یاد کرتے ہُوئے وہ اُنہیں دو باتیں خاص طور سے یاد دلاتا ہے۔ اوّل اپنا اور اپنے ساتھیوں کا نمونہ (۲: ۱-۱۲) اور جس طرح کہ اُنہوں نے اِن کو قبُول کیا (۱۳-۱۶) ان آیات کے پڑھنے سے یہ بات معلُوم ہوتی ہے کہ یہُودیوں نے اُس کے کام کو مٹانے کی غرض سے پولُس کی نیکی اور مقاصد پر بدنام کُن حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے جلدی چلے جانے اور لوٹ کر اُن کے پاس آنے کی خواہش بیان کرتا ہے۔ (۲: ۱۷-۲۰) جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ اِن کے پاس دوبارہ نہیں جا سکتا تو پھر وہ تیموتھی کو اتھینے سے اُن کے پاس بھیجتا ہے۔ مُقدّس لُوقا یہ واقعہ بیان نہیں کرتا کہ اُنہیں جا کر دلیری دے (۳: ۱-۵) اور آخر کار تیموتھی اُن کی طرف سے اچھی خبر لے کر آتا ہے (۶-۸)۔

یہاں تک گذری ہُوئی باتوں سے تعلّق تھا۔ اب وہ اپنے موجُودہ احساسات بیان کرتا ہے کہ وہ اُن کے لئے خُوشی، شکرگذاری اور دُعا کرتا ہے (۳: ۸-۱۳) یہ دُعا بھی اختتامیہ دُعا کی مانند ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ پولُس بطور پاسبان چاہتا ہے کہ وہ مسیحی زندگی میں کمال حاصل کریں۔

پھر وہ مستقبل کا ذکر کرتا ہے اور اُنہیں نصیحت کرتا ہے کہ جس رفتار سے اُنہوں نے اس کو شروع کیا تھا اُسی رفتار سے وہ اُسے جاری رکھیں (۴: ۱-۲) معلُوم ہوتا ہے کہ تیموتھی کے واپس آ کر پولُس کو بتانے پر رسُول نے محسُوس کیا کہ بعض ایسی ضروری باتیں تھیں جن کے بارے میں اُنہیں خاص

تعلیم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ وہ اپنی جسمانی خواہشوں پر قابو رکھنا سیکھیں (۴: ۳-۸)، اور یہ سیکھیں کہ دیانتداری اور محنت کر کے اپنے لیے روزی کمانا، دوسروں کی امداد کرنا، نیکی محبت کا اہم حصہ ہے (۴: ۹-۱۲) بعض لوگ اُن لوگوں کے متعلق شک میں تھے، جو رحلت کر چکے تھے، گزر جانے مسیح کی دوسری آمد پر، جو وہ سمجھتے تھے کہ قریب ہی ہے، اُن کی کیا حالت ہوگی؟ پولُس کو اس کا بیان بھی کرنا پڑا (۴: ۱۳-۱۸) خداوند کی دوسری آمد کے جوش نے اِن میں یہ دقت پیدا کر دی کہ وہ کچھ گڑبڑی میں تھے۔ لہٰذا پولُس نے اُنہیں بتایا کہ ایسی حالت میں اُنہیں زیادہ بیدار رہنا اور کوشش کرنا چاہیئے (۵: ۱-۱۱) پھر وہ اُن کے اس فرض پر توجہ کرتا ہے کہ اُنہیں اپنے پاسبانوں سے ہمدردی رکھنا اور اُن کی مدد کرنا چاہیئے۔ (۱۲-۱۳) اس کے بعد وہ اُنہیں مسیحی زندگی کے متعلق اصولات کا ایک خوبصورت سلسلہ پیش کرتا ہے۔ آخر میں وہی اختتامیہ دُعا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

تھسلنیکیوں کے نام پولُس رسُول کا دُوسرا خط

یہ خط گویا پہلے خط کی توسیع ہے۔ جلد ہی پولُس رسُول نے تھسلنیکیوں کے متعلق ایک اور رپورٹ سُنی۔ شاید وہ شخص جو پہلا خط لے کر گیا تھا واپس بہ مزید معلومات لایا جس پر رسُول نے محسوس کیا کہ اُسے دو باتوں پر مزید تعلیم دے کر پہلے خط کی کمی کو پُورا کرنا ہے۔

خط کے شروع میں وہ اس بات کی شکرگزاری کی دُعا کرتا ہے کہ جو دُعا اُس نے پہلے خط میں اُن کی رُوحانی ترقی کے لیے کی تھی وہ سُنی گئی

ہے (۱: ۳-۱۰) پھر وہ مزید ترقی کے لیے دُعا کرتا ہے (۱: ۱۱-۱۲) پہلی بات جس کے لیے وہ مزید تعلیم دینا چاہتا ہے، خداوند کی دوسری آمد ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ خداوند کا دن ابھی آ نہیں چکا اور نہ ہی آئے گا، جب تک کہ پہلے برگشتگی نہ ہو۔ (۲: ۱-۱۲) اس کے بعد وہ پھر اپنی دُعا اور اِن کی دُعا کے لیے جو وہ اُس کے لیے مانگتے تھے، شکر کرتا ہے (۲: ۱۳ - ۳: ۵) پھر وہ دوسری بات لیتا ہے کیونکہ انکے کام کرنے کی اہمیت جو اُس نے پہلے خط میں بیان کی تھی بہت مؤثر ثابت نہ ہوئی۔ چنانچہ بعض لوگ مذہب کے نام پر اپنا وقت بیکاری میں بُری طرح سے گزارتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ دوسرے لوگ اِن کی پرورش کریں۔ لہٰذا وہ اس کے متعلق پُرزور کلام کرتا ہے (۳: ۶-۱۵) خط کے آخر میں ایک دُعا ہے (۱۶) اور رسُول کے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ چند الفاظ ہیں (۱۷-۱۸)۔

اعمال کی کتاب میں ہمیں تھسلنیکے کی کلیسیا کی بیرونی تواریخ ملتی ہے، لیکن اِن خطوط کے وسیلے ہم اُس کی رُوحانی گرم جوشی دیکھ سکتے ہیں۔ یقیناً اِن خطوط کی خاص خوبی ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ تبدیل شدہ زندگی کیا ہونی چاہیئے؟ اور کس طرح ایک جوشیلی کلیسیا کے خرکا کو تھوڑے ہی عرصہ میں ترقی کرنا چاہیئے۔ خداوند کی دوسری آمد اور مُردوں کی قیامت جیسے مضامین بھی نہایت اہم ہیں۔

ساتواں باب

کرنتھیوں کے نام پولس رسول کے خطوط

پہلا خط (۱ کرنتھیوں)

اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کرنتھس کی کلیسیا کیسے قائم ہوئی (اعمال ۱۸: ۱-۱۸) معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھس میں کلیسیا عام تحریک سے شروع ہوئی تھی۔ بہت سے لوگ جوش کی ایک لہر میں بہہ کر کلیسیا میں شامل ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض یہودی تھے [illegible] جنہیں عبادت [illegible] کی ابتدائی تربیت حاصل تھی لیکن ان میں سے ایک بڑی تعداد غیر قوموں کی تھی جنہیں کوئی اخلاقی تربیت حاصل نہیں تھی۔ اس کے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کرنتھس کس قسم کا شہر تھا۔ یہ بہت کچھ کلکتہ کی مانند تھا۔ یہ ایک بڑا شہر اور تجارتی مرکز تھا۔ جہاں ہر قوم کے لوگ کثرت سے نظر آتے تھے۔ یہاں روپیہ پیسہ اور عیش و عشرت کے سامان موجود تھے۔ چنانچہ یہاں ہر قسم کی بدی کے لئے موقع تھا۔ یہاں تک کہ عبادت خانوں میں بھی بدی کے سامان پائے جاتے تھے، جیسے کہ کبھی قدیم ہندوؤں کے مندروں میں ہوا کرتا تھا۔ یونانی مندر بھی اپنی دیوی [illegible] کے مطابق [illegible] بازاری عورتوں کا اڈا بن گیا تھا۔ اس شہر کا علمی پہلو [illegible] تھا، لیکن اخلاقی پہلو گرا ہوا تھا۔ یونانی عہد حکومت میں بھی کرنتھس بدی کے لحاظ سے بدنام شہر تھا۔ لہذا اس شہر کی فضا کلیسیا کی ترقی کے لئے بہت رکاوٹ تھی

مقدس پولس ان ساری باتوں کو خوب سمجھتا تھا، اس لئے اس نے یہاں دیر تک قیام رکھا۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتا اور مسیحی زندگی میں تعمیر کرتا رہا۔ عام تحریک اچھی ہوتی ہے، بشرطیکہ ایمان لانے والوں کی اچھی خبرگیری کی جائے۔

ڈیڑھ سال کے بعد مقدس پولس نے محسوس کیا کہ وہ اب کہیں اور جا سکتا ہے۔ اگلی جگہ جہاں اُسے جانا تھا، افسس تھی۔ یہاں وہ تھوڑی دیر کے لئے رک سکا کیونکہ اُس کا ارادہ پہلے یروشلم جانے کا تھا۔

اگر ہم پولس کے اگلے سفر میں اُس کے نقش قدم پر چلیں جب وہ گلتیہ سے افسس کو آتا ہے (اعمال ۱۸: ۲۳ - ۱۹: ۱) تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا ہوگا کہ اپلوس جیسا قابل شخص کرنتھس کی کلیسیا کو مضبوط کرنے کے لئے گیا تھا۔ اس کے بعد آپ افسس میں اس کے کام کا بیان پڑھیے (۱۹ باب) وہاں وہ کرنتھس سے بھی زیادہ عرصہ یعنی دو سال اور تین ماہ تک ٹھہرا۔ اس عرصہ کے آخیر میں اُسے مختلف ذرائع سے یہ خبر موصول ہوئی کہ کرنتھس میں حالات بہت کچھ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ ان کو درست کرنے کے لئے اُس نے ایک خط لکھا جسے کرنتھیوں کا پہلا خط کہتے ہیں اور جوں جوں ہم اس خط کو پڑھتے ہیں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھس میں کیا کیا مشکلات تھیں۔

۱ کرنتھیوں کی ترتیب دیگر خطوط سے زیادہ آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے۔ کیونکہ اس خط میں مختلف معاملات اور سوالات ہیں جنہیں وہ یکے بعد دیگرے لیتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ دو قسم کے حصے ہیں (۱: - ۳۰) پولس رسول اس حقیقت

پر زور دیتا ہے کہ وہ پاک ہونے کے لئے بُلائے گئے ہیں اور یہی وہ بات تھی جسے وہ بھول چکے تھے۔

پولُس کی شکرگذاری، دُعا، کرنتھس کلیسیا کے رُوحانی جوش کے لئے ہے (۴-۹) وہ پہلے عقلمندی سے اُن کی اچھی باتوں کی تعریف کرتا ہے اور پھر اُن باتوں کے لئے ملامت کرتا ہے جو اُنہوں نے چھوڑ دی ہیں۔

جس کو پہلا زیرِ بحث مسئلہ یہ ہے کہ وہ پارٹیوں میں بٹے ہوئے ہیں بعض تو پولُس کو اپنا لیڈر مانتے ہیں، بعض اپلوس کو اور بعض کیفا (پطرس) کو۔ اور پارٹی بازی ایک ایسی چیز تھی جس میں یونانی لوگوں کے پھنسنے کا امکان تھا۔ چنانچہ پولُس اِن پر واضح کرتا ہے کہ مسیح کی کلیسیا میں ایسی چیز کا ہونا نامناسب ہے (۱:۱۰-۴ باب آخر تک) جب آپ اِن آیات کو پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس تفرقہ بازی کے اصل سبب تک پہنچتا ہے۔

اگلے حصے میں وہ زیادہ تر اُن سوالات کو بیان کرتا ہے جو شادی سے متعلق ہیں (۵ باب تا ۷ باب) یہ بھی ایک ایسی بات تھی جس میں کرنتھس کے شہریوں کے لئے مسیحی معیار سے گر جانے کا امکان تھا۔ وہ سرکاری عدالتوں میں غیرمسیحی منصفوں کے سامنے مقدمہ بازی کا گناہ بھی کرتے تھے جو شاید شادی ہی سے متعلق تھا (۶:۱-۱۱) پھر جوں جوں آپ اِس حصے کو پڑھتے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ نہ صرف معاملات کو حل کرتا اور سوالات کے جواب دیتا ہے اور ان معاملات کی تہ تک پہنچتا ہے تاکہ اُن کے محرکات کا پتہ لگا سکے۔

اِس سے اگلے حصے کا عنوان ہے بُتوں کی قربانی کی چیزوں کے متعلق (۸:۱-۱۱:۱) کرنتھس جیسے شہر میں کھانے پینے کی بہت سی ایسی چیزیں بکتی تھیں جو کسی نہ کسی دیوتا کی قربانی کی ہوتی تھیں۔ یہ سوال کہ کیا مسیحیوں کو یہ چیزیں کھانا چاہیئے یا نہیں، یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے وہ لوگ خوب واقف ہیں جو ہندوؤں میں رہتے ہیں۔ چنانچہ کرنتھس کے بہت سے مسیحیوں کی ضمیر پر یہ مسئلہ گویا ایک بوجھ بن رہا تھا۔ لہٰذا مقدس پولُس کو اس کے بارے میں مسیحی اصولوں کو تفصیلاً بیان کرنا پڑا۔

اگلے حصے کو مُقدس رسُول اِن کے خط کے ایک جملے کا اقتباس پیش کر کے شروع کرتا ہے۔ غالباً وہ جملہ یہ تھا کہ ہم سب باتوں میں تمہیں یاد رکھتے ہیں اور تمہاری روایتوں پر قائم ہیں۔ چنانچہ رسُول دو ایسی باتیں پیش کرتا ہے جن میں وہ اُس کی روایتوں پر قائم نہیں رہے تھے۔ اوّل عورتوں کا اجلاس میں رویہ اور دوم خداوند کی عشا کی یادگاری (۱۱:۲-۳۴) اس کے بعد وہ رُوحانی نعمتوں کے مسئلہ کو لیتا ہے۔ (۱۲ تا ۱۴ ابواب) کرنتھس کی کلیسیا رُوحانی جوش میں خاص طور پر مشہور تھی۔ بہت سے شُرکا میں یہ نعمت تھی کہ وہ عین وقت پر برجستہ دُعا مانگ سکتے تھے اور وجد آمیز تبلیغ بھی کر سکتے تھے جسے وہ نبوت کا نام دیتے تھے۔ یہ نعمتیں باقی نعمتوں سے ممتاز سمجھی جاتی تھیں اور اِن نعمتوں کے رکھنے والوں کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ کرنتھی لوگ مذہب میں جذباتی جوش کو بہت پسند کرتے تھے (اس کی مثال آج کل ہمارے مُلک میں پینتیکاسٹلز میں ملتی ہے) اس وقت کی تہ میں اُتر کر مقدس پولُس رسُول کو اس خط کا مشہور ترین باب لکھنے کی [illegible]

ہوتی ہے اَور یُوں اِس خط کا تیرھواں باب محبت کے بیان میں ہے۔

پھر وُہ ایک اَور سوال حل کرتا ہے جس کا ذکر اُس نے کسی قدر تفصیل میں کیا ہے۔ یہ مسئلہ مُردوں کی قیامت کا ہے۔ اِس کے متعلق وُہ مسیح کے جی اُٹھنے اَور ہمارے جی اُٹھنے کے باہمی گہرے تعلق کو دکھاتا ہے، (باب ۱۵)۔

ازاں بعد وُہ ایک ایسا معاملہ اِن کے سامنے پیش کرتا ہے جو آنے والے چند مہینوں میں اُس کی توجہ کا مرکز رہا یعنی غیر یہودی کلیسیاؤں سے یروشلم کے مسیحیوں کے لئے جنہیں وُہ مُقدسین کہتا ہے، چندہ فراہم کرنا (۱۶: ۱-۴) اِس سے آگے وُہ اپنے (۵: ۹) تموتھئیس اَور اپلوس کے (۱۰-۱۲) پروگرام کے متعلق کچھ بیان کرتا ہے۔ پھر اُس کا آخری پیغام (۱۳-۱۴) اَور اختتامیہ دُعا و سلام اَور دُرود ہے۔

یہ ایک عملی خط ہے۔ سارے معاملات اَور مسائل قریباً وُہی ہیں جو آج بھی ہمارے مُلک کی کلیسیا کے درپیش ہوتے ہیں۔ لیکن صرف رسُول کے اخذ کردہ نتائج ہی ہمارے لئے مُفید نہیں بلکہ وُہ طریقہ جس سے وُہ اِن مسائل کو حل کرتا ہے زیادہ مُفید ہے۔ اِس خط سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ کس طرح ہم اپنی مُشکلات کے بُنیادی اصُولات کی تہ تک پہنچنے سے اُن کا حل معلوم کر سکتے ہیں۔

کُرنتھیوں کے نام پولُس رسُول کا دُوسرا خط

پہلے خط سے مسائل و معاملات تو حل ہو گئے لیکن وُہ اِن میں دُرست مسیحی ذہنیت پیدا نہ کر سکا۔ ہر پاسبان جانتا ہے کہ اُس کی کلیسیا میں

وقتاً فوقتاً ایسے حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں جو محض فیصلوں سے سنبھالے نہیں جاتے چاہے وُہ فیصلے کتنے ہی راست اَور معقُول کیوں نہ ہوں تاہم اِس بات کی ضرُورت ہوتی ہے کہ پاسبان اپنے لوگوں کو بدی سے چھڑانے کے لئے کچھ کوفت برداشت کرے جیسے کہ مسیح نے اُس بدرُوح کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ قسم دُعا اَور روزے کے بغیر نکل نہیں سکتی۔

ایسی ہی کیفیت کُرنتھس میں تھی۔ یہ خط پڑھنے سے یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ رسُول بہ عجلت کُرنتھس میں حالات کچھ ٹھیک نہیں، وُہ وہاں جاتا ہے اَور دیکھتا ہے کہ وہاں کی فضا اِس قدر مکدر ہے کہ بعض لوگ نہ صرف اُس کی بات سُننے کو تیار نہیں بلکہ وُہ بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ افسس میں واپس آکر اُس نے اُنہیں ایک سخت خط لکھا اَور نتیجہ یہ ہُوا کہ رسُول کی دُعا اپنی کلیسیا کی دُعاؤں اَور کُرنتھس کے اُن ایمانداروں کی دُعاؤں سے جو ایمان میں قائم رہے تھے وُہ بہت کچھ سُدھر گئے۔ لیکن اِسی عرصہ میں افسس میں ہنگامہ ہو گیا۔ لہٰذا مُقدس پولُس کو اپنے دِل پر اِس بلوے کا بوجھ لئے ہُوئے مقدونیہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ یہ بڑا نازک وقت تھا لیکن اُس کی خُوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، جب ططس نے کُرنتھس سے آکر اُسے خبر دی کہ اب بلوے کی آگ بُجھ گئی ہے۔ رسُول کے اِس زمانہ کے احساسات اِس دُوسرے خط میں جو اُس نے اِنہی ایّام میں اُنہیں لکھا تھا، صاف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خط پہلے خط سے زیادہ جذباتی ہے جس سے ہمیں وُہ کشمکش جو اُس کے دِل میں جاری تھی، عیاں ہو جاتی ہے۔ اِس خط سے اُس کی وُہ بڑی محبت بھی نظر آتی ہے جو وُہ اِس

متعدی کلیسیا سے رکھتا تھا۔

لہٰذا مندرجہ بالا باتوں کے باعث اس خط کا تجزیہ کرنا پہلے خط کی نسبت مشکل ہے۔ اس میں رسُول ترتیب کو سوچے بغیر اپنے دلی خیالات کا اظہار شروع کر دیتا ہے تاہم میرے خیال کے مطابق رسُول پہلے خط کی طرح اس خط میں بھی ماضی سے مستقبل کی طرف چلتا ہے۔

دعوات نہایت مختصر ہیں (۱:۱-۲) لیکن دُعا بہت طویل ہے کیونکہ اس میں وُہ خُدا کے اُس عجیب و غریب طریق کا شکریہ ادا کرتا ہے، جس سے کہ اُس نے اُسے گذشتہ دُکھ میں سنبھالا تھا اور اِن کی دُعاؤں کا جواب دیا تھا (۲:۱۱)۔

سب سے پہلے رسُول کلیسیا کے ساتھ اُس تعلق کا ذکر کرتا ہے جو وُہ اس سے شروع سے رکھتا تھا (۱۲-۱۴) پھر وُہ اِن باتوں کا ذکر کرتا ہے جو اِن کی آخری ملاقات کے بعد واقع ہوئی تھیں۔ کیسے اُسے اپنی تجاویز بدلنا پڑیں اور کس طرح بعض اُس کے مقاصد کو غلط سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وُہ خود وہاں جانے کی بجائے اُنہیں یہ سخت چٹھی لکھتا ہے، کیونکہ وُہ ہر قیمت پر اِن شرمناک حالات سے بچنا چاہتا تھا جو اُس کی پچھلی ملاقات کے وقت رُونما ہُوئے تھے (۱:۱۵-۲:۴)

اس کے بعد وُہ تصوّر ہی میں اپنے اس خط کے پیچھے پیچھے کرنتھس پہنچتا ہے اور اُن خوشگوار اثرات کا ذکر کرتا ہے جو اس خط نے اُن پر کئے کہ خطا کاروں نے توبہ کی اور یہ کہ اُنہیں ایسے لوگوں کو معاف کرنا چاہیئے (۲:۵-۱۱)۔

ازاں بعد وُہ اپنی نقل و حرکت کا بیان چھیڑتا ہے کہ وُہ پہلے

ترو آس گیا اور پھر مقدونیہ گیا (۱۲-۱۴) اسی ذکر میں اُس کے ذہن میں اُن
دنوں کی تکالیف کا تصوّر تازہ ہوتا ہے اور وُہ نفسِ مضمون سے تجاوز
کر کے رسُولی منصب کی حقیقت بیان کرتا ہے اور ان دُکھوں کا چرچا
کرتا ہے جو رسُولی منصب سے وابستہ ہیں۔ ہم اسے تجاوز یا اختلاف
تو کہتے ہیں لیکن اصل میں پولُس رسُول کا یہ خاصہ ہے کہ وُہ بڑی اہم
باتوں کو اکثر بصورت اختلاف پیش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ
اس خط کی اہم ترین تعلیمات میں سے ہے کیونکہ کرنتھس میں بدامنی کی بیشتر
وجہ یہ تھی کہ وُہ لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ رسُول کون اور کیا ہوتا ہے؛
مذہبی اختلاف ایک پُرجوش اپیل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس میں وُہ
ان پر اپنی عظیم محبت منکشف کرتا ہے (۲:۱۴-۷:۴)

اب وُہ واقعات کے سلسلہ کو بیان کرتے ہُوئے یہاں تک
پہنچتا ہے کہ کس طرح طیطُس کے آنے سے اُس کا غم خوشی میں تبدیل
ہو گیا اور وُہ طیطُس کی زبان سے اُس تبدیلی کا تذکرہ سُن کر جو
کرنتھس کلیسیا میں آئی اپنے احساسات کا اظہار کرتا ہے (۷:۵-۱۶)

اس کے بعد موجودہ باتوں کا ذکر کرتا ہے۔ پھر اگلے دو ابواب
میں وُہ اپنی دلی اہم بات یعنی یروشلم کے لئے چندہ اکٹھا کرنا پیش
کرتا ہے۔ چونکہ کرنتھس میں بدامنی کے سبب چندے کی فراہمی کا
انتظام کچھ درہم برہم ہو چکا تھا اور پولُس کی یہ بڑی خواہش ہے
کہ اس کی فراہمی کا پھر سے معقول بندوبست کرے۔ چندے کے
بیان کو پڑھتے وقت آپ دیکھیں گے کہ کس دانائی سے پولُس اس
مسئلہ کو نبھاتا ہے۔ شروع میں وُہ اس ترقی کو بیان کرتا ہے جو

مقدونیہ میں بھی ططس اور دو اور گمنام بھائیوں نے وہاں چندہ جمع کرنے کا بندوبست کیا اور پھر وہ بڑے خوبصورت انداز میں سخاوت کی خوبی کو پیش کرتا ہے (۸-۹ ابواب)۔

اس کے بعد خط کا گویا بڑا حصہ آتا ہے (۱۰-۱۳ ابواب) کرنتھس کی کلیسیا کے نظریات میں یقیناً ایک بڑی تبدیلی آ چکی تھی اور مقدس پولس بڑی دانائی سے اس تبدیلی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی اصول پر کاربند ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی خامیاں بیان کرنے سے پیشتر اُن کی خوبیوں کی تعریف کرتا ہے (اس میں ہمیں بھی اُس کی پیروی کرنا چاہئے) لیکن توبہ کے کارِ نیک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر اور شیطان کے پھیرا جانے کے خطرہ کی آگاہی کے لئے پولس رسول انہیں اپنی آئندہ ملاقات سے پیشتر بعض سخت باتیں کہتا ہے۔ چنانچہ اس خط کے آخری چار ابواب اتنے سخت ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی پہلے کا سخت خط تھا جو اس خط سے پیوست کر دیا گیا ہے لیکن اس خیال کے لئے کوئی معقول اسباب نہیں ملتے مگر ان ابواب کے اسی خط کا حصہ ہونے کے متعلق اسباب موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ میرے ساتھ اس بات میں متفق ہوں گے کہ کرنتھس کی کلیسیا کے دل اس خط سے ضرور ہل گئے ہوں گے۔

یہ خطوط جو کرنتھیوں کے نام پر لکھے گئے، حقیقت میں مسیحی خدمت کے نقشے ہیں۔ ایک خط دوسرے کی تکمیل ہے۔ پہلا خط یہ بتاتا ہے کہ مسیحی زندگی کے مسائل کو کیسے حل کرنا ہے اور دوسرا خط یہ بتاتا ہے کہ دشمنوں کو بچانے کے لئے ابلیس کے ساتھ کس طرح جنگ جاری رکھنا ہے۔

آٹھواں باب

رومیوں کے نام خط

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب مقدس پولس رسول ابھی افسس میں ہی تھا اور ٹھہرا نہیں ہوا تھا تو وہ آئندہ کام کی تجاویز سوچ رہا تھا (اعمال ۱۹: ۲۱) اس کا فوری کام یہ تھا کہ وہ مقدونیہ اور اخیہ کی کلیسیاؤں میں جائے اور اس کے بعد غریبوں کے لئے جمع شدہ چندہ لے کر یروشلم جائے تاکہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ آزادی سے دیگر کلیسیاؤں کی طرف توجہ دے سکے۔ ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ وہ اپنا مشنری کام حکومت کی صوبائی تنظیم کے مطابق کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لہٰذا قدرتی طور پر اُس کی یہ خواہش تھی کہ وہ حکومت کے صدر مقام روما کو بھی دیکھے۔

لیکن کرنتھس اور افسس کی مانند روما کوئی نئی جگہ نہیں تھی۔ وہاں انجیل کافی عرصہ پہلے شاید رومی مسافروں کے وسیلے جو پنتکست کے دن حاضر تھے پہنچ چکی تھی (اعمال ۲: ۱۰) شاید اسی عرصہ میں کئی مسیحی کاروباری سلسلہ میں اس صدر مقام میں گئے ہوں گے یا شاید پرانی روایت کے مطابق مقدس پطرس وہاں گیا ہو گا (دیکھئے صفحہ ۸۶) بہرحال مقدس پولس کا کام یہاں دوسری جگہوں کی مانند بالکل نیا نہیں تھا بلکہ مسیحیوں کی جماعت وہاں پہلے ہی موجود تھی۔

تاہم اُس نے محسوس کیا کہ اُسے رُوما میں نہ صرف یہ تکلیف ہوگی کہ
وُہ وہاں خود اجنبی ثابت ہوگا بلکہ یہ کہ پُرانے کام میں نئی زندگی ڈالنے
سے عوام میں عدم اعتماد کا احتمال بھی ہوگا۔ اُسے یہ بھی فکر تھی کہ
وُہ یہودی مسائل مسیحی جو غیر یہودیوں کو کلیسیا میں شامل کرنے کی
مخالفت کرتے تھے شاید اُس کی تعلیمات کی مخالفت بھی کرتے ہوں
گے جس سے شاید رُوما کے بعض لوگوں کے دل میں اُس کے متعلق
غلط خیال ہوں گے۔ چنانچہ اُس نے یہ خط کرنتھس سے لکھا (اعمال ۲:۲۰)
تاکہ یہ خط لوگوں کو اُس کی آمد کے لئے تیار کر دے اور اُس کی تعلیمات
کے بارے میں تمام غلط فہمیاں دُور کر دے۔ لہٰذا وُہ اس خط میں
دو باتیں کرتا ہے:۔

اوّل:۔ وُہ بڑی دانائی سے رُوما آنے کا مطلب اور مقصد بیان
کرتا ہے۔

دوم:۔ وُہ اس خوشخبری کا بیان سلسلہ وار کرتا ہے، جسے وُہ سُناتا
ہے۔ اس لئے رُومیوں کا یہ خط ایک ایسا خط ہے جس میں
علم الٰہیات کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس خط کے مطالعہ کے
لئے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے ہم اسے ایک خط کی حقیقت سے اور
پھر ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حصّہ تمہیدات سارے خطوط سے طویل ہے (۱:۱-۷) اور ان
خیالات سے معمور ہے جو آئندہ اوراق پر ظاہر ہوتے ہیں یعنی
رسُول کا اپنا رسُولی اختیار، نوشتوں کا پورا ہونا، جی اُٹھے ہوئے
مسیح کی قدرت، ایمان کی تابعداری، پاکیزگی کے لئے بلاہٹ، خط کے

باقی مضامین اسی دعوائی حصّے میں صاف نظر آتے ہیں۔ یہ قابلِ غور
بات ہے کہ وُہ اپنے قارئین کو رُوما کی کلیسیا کے نام سے نامزد
نہیں کرتا۔ چنانچہ غیر معمولی بات ثابت کرتی ہے کہ رُوما کے مسیحی
ابھی تک ایک باقاعدہ کلیسیائی انتظام کے مطابق منظم نہیں ہوئے تھے
بلکہ وُہ ایمانداروں کے مختلف گروہ تھے جو اس بڑے شہر کے محلوں میں
الگ الگ مختلف گھروں میں جمع ہُوا کرتے تھے۔ (۱۶: ۵، ۱۴، ۱۵)

پھر حسبِ معمول دُعائیہ حصّہ آتا ہے (۱: ۸-۱۵) جس میں وُہ اس
بات کا شکر کرتا ہے کہ اِن کی جو کمیاں تنظیم میں ہیں وُہ ایمان میں پوری
ہو گئی ہیں اور اسی دُعا میں وُہ ان کے پاس جانے کے خیال کو بھی
پیش کرتا ہے اور بڑی دانائی سے کہتا ہے کہ جتنا فائدہ اُن کو
اُسے ملنے سے ہوگا، اُتنا ہی فائدہ اُس کو اُنہیں ملنے سے ہوگا لیکن
وُہ یہ بات بڑی صفائی سے بیان کر دیتا ہے کہ وُہ ایک عام ملاقاتی
کی حیثیت سے نہیں بلکہ رسولی حیثیت سے ایک خاص کام کے
لئے آئے گا، اور غالباً یہ کام یہودی عبادت خانہ میں انجیل سنانا
تھا جیسا کہ وُہ دیگر جگہوں میں بھی کرتا تھا تاکہ یہودیوں اور غیر اقوام
میں خوشخبری کی تحریک جاری کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے
پہلے ایسی تحریک رُوما میں کبھی نہیں چلی تھی کیونکہ جب پولُس وہاں
گیا تو اُس نے دیکھا کہ مسیحیوں کے متعلق یہودی کچھ بھی نہیں جانتے
تھے (اعمال ۲۸: ۱۷-۲۲) پہلے باب کی پندرھویں آیت میں جب
وُہ خوشخبری کا ذکر کرتا ہے تو اسی تذکرے میں وُہ علم الٰہیات کے
مسائل شروع کر دیتا ہے جنہیں ہم یہاں فی الحال نظرانداز کرنے

بڑی مشکل کو حل کرتی ہے کہ خُدا کے ساتھ انسان کے تعلقات کس طرح درست ہو سکتے ہیں۔

۳۔ کہ خُدا کے مکاشفہ کا ردِ عمل انسان کا ایمان ہے۔ یہ محض ذہنی رضامندی نہیں بلکہ خُدا پر کامل بھروسہ رکھنا ہے۔

۴۔ کہ راستباز ایمان ہی سے جیتا رہے گا۔ خُدا کے ساتھ اپنے تعلقات درست کرنے کا نتیجہ زندگی ہے۔

۵۔ راستبازی بنی نوع انسان کے لئے ہے لیکن یہودی کے لئے خُدا کے انتظام میں خاص جگہ ہے: "پہلے یہودی"۔

اس دلیل کی بڑی بڑی سُرخیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ خُدا کے غضب کا اظہار ۱: ۱۸-۲۰

۲۔ خُدا کی راستبازی کا اظہار ۳: ۲۱-۴ باب کے آخر تک

۳۔ مسیح میں زندگی ۵ تا ۸ ابواب

۴۔ یہودی اور غیر یہودی کا مسئلہ ۹ تا ۱۱ ابواب

۵۔ خصائل و عادات کا زندگی میں ظہور ۱۲: ۱ - ۱۵: ۱۳

اس دلیل کی تفصیلات بہت پیچیدہ ہیں۔ لیکن اگر ہم اسے یُوں سمجھیں کہ یہ تفصیلات ایک بڑے دریا کے معاونوں کی طرح ہیں تو ہمیں سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ مقدس پولُس بظاہر تو نفسِ مضمون کی پیروی کرتا ہے، لیکن کبھی کبھی اچانک کسی اَور مضمون کی طرف نکل جاتا ہے۔ یہ خیال کرنے سے وُہ گویا معاون کو اُس کے منبع سے جا پکڑتا ہے اور پھر فوراً اُسے واپس بڑے دریا میں لے آتا ہے جس سے اصل دریا میں پانی کا زور پیدا ہوتا ہے۔ ہم چھوٹی چھوٹی تفصیلات کو بعد

میں مطالعہ کریں گے۔ لیکن ابھی بڑی بڑی سُرخیوں پر غور کریں:-

(۱) **خُدا کے غضب کا اظہار**:- گویا خُدا کی راستبازی کا ایک پہلو ہے۔ خُدا ئے راستباز کا گناہ کے ساتھ سوائے غضب کے اَور کوئی سلوک نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے مقدس رسُول برگشتہ انسان کی یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ وُہ گناہ کی دلدل میں گہرا دھنستا جاتا ہے (۱: ۱۸ - ۳۲) یہ بیان پیدائش کے اُس بیان کی گویا ایک اصُولی تفسیر ہے جس میں آدم تا ابرہام تک انسانی تواریخ مندرج ہے (پیدائش ۳ تا ۱۱ باب)۔ پھر الزام لگانے والے کی طرف رجُوع ہوتا ہے (۲: ۱-۱۶) ہمیں اپنی زبان میں ایسے شخص کو ماہرِ اخلاقیات کہنا چاہیئے، کیونکہ وُہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ وُہ سمجھتا ہے کہ ایسی اخلاقی ہدایت ہی سے اخلاقیات پر عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا شخص عملی طور پر مایُوس کُن ثابت ہوتا ہے۔ وُہ تو خُود بھی اپنی ہدایات کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا۔ خُدا انسان کو اُس کے وعظ سے نہیں بلکہ اعمال سے پرکھتا ہے۔ پھر رسُول یہُودی کی طرف آتا ہے (۲: ۱۷-۲۹) جو راستبازی کے لئے دینی قواعد پر تکیہ کرتا ہے۔ یہ بھی اخلاقی شخص سے کسی صُورت میں بہتر نہیں کیونکہ وُہ بھی دینی قواعد سے نہیں بلکہ اعمال سے پرکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد وُہ بعض ممکن اعتراضات کا جواب دیتا ہے (۳: ۱-۹) جن کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف خُدا ہی اکیلا راست ہے اَور باقی سب گنہگار ہیں اَور پھر وُہ اس کا نچوڑ زبُور کی کتاب سے اقتباسات کے ذریعے پیش کرتا ہے (۳: ۱۰-۱۸) کہ دینی قواعد کی پیروی کرنے اَور عہدِ عتیق کی شریعت پر عمل کرنے اَور خواہ کچھ بھی کرنے سے انسان خُدا کے ساتھ اپنے تعلقات درست

نہیں کر سکتا کیونکہ شریعت صرف یہ کر سکتی ہے کہ انسان پر اُس کی غلطی کو
ظاہر کرے (۳: ۱۹-۲۰)۔

(۲) اب پولُس ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے کہ وہ خدا کی راستبازی کے
انکشاف کو بیان کرتا ہے جو کہ خدا یسوع مسیح کے وسیلہ سے اور [illegible]
کے ذریعہ موت میں ظاہر ہوتی ہے [illegible] ایمان حاصل کرتا ہے مطلب
یہ کہ خدا ایمان لانے والے کو راستباز شمار کر لیتا ہے اور یہ عمل [illegible] روحانی
کی ضرورت ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ گنہگار ایمان لانے سے خدا
کے ساتھ راستبازی میں بحال ہو جاتا ہے (۳: ۲۱-۳۱) حقیقت میں
یہی وہ مضمون ہے [illegible] خیال بھی ہے کہ اسی فضل میں سارا عہدِ عتیق
پورا ہوتا ہے جو شریعت اور انبیا اس کے گواہ ہیں۔ اسی دلیل سے
وہ اس میں ایک جو تھے اب بھی داخل ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولُس ابراہام کا ذکر چھوڑنے سے [illegible]
[illegible] کی طرف چلا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ
ایک صاحبِ ایمان کی عمدہ مثال نکال رہا ہے۔ وہ ثابت کرنا
چاہتا ہے کہ عہدِ عتیق اس اصول کی گواہی دیتا ہے کہ انسان ایمان
ہی سے صادق ٹھہرتا ہے۔ یہی دلیل وہ گلتیوں میں بھی مختصراً بیان
کر چکا ہے۔

(۳) اب پولُس مسیح میں زندگی کا تصور [illegible] پیش کرتا ہے۔
(۵: ۱-۱۱) کو [illegible] زندگی کا ابتدائی دور [illegible] ہے
جس میں [illegible] ایمان [illegible] اسی کے ساتھ صبر [illegible]
بھی شامل ہے اور محبت کو پاک روح کی قوت کے وسیلے [illegible]

گزرتے ہوئے مصیبتوں اور تکلیفوں میں بڑھتا ہے۔

اس سے آگے پولُس اس زندگی کو زیادہ تفصیل کر بیان کرتا ہے
لیکن پہلے تمام ان چھوٹے چھوٹے معاون خیالات کو اکٹھا کریں جو بڑے
خیالات کو تقویت دیتے ہیں۔

(الف) پولُس سب سے پہلے آدم کا، جو کہ برگشتہ انسان کا سرچشمہ ہے،
مسیح کا، جو مخلصی یافتہ انسان کا سر ہے، باہمی مقابلہ کرتا ہے (۵: [illegible])
مسیح میں زندگی، آدم میں موت کے بالمقابل پیش کی گئی ہے۔

(ب) حجت یہ پیش ہے کہ جس قدر گناہ زیادہ ہو اُسی قدر فضل زیادہ
ہوتا ہے۔ اس کا جواب پولُس یہ دیتا ہے کہ بپتسمہ کے ذریعہ ہم مسیح
کے ساتھ مر گئے لہٰذا ہمارے گناہ ہم سے جدا ہو گئے اور اب جو
ہم جیتے ہیں تو اس کے ساتھ جی اُٹھنے کی زندگی جیتے ہیں اور گناہ
کی اس زندگی سے کوئی مطابقت نہیں (۶: ۱-۱۴) گناہ میں ہماری
زندگی کی تصویر زیادہ مشہود ہوتی جاتی ہے۔

(ج) ایک اور حجت پیش کی جاتی ہے کہ اب اگر ہم شریعت کے ماتحت
نہیں [illegible] تو گناہ نہیں ہوگا (۶: ۱۵) اس کا جواب [illegible] تمثیلیں
سے دیا گیا ہے۔

اوّل۔ نوکروں کی تمثیل (۶: ۱۶-۲۳) [illegible] پہلے گناہ کے غلام تھے لیکن اب
مسیح کے غلام ہو گئے ہیں [illegible] ہم اس کے [illegible] غلامی حقیقی
آزادی ہے [illegible] ہوتی ہے اور
اس کا پھل ہمیشہ کی زندگی ہے۔

دوم عورت کی تمثیل [illegible] ہے (۷: ۱-۶) [illegible] موت [illegible]

کے بندھن سے آزاد کر سکتی ہے اور اُسے دُوسری شادی کا حق دے سکتی
ہے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے پُرانے خاوند گناہ کے اعتبار سے مر گئے ہیں
تاکہ ہم مسیح سے مل جائیں۔ پُرانے عہد میں ہم شریعت کے احکام کے مطابق
زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کا انجام موت تھا لیکن مسیح
کے ساتھ میل کرنے میں ہم نئے طور سے رُوح کی زندگی گزارتے ہیں۔
(د) ایک اور اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ اگر شریعت ہماری حالت کو
خراب کرتی ہے تو کیا شریعت گناہ ہے؟ (۷:۷) اس کے جواب میں
رسُول اپنا شخصی تجربہ پیش کرتا ہے (۷:۷-۸:۱۱) پولس رسُول بتاتا
ہے کہ انسان کس طرح گناہ کرنا شروع کرتا ہے اور کیسے شریعت اس
میں گناہ کی خواہش پیدا کرکے نافرمانی کی طرف اور راغب کرتی ہے۔ اسی
مضمون سے جسم کی زندگی اور رُوح کی زندگی کا مقابلہ نکل آتا ہے
جس میں پاک رُوح کا کام بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ اب اس آخری
معاون دلیل سے وہ عین اپنے مرکزی مضمون یعنی "مسیح میں زندگی" کی طرف
پھر واپس آ جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ آتا ہے سمجھنا مشکل ہے،
کیونکہ یہاں پولس کے خیالات بڑے گہرے ہیں۔ یہاں پولس مسیحی زندگی
میں مصیبتوں کے درجہ کا بیان کرتا ہے اور اس سے وہ اُمید یعنی مستقبل
کو کامل بھروسے کے ساتھ گرمجوشی سے تکنے کے موضوع کو پیش کرتا
ہے (۱۸-۲۵) وہ مزید بیان کرتا ہے کہ پاک رُوح ہمیں اکساتا ہے
اور دُعا مانگنا سکھاتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر رسُول یہ بتاتا ہے کہ
نجات اوّل تا آخر خدا کا مقصد اور خدا ہی کا کام ہے (۲۶-۳۰) اس
کے بعد رسُول کا دل خدا کی اُس محبت سے لبریز معلوم ہوتا ہے

جو مسیح یسُوع میں ظاہر ہُوئی اور وہ اس محبت کی فتح پر پُورا بھروسہ رکھ
کر مستقبل کو تکتے ہُوئے اس حصّے کو ختم کر دیتا ہے (۳۱-۳۹)۔
(۴) یہاں مُقدس پولس رسُول ایک طویل اختلاف کی طرف چلا جاتا ہے
اور یہ اُس مسئلہ کا حل تھا جو اُسے سب سے زیادہ متفکر کئے ہُوئے تھا یعنی
یہ کہ غیر یہُودیوں کو انجیل سُنانے میں خدا کی چنیدہ قوم بنی اسرائیل کو کیوں رد
کیا گیا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھنے میں جو جدوجہد کرتا ہے، اُس سے
بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو اس سے پہلے ابواب کی بحث سے نکلا کہ "خدا
نے سب کو نافرمانی میں گرفتار ہونے دیا تاکہ سب پر رحم فرمائے" (۱۱:۳۲)۔
پھر رسُول حمد و ستائش کے جُملے کہتا ہے جو نہ صرف خدا کی حکمت کے
سلسلہ میں اُس کا ایمان ظاہر کرتے ہیں بلکہ اختلافی بحث کو خط کے مرکزی
خیال میں لوٹا لاتے ہیں (۱۱:۳۳-۳۶)۔
(۵) عادات و خصائل میں زندگی کا اظہار:- یہاں تک تو مقدس
پولس رسُول ہمارے سامنے مندرجہ ذیل باتیں پیش کرتا ہے:-
ناراستی کی حالت جس میں سے ہم آئے ہیں۔ ایمان سے راستبازی کی
حالت میں داخل ہونا، بتدریج پاک ہوتے جانے کی زندگی اور خدا کا
عجیب و غریب انتظام۔
اب وہ اُن راست خصائل کا بیان کرتا ہے جو خدا کے ساتھ اس نئے
رشتہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا لفظ "اس لئے" اس حصّے کو پہلے
حصّے سے وابستہ کرتا ہے۔ یہ بڑا اہم لفظ ہے کیونکہ یہ اس بات کو واضح
کر دیتا ہے کہ خصائل کی راستی خدا کے ساتھ راست ہونے کا پھل ہے
اور یہ یہُودی مائل لوگوں کی تعلیم کے بالکل اُلٹ ہے جو یہ کہتے تھے کہ

واسطہ خصائل سے خُدا کے ساتھ راستی ہوتی ہے۔ رسُول نے اس حصّہ کے پیروؤں کو امتیازی رنگ میں پیش کیا ہے۔

(الف) عام اصُول یہ پیش کیا گیا ہے کہ ساری مسیحی زندگی یہ ہے کہ اپنے آپ کو خُدا کی مرضی کے تابع کر دیا جائے اور یہ گویا ایک لگاتار عبادت ہے (۱۲: ۱-۲)۔

(ب) مسیحی خصائل کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے (۱۲: ۳-۲۱) آپ اس بات پر غور کریں کہ ہر ایک بات جو رسُول کہتا ہے اناجیل کے کسی بھی مانوس حصے پر مبنی ہے اور رسُول کے الفاظ کی تہہ میں مسیح کے الفاظ نظر آتے ہیں (مقابلہ کیجئے ا پطرس ۔ دیکھئے صفحہ ۹۸)۔

(ج) وہ ایک ایسے سوال پر تفصیلاً بحث کرتا ہے جو کلیسیا میں رومی حکومت کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ زیادہ اہم ہوتا جاتا تھا یعنی یہ کہ کلیسیا کا حکومت کے ساتھ واسطہ کیا ہے (۱۳: ۱-۷)۔

(د) اس بارے میں رسُول پڑوسی سے محبت رکھنے کے عام اصُول پر گوہر افشانی کرتا ہے اور بیداری کی نصیحت کرتا ہے (۸-۱۴) اور ہم ایک دفعہ پھر محسوس کرتے ہیں کہ ان دو آخری پیروں کے الفاظ میں خُداوند کے الفاظ یاد دلاتے ہیں۔

(ہ) وہ سوال جو اکثر تصنیف ۸ تا ۱۱ ابواب میں رسُول کے مدِنظر تھا کہ ہم کمزور بھائیوں کے شکوک کی برداشت کریں یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (۱۴: ۱-۱۵: ۷) یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو ہر اس کلیسیا میں پیدا ہو سکتا تھا جس میں یہودی اور غیر یہودی اکٹھے رہتے تھے۔ مقدس پولُس اپنے اختلافی خیال کو ایک دفعہ پھر نئے مضمون میں

واپس لے آتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ غیر یہودیوں کو خوشخبری سنانے میں خُدا کا جلال ہے (۱۵: ۸-۱۳) پھر دُعا کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

(۳) یہ دُعا اس کے مشکلاتِ الفہم کا نچوڑ ہے اور یہیں سے وہ پھر اصل خط پر آجاتا ہے۔

خط کے اختتام پر بعد کا تحریر کردہ حصّہ ہے جسے رسُول نے غالباً اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جیسا کہ گلتیوں کے خط کے آخر میں مرقوم ہے۔ یہ تحریر ایک حمد ہے جو کہ خط کو نہایت موزوں اور خوبصورت انداز میں ختم کرتی ہے (۱۶: ۲۵-۲۷)۔

نواں باب

اسیری کے زمانہ کے خط

اس حصہ میں پولُس رسُول کے وہ خطوط ہیں جو اُس نے رومہ میں اپنی اسیری کے زمانہ میں لکھے تھے۔ اِن کا ذکر اعمال کے آخری باب میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِن خطوط کا پس منظر بھی اعمال کی کتاب ہے لیکن وُہ اتنے مفصّل نہیں جتنے پہلے خطوط تھے۔

فلپیوں کے نام پولُس رسُول کا خط

فلپیوں کی کلیسیا کے قائم ہونے کا بیان اعمال کے سولھویں باب میں ملتا ہے اَور لدیہ جیسی معتقد ہو جانے کا حال ۶-۱:۲۰ تک ہے۔ یہ خط اُسی کلیسیا کا کئی سال بعد کا حال بتاتا ہے۔ پہلے خطوط پولُس نے شاید اس لئے لکھے تھے کہ وُہ فکرمند تھا (تھسلنیکیوں) یا شاید اِن میں کچھ غلطیاں تھیں (کرنتھیوں)، یا شاید خاص تعلیم دینے کے لئے (رومیوں)، لیکن یہ خط صرف اِن کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کرنے اَور اپنی خیروخبر دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسُول کے دل میں اِن کی مہربانی کا خیال آیا تو اُس کا دل شکرگزاری سے بے شمار خیالات سے معمور تھا۔ یہ خط سب سے سادہ اَور خالص خوشی کی رُوح سے لکھا گیا تھا۔ اس خط سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی کلیسیاؤں میں

خوشی کی زندگی تھی۔ وُہ اکثر آپس میں خوش رہتے تھے اَور یہی خوشی ایک ایسا راز تھا جس سے مسیح کی خوشخبری دل کش ثابت ہوتی تھی۔ غالباً یہ خط پولُس کی اسیری کے آخری ایام میں لکھا گیا تھا چنانچہ اس خط سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رسُول نے اپنے اسیری کے ایام کیسے گذارے اَور کس طرح وُہ اِن موقعوں سے فائدہ اُٹھاتا تھا۔

یہاں تمہید سلیک بہت مختصر سی ہے (۱:۱-۲) آپ دیکھیں گے کہ چونکہ یہاں پولُس رسُول کو اپنا رسُولی اختیار جتانے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے وُہ اپنا ذکر رسُول کے مطابق نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو مسیح کا اسیر کہتا ہے۔ وُہ کلیسیا کو بھی کلیسیا کی حیثیت سے نہیں بلکہ مقدسین، پاسبان اَور بزرگان کی حیثیت سے خطاب کرتا ہے۔

دُعائیہ حصہ (۳-۱۱) اِن کی رفاقت کا شکریہ اَور مسیحی زندگی میں اُن کی ترقی کے لئے دُعا ہے اَور اس کی دُعا کا مقصد صرف یہ ہے کہ وُہ کامل بنیں۔ یہاں ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اُس کی رسُولی محنت دُعائیہ زندگی پر منحصر ہے۔

اِس کے بعد وُہ اُنہیں اپنی خبر دیتا ہے کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اس کی اسیری ایک بھاری صدمہ اَور اس کے کام میں رکاوٹ کا باعث ہے لیکن رسُول اُنہیں بتاتا ہے کہ نہ تو یہ صدمہ ہے اَور نہ ہی کسی طرح کی رکاوٹ ہے، کیونکہ اسیری میں اُسے ایک ایسی جگہ میں منادی کرنے کا موقع ملا ہے جہاں آزاد انسان کی حیثیت سے پہنچنا ناممکن تھا یعنی قیصر کے گھرانے میں جہاں کہ قصرِ شاہی کے پاس بہت سے سپاہی، منشی، نوکر اَور دیگر ملازمین جمع رہتے تھے۔ پولُس رسُول اپنے کرائے کے گھر میں رہتا تھا، لیکن وہاں ایک سپاہی ہر وقت پہرے پر متعین رہتا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے سپاہیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لیے۔ لہٰذا بہت جلد اس عجیب و غریب قیدی کی خبر پھیل گئی۔ قیدی اُنھوں نے اس کی گرفتاری کے کام سے رُومی کلیسیا میں اور بھی زیادہ کام کرنے کی رُوح پھونک دی (۱۲-۱۴)۔

ایک اور موضوع بھی تھا۔ بعض لوگ خوشخبری کے کام کو دھڑہ بندی اور مقابلہ بازی کی رُوح میں کرتے تھے۔ مگر پولس رسول اس طریقِ کار سے مایوس نہیں ہوتا بلکہ اسے اور زیادہ خوشی منانے کی تحریک حاصل ہوتی ہے (۱۵-۲۰)۔

یہاں سے اُس کے دل میں اپنے مقدمہ کا خیال آتا ہے کہ کیا وہ بری ہو گا یا حوالۂ موت کیا جائے گا۔ وہ اِن دو امکانات کا موازنہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ وہ اِن کی خاطر رہا کر دیا جائے گا اور وہ اُنھیں ملنے کو آئے گا (۲۰-۲۶)۔ اس کی واحد فکر یہ ہے کہ وہ اپنی آزمائش میں قائم رہیں۔ (۲۷-۲۹)۔

اب وہ ایک ایسی بات کا ذکر کرتا ہے جس کا اُسے بہت خیال ہے یعنی اتفاق۔ اور وہ بتاتا ہے کہ باہمی اتفاق کے لئے درست شعور اور درست نظریۂ زندگی کا ہونا یعنی ویسا ہی مزاج رکھنا جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا، نہایت ضروری ہے۔ اس ذکر سے اتفاقاً تجسّم کا مضمون شروع ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسا بیان ہے جس میں تجسّم کا عجیب بھید منکشف کیا گیا ہے (۲:۱-۱۱)۔ اس کے بعد وہ مسیحی زندگی کے اور کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور پھر مسیحی خوشی کے خیال کی طرف لوٹ آتا ہے (۱۲-۱۸)۔

اب وہ اپنی تجاویز بیان کرتا ہے۔ اُس کا ارادہ ہے کہ تیمتھیُس کو

اُن کے پاس بھیجے لیکن جب تک تیمتھیُس نہ جا سکے وہ اِپفرودِتُس کو بھیج رہا ہے۔ اس شخص کے متعلق پولس صرف یہ بتاتا ہے کہ وہ اُس کا ہم لشکری ہے اور صحت کی خرابی کی وجہ سے واپس بھیجا جاتا ہے اور رسول نصیحت کرتا ہے کہ اُس کی مایوسیوں میں اُس کی دلجوئی کی جائے، (۱۹-۳۰)۔

اگلا حصہ لفظ 'پس' سے شروع ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس خط بند کرنے لگا ہے لیکن خط تو کہیں دُور جا کر ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد بھی 'پس' آتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولس رسول کا یہ انداز ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی دوست کو الوداع کہے اور پھر کوئی اور بات اُسے یاد آ جاتی ہے۔ یہودی مائل مسیحی ابھی تک کلیسیا میں ہی پولس کی مخالفت پھیلا رہے تھے۔ چنانچہ فلپیوں کے انتباہ کے لئے وہ اختلاف کی باتوں کو تجویز کے طور پر بیان کرتا ہے اور قریب قریب وہی کچھ کہتا ہے جو رومیوں اور گلتیوں کو کہا تھا۔ لیکن یہاں نئے ڈھنگ سے کہا گیا ہے (باب ۳)۔ اس بیان میں وہ اپنی زندگی پیش کرتا ہے یہ پیراگراف پولس کی اپنی کہانی کا اس خط میں ایک نادر حصہ ہے جس سے ہمیں رسول کی رُوحانی زندگی کے راز معلوم ہوتے ہیں۔

پھر وہ اپنی دلی محبت سے اُنھیں نصیحت کرتا ہے اور خاص کر دو عورتوں کا ذکر کرتا ہے جو مل کر کام نہ کر سکتی تھیں۔ اس کے بعد رسول مزید نصیحت دیتا ہے (۴:۱-۹)۔

آخری پیرے میں اس خط کے لکھے جانے کا سب سے بڑا سبب بیان کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اُنھوں نے اِپفرودِتُس کے ہاتھ اُسے مالی امداد بھیجی ہے

جس کے لئے رسُول شکرگزار ہے۔ اس سے قبل وُہ دیگر باتوں میں اِتنا محو تھا کہ اُسے آخری دو "لیس" کے بعد اس کا خیال آیا۔ وُہ بڑی متانت سے شکریہ ادا کرتا ہے اَور ساتھ ہی اُنہیں بتاتا ہے کہ اب وُہ اَور مدد کا حاجت مند نہیں۔ وُہ خیرات کے دیگر بلند کاموں کی طرف اِن کی توجہ دلاتا ہے۔

افسیوں کے نام پولُس رسُول کا خط

افسیوں اَور کلسیوں کے خطوط ایک ہی وقت میں لکھے گئے تھے اَور ایک ہی قاصد بنام تخِکس کے ہاتھ بھیجے گئے تھے جو کہ رُوم سے ایشیا جا رہا تھا۔ اُس کے ساتھ بھاگا ہُوا غلام پولُس کی چِٹھی لے کر اپنے مالک فلیمون کے پاس واپس جا رہا تھا۔ ہم یقینی طور سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ دو خط فلپیوں سے پہلے یا بعد میں لکھے گئے۔ بہرحال اِن کی تحریر کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ پولُس کا خیال تھا کہ اُس کی رہائی قریب ہے۔

اگر آپ انگریزی کی ریوائزڈ ورشن دیکھیں تو حاشیہ کے نوٹ سے معلوم ہو گا کہ بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ الفاظ "افسس میں" جو پہلی آیت میں آئے ہیں بعض پُرانے نسخوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس سے ہماری توجہ خط کے ایک اہم نکتہ کو سمجھنے کی طرف مبذول ہوتی ہے کہ یہ نہ صرف افسیوں کے لئے لکھا گیا بلکہ دُوسری کلیساؤں کے لئے بھی تھا۔ غرض یہ تھی کہ اس خط کی نقول تیار کی جائیں اَور جس کلیسیا کو بھیجنے کی ضرورت ہو اُس کا نام درج کر لیا جائے۔ اس سے ہمیں لودیکیہ کی کلیسیا کے نام کے خط کا بیان مل جاتا ہے، جسے کلسیوں نے بھی پڑھا (کلسی ۴: ۱۶) یہ خط افسیوں کے خط کی نقل تھی جو لودیکیہ کے آس پڑوس کی کلیساؤں کو بھیجی گئی تھی۔ یہی وجہ

ہے کہ خط کے آخر میں کوئی شخصی سلام دُعا نہیں ملتی۔ کیونکہ ایک گشتی چِٹھی میں ایسی علیک سلیک موزوں معلوم نہیں ہوتی۔ صُورت میں تو یہ شخصی خط ہے۔ لیکن حقیقت میں دُوسرے خطوط کی نسبت زیادہ عام ہے۔ یہ خط بیشتر ایک پاسبانی خط ہے جس میں ایک پاسبان اپنے گلّے کو مسیحی زندگی کے بارے میں ضروری باتیں لکھتا ہے۔ کئی لحاظ سے یہ خط رُومیوں کے خط سے ملتا جُلتا ہے، لیکن وُہ ایک انفرادی خط ہے جس میں الٰہیہ اُصول پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن یہاں الٰہیہ اصُولات کو بذریعہ خط نشر کیا گیا ہے۔

حقیقت میں جہاں سے رُومیوں کا خط ختم ہوتا ہے، وہاں سے یہ خط شروع ہوتا ہے۔ اُس کے خط کے یہ اختتامیہ الفاظ "اُس بھید کے مکاشفہ کے مطابق جو ازل سے پوشیدہ رہا مگر اِس وقت ظاہر ہُوا" (رُومیوں ۱۶: ۲۵-۲۶) اس خط کا نہایت موزوں آغاز ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ خط پولُس رسُول کی مجبوراً بیکاری اَور زیادہ دُعا کا پھل ہے۔ اپنی اسیری کے ایّام میں پولُس رسُول نے اس بھید کو اَور زیادہ گہرے طور پر سمجھا۔ لہٰذا ایّامِ اسیری کے خطوط میں اُس کے زیادہ پختہ خیالات ملتے ہیں، لیکن بعد کی تجاویز کی پختگی کا صرف یہی سبب نہیں بلکہ یہ بھی کہ جُوں جُوں رسُول رُوحانی زندگی میں بڑھتا گیا، تُوں تُوں اُس کے مسیحی خیالات بھی بڑھتے گئے۔ چنانچہ اب وُہ ایسی تعلیم کی قدر کر سکتے ہیں جو اگر چند سال پہلے دی جاتی تو وُہ انہیں سمجھ نہ سکتے۔ یہ خطوط مقدس پولُس رسُول کے کام کی کامیابی کے گواہ ہیں کہ وُہ ایک دانا اَور ماہر معمار کی مانند اچھی بُنیاد ڈالتا تھا (۱ کرنتھی ۳: ۱۰)

خط کی ترتیب بڑی دلچسپ اور پولُس کے خاص انداز میں ہے۔
علیک سلیک (۱:۱-۲) مختصر ہے لیکن وہ ایک رسُول کی مانند اختیار کے ساتھ لکھتا ہے۔

دُعائیہ حصّہ بہت طویل و وسیع ہے اور تیسرے باب تک چلا جاتا ہے اور ایک حمد کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ خط کا مرکزی حصّہ چوتھے باب سے چھٹے باب کی بیسویں آیت تک پایا جاتا ہے اور اس کا مضمون مسیحی زندگی کا عملی پہلو ہے۔ جسے رسُول "چال" کہتا ہے۔ اس طرح سے بظاہر خط کا پہلا حصّہ ایک ذہنی سی چیز معلوم ہوتا ہے لیکن ساری تحریر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پولُس کے اخلاقیات کبھی اصل مضمون سے دُور نہیں ہوتے۔ بلحاظِ صورت میں پہلے تین ابواب ابتدائی دُعا کی توسیع معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ پہلے تین ابواب آخری تین ابواب کی بُنیاد ہیں۔ رسُول ہمیں خُدا کے مکاشفہ کے بارے میں بتاتا ہے جس سے کہ مسیحی زندگی ممکن ہو سکتی ہے۔

مقدّس پولُس رسُول کے سارے خطوط میں سے یہ دُعائیہ حصّہ سب سے زیادہ اصُولی تعلیم کا حامل ہے۔ اُس کا دماغ خیالات سے بھرا پڑا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیالات اس سُرعت سے آتے ہیں کہ ان کا ملاحظہ مشکل ہے۔ اس پختہ عبارت کی تقسیم یا تشریح کرنے کی کوششیں دیباچہ میں نہیں ہو سکتی۔ ہم صرف بڑی بڑی سُرخیاں بنا سکتے ہیں۔ رسُول اس موضوع کو خُدا کے ازلی ارادہ سے شروع کرتا ہے جس نے ہماری نجات بنائے عالم سے پیشتر مقرر کر دی ہے تاکہ وقت پُورا ہونے پر وہ سب چیزوں کو مسیح میں جمع کرے۔ وہ خاص بیان اس حقیقت کا اظہار کرتا

ہے کہ کلیسیا مسیح کا بدن ہے جس میں یہُودی اور غیر یہُودی سب نئے مخلوق بنائے جاتے ہیں تاکہ مسیحی جسمانی اور رُوحانی دُشمنوں پر کامل فتح پائیں۔ کلیسیا بھی فوق الفطرت آسمانی زندگی بسر کرنے سے مسیح میں فتح پاتی ہے۔ اُس کی دُعا کا متن یہ ہے کہ مسیحی لوگ اس میراث میں داخل ہوں اور اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ یہ خیالات ابتدائی طور پر پہلے کے خطوط میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں پولُس رسُول انہیں گہرے اور زیادہ پختہ خیالات میں اکٹھا کرتا ہے۔

انگریزی کے ریوائزڈ ورشن میں خط کے دُوسرے حصّے کے حصص الگ الگ پیروں میں دکھائی دیتے ہیں۔ مسیح کے بدن میں زندگی کے بڑے بلاوے کا پہلا نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم اُس کی سالمیت کو قائم رکھیں اور اس سالمیت میں بڑھتے جائیں (۴:۱-۱۶) "نیا انسان" اور "پُرانا انسان" دو محاوروں کے استعمال سے رسُول مسیحی زندگی اور پُرانی بے دینی کی زندگی کا مقابلہ کرتا ہے (۱۷-۲۴) پھر رسُول مسیحی اخلاقی خوبیوں کی ایک فہرست پیش کرتا ہے (۲۵-۳۲) محبت میں چلنے کا بے دینی کی ناپاک زندگی سے یُوں مقابلہ پیش کیا گیا ہے جیسے کہ یہ زندگی روشنی کی ہے اور وہ تاریکی کی تھی (۵:۱-۱۴) پھر چلنے کے بارے میں مزید احکام آتے ہیں (۱۵-۲۰) انہی احکام میں سے وہ ایک دُوسرے کے تابع ہونے کی تعلیم دیتا ہے (۲۱) اور اس کو وہ خاوند بیوی، بچوں اور والدین، مالکوں اور نوکروں کی مثالوں سے واضح کرتا ہے (۵:۲۲-۶:۹) بعد ازاں مسیحی سپاہی کے مشہور ہتھیاروں کی فہرست ہے۔ اختتامیہ الفاظ میں ٹخِکُس کا تذکرہ کیا گیا ہے

جس کے ہاتھ کہ یہ خط بھیجا گیا۔ رسولی برکات سے خط بند کیا گیا ہے۔

کلسیوں کے نام پولُس رسول کا خط

اعمال کی کتاب میں ہم نے اِن تمام کلیسیاؤں کے نام پڑھے تھے، جنہیں خط لکھے گئے لیکن کلسیوں ایک نیا نام ہے تاہم اعمال میں ہمیں کچھ تو اس کا پتہ چلتا ہے۔ اگر ہم نقشے کو دیکھیں تو افسس کے اندرون ملک میں ہمیں کلسے دکھائی دے گا جو ایک رومی زمانہ کی اچھی سڑک سے افسس سے ملا ہوا ہے۔ یہ کلیسیا بھی پولُس رسول کی مشنری مساعی کا پھل تھا۔ یہ محسوس کر کے کہ وہ اکیلا سب کچھ نہیں کر سکتا، اُس نے ایک مرکزی جگہ منتخب کر لی جہاں اُس نے کافی دیر تک قیام رکھا اور وہاں کلیسیا قائم کی اور وہاں ایسے لوگوں کو تیار کیا، قرب و جوار میں بشارتی کام جاری رکھیں۔ اِن میں سے ایک اپفراس تھا جس نے کلسے میں انجیل پھیلائی۔ ایسی قائم کردہ کلیسیاؤں کو بھی پولُس اسی طرح خیال کرتا تھا گویا کہ یہ اُس کی اپنی ہی قائم کردہ کلیسیائیں ہیں حالانکہ وہ شخصی طور پر کبھی وہاں نہ گیا۔ بعد ازاں جب اپفراس روم میں پولُس سے ملتا ہے اور کلسے کی خبر سناتا ہے تو پولُس یہ خط لکھتا ہے۔ یہ ساری باتیں ہمیں خط میں سے ہی ملتی ہیں۔ لازم ہے کہ خط کا باقاعدہ مطالعہ کرنے سے پہلے ہم ان ساری باتوں کو دیکھیں۔

اس خط کی ترتیب کیا ہے؟ میرے خیال میں ۲: ۶-۷ اس کی مرکزی آیات ہیں کیونکہ انہی میں اُس سارے پیغام کا نچوڑ ہے جو پولُس کلسیوں کو بھیجنا چاہتا ہے۔ ماقبل اور مابعد کی باتیں انہی دو آیات

کی شاخیں ہیں۔ پس جس طرح تم نے مسیح یسوع خداوند کو قبول کیا اُسی طرح اُس میں چلتے رہو اور اُس میں جڑ پکڑتے اور تعمیر ہوتے جاؤ اور جس طرح تم نے تعلیم پائی اسی طرح ایمان میں مضبوط رہو اور خوب شکرگزاری کیا کرو۔

ہم ذرا دیکھیں کہ پولُس اِس پیغام کے لئے کیسے زمین تیار کرتا ہے علیک سلیک (۱: ۱-۲) بہت مختصر ہے۔ لیکن افسیوں کی طرح انہیں بھی بحیثیت رسول لکھتا ہے۔

دعائیہ حصّہ طویل ہے اور دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصّہ شکرگزاری کا ہے (۳-۸) اس حصّہ میں وہ اِن کی موجودہ حالت سے لے کر اِن کے تبدیل ہونے کی ابتدا تک اُلٹے پاؤں اُن کی روحانی تواریخ دیکھتا ہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ وہ اِن تین خوبیوں کا ذکر کرتا ہے، جن سے انسانی روح خدا سے منسلک ہوتی ہے۔ یعنی ایمان، اُمید اور محبت۔ دوسرا حصّہ (۹-۲۳) ان کے لئے دعا ہے جو اِن حقیقتوں کی تشریح ہے۔ جن سے رسول کا دل بھرا پڑا ہے اور جن کے اظہار کے لئے وہ جملہ در جملہ لکھے جاتا ہے۔ یہ حصّہ بھی ویسا ہی گتھا ہوا ہے جیسے کہ اسی طرح کا حصّہ افسیوں میں گتھا ہوا ہے۔ لیکن افسیوں میں وہ اِن خیالات سے کلیسیا کا مضمون نکالتا ہے لیکن یہاں وہ مسیح کی شخصیت پیش کرتا ہے اور باپ سے اُس کا ازلی رشتہ اور موجودات کی تخلیق میں اس کا کام بیان کرتا ہے اور پھر اُسے کلیسیا کا سر اور اُس کے کفارے کی کاملیت ثابت کرتا ہے۔

یہ باتیں وہ اس لئے بیان کرتا ہے کیونکہ وہ اس بھید کو اچھی طرح نہیں
سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب جھوٹے فیلسوف مسیح کی شخصیت کے متعلق
رسُولی تعلیم کے مقابلہ میں اپنے خیال پیش کرتے تو کلسی مسیحی بدعتی تعلیم کو
نہیں پہچان سکتے تھے۔ کلسے میں ہمیں سب سے پہلے یہ نشان ملتا ہے کہ
آئندہ زمانوں کی کلیسیا کو کونسی چیز بے انتہا تکلیف دے گی۔ یہ کہ
جھوٹے اُستاد اُٹھ کھڑے ہوں گے اور نہایت اہم اُصولوں میں بدعت
پیدا کریں گے۔ اس خط کی اہمیت اس میں نہیں کہ رسُول صحیح تعلیم سکھاتا
ہے، بلکہ اس میں ہے کہ وہ ہمیں بدعت کی وہ بنیادی وجوہات اور ان سے
دوچار ہونے کا طریقہ بتاتا ہے اور وہ اس بات کو صاف کر دیتا ہے کہ
صحیح زندگی اور صحیح ایمان میں گہرا تعلق ہے اور کہ سچائی کو جاننے کے لئے
ضرور ہے کہ انسان کا خدا کے ساتھ صحیح تعلق ہو، اور وہ لائق چال چلے۔
دُعائیہ حصّہ میں پولس نے بدعت سے ضروری خیالات ضمناً بیان کئے
ہیں۔ اہم مرکزی خیال پیش کرنے سے پہلے کئی ابتدائی باتیں صاف کرنا
ضروری ہیں۔ اُسے اپنی رسُولی حیثیت روشن کرنی ہے اور کلام میں اپنا
اختیار دکھانا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے کلیسیا کی یگانگت اور
اس میں اپنا رسُولی درجہ بیان کرتا ہے (۱: ۲۴-۲۸) پھر وہ اپنی پیہم دُعا
اور محبت کا ذکر کرتا ہے (۲: ۱-۵) یہاں ضمناً ہمیں معلوم ہوتا
ہے کہ وہ کلسیوں کی توجہ بھی مکاشفہ اور اس کے اختیار کی طرف
مبذول کرتا ہے۔

اب ہم مرکزی آیات کی طرف آتے ہیں اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ
وہ کیا اُصولی امور ہیں۔ کلسیوں نے مسیح کے بارے میں تعلیم کو قبول

نہیں کیا تھا بلکہ خود مسیح کو قبول کیا تھا۔ لہٰذا اُن پر لازم تھا کہ وہ مناسب
چال چلیں یعنی مسیح کی سی زندگی بسر کریں اور ایک درخت کی مانند جڑ پکڑیں
اور ایک ایسی بنیاد پر جو خود مسیح ہے ایک بُرج کی مانند تعمیر ہوتے جائیں
اس طرح وہ اُس تعلیم کو جس پر ایمان لائے ہیں، صاف صاف سمجھنے لگیں گے۔
اب وہ انہیں گمراہ کرنے والے اُستادوں کے متعلق تین باتوں سے متنبہ
کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ اُن کی تعلیم انسانی علم اور ہوشیاری اور فلسفے پر مبنی
نہیں۔ وہ مسیح کے متعلق باتیں تو کرتے ہیں لیکن اس پر ایمان نہیں رکھتے
چنانچہ اسی سے وہ مسیح کے متعلق مزید بالتفصیل تعلیم دیتا ہے اور بتاتا
ہے کہ مسیح کے ساتھ ان کا ایک زندہ تعلق ہے (۲: ۸-۱۵) دوم یہ کہ
اُستاد مسیحی زندگی کو پرانے عہدنامہ کے کھانے پینے کے قوانین اور ظاہری
رسُوم میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ آئندہ چیزوں کی علامتیں
ہیں جو مسیح میں پوری ہو چکی ہیں (۱۶-۱۷) سوم یہ کہ یہ اُستاد دُعائیہ زندگی
میں صوفیانہ باطنی تجربات، رویا اور فرشتوں کی عبادت پر زور دیتے ہیں
جو بظاہر تو خوب ہے لیکن جب اس اُصول سے اِن کے دعاوی کو پرکھا
جاتا ہے کہ کیا وہ مسیح سے ہمارا ملاپ کرا سکتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے
کہ فلسفہ محض ذہنی دھوکا ہے اور ایسا اخلاق محض رسم پرستی ہے اور
جھوٹی رُوحانیت ہے۔ مسیحی زندگی سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور
نہ ہی یہ زندگی کو بہتر بنانے میں مفید ہے (۲۰-۲۳)۔
ان خطرات سے بچاؤ کا ایک ہی اصل طریقہ ہے کہ متواتر مسیحی زندگی
میں کوشش کی جائے تاکہ زندہ مسیح سے متحد ہو کر ایک فوق العادت زندگی
بن جائے۔ پہلے تو رسُول اس کا نام بیان کرتا ہے (۳: ۱-۴) اور پھر

پرانے انسان کو اُتار پھینکنے کے رنگ میں اسی بات کو نفی میں پیش کرتا ہے (۵ - ۹) پھر اسی پر نئے انسان کو پہننے کے بہشتی رنگ پر زور دیتا ہے (۱۰ - ۱۷) پھر وُہ اُسی تعلیم کا نچوڑ دیتا ہے جو افسیوں میں ہے کہ کلیسیا میں مختلف درجات کے لوگوں کے باہمی فرائض کیا ہیں (۳ : ۱۸ - ۴ : ۱) پھر وُہ دُعا کے متعلق اَور ان کے ساتھ جو کلیسیا سے باہر ہیں، سلوک کے متعلق نصیحت دیتا ہے (۴ : ۲ - ۶)۔

باقی خط تسلیمات و طیکِس سلیک کا حصّہ ہے جس سے کہ مقدس پولُس کی اسیری کی زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح اُسے وفادار شاگردوں کی صحبت حاصل ہے (وُہ اُنہیں ہمیشہ ہم خدمت کا لقب دیتا ہے) اَور کس طرح اُن کے وسیلہ سے وُہ اپنی بہُت سی کلیسیاؤں کے ساتھ تعلق رکھ سکتا ہے۔

فلیمون کے نام پولُس رسُول کا خط

اس خط کے حالاتِ تصنیف بہت صاف ہیں۔ فلیمون کلسے کا ایک نمایاں مسیحی تھا جس کا ایک غلام بنام انیسمس تھا اَور جو بھاگ گیا تھا۔ رُوم میں مقدس پولُس اُس بھاگے ہُوئے غلام سے ملتا ہے جو اب مسیحی ہو چکا تھا۔ اُس زمانہ میں بھگوڑے غلام کے لئے بڑی سخت سزا تھی۔ اُسے کوڑے مارے جاتے تھے یا مصلوب کیا جاتا تھا۔ مقدس پولُس رسُول اس غلام کو یہ خط دے کر واپس فلیمون کے پاس بھیجتا ہے۔ یہ خط نہ صرف اس لئے اہم ہے کہ اپنی خاص منزلت اَور دوستانہ خط کی حیثیت سے پولُس کے خصائل پر روشنی ڈالتا ہے بلکہ اس خط کی اہمیت

اس میں ہے کہ گرچہ ابھی تک مسیحیت قانونِ غلاماں کو منسوخ تو نہیں کر سکی تھی تاہم اپنے اس اصُول سے کہ خُداوند یسُوع مسیح میں مالک اَور غلام یکساں شریک ہیں مسیحیت نے قانونِ غلاماں کو بہت کمزور کر دیا تھا۔ ہمارے ملک میں گو غلام تو نہیں تھے تاہم ذات پات کی تقسیم ویسی ہی قانونی ہے۔ مسیحیت ذات پات کی تمیز کو غلامی کی طرح کمزور کر رہی ہے اَور بالآخر بالکل اسے ضرور مٹا دے گی۔

تیسرا حصّہ

دسواں باب

پچھلے خطوط کا پس منظر

یہاں تک تو اعمال کی کتاب نے ہمیں مقدس پولس اور اُس کی کلیساؤں کے متعلق کافی معلومات بہم پہنچائی ہیں تاکہ ہم خطوط کے حالات کو سمجھ سکیں۔ ہم مقدس لوقا کے بے حد ممنون ہیں۔ جب ہم آخری خطوط کی طرف آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حالات سمجھنے کے لئے ہمیں بہت کچھ قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ مقدس لوقا اپنی ہسٹری پولس کے رُوم جانے کے دو سال بعد تک ختم کر دیتا ہے یعنی قریباً سنہ ۶۱ء تک۔ اُس وقت سے لے کر نئے عہد نامہ کے زمانہ کے آخر تک یعنی سنہ ۱۰۰ء تک ہمارے پاس کوئی سلسلہ وار تواریخ نہیں۔ ہم صرف مختلف وسائل سے حاصل کردہ معلومات کے شیرازوں کو اکٹھا کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء اختلاف رائے رکھتے ہیں کہ اِن شیرازوں کو کیسے اکٹھا جوڑا جائے۔ ہماری معلومات کے تین بڑے ذرائع ہیں۔ پہلا۔ مسیحی تحاریر۔ دوم۔ کلیسیائی روایتیں جو بعد کی تحاریر میں ہیں۔ سوم۔ غیر مسیحی مؤرخ، کیونکہ اس زمانے تک غیر مسیحیوں کی توجہ بھی مسیحی تحریک کی طرف لگ گئی تھی۔

اس دلچسپی کے مندرجہ ذیل تین مرکزی نقطے ہیں۔

۱۔ فلسطین میں یہودی مسیحیوں کی کلیسیا۔

۲۔ رُومی کلیسیا اور (۳) مقدس یوحنا کی رہائش افسس میں۔

یہودی مسیحی کلیسیا

اعمال کے ابتدائی ابواب میں مقدس لوقا نے یروشلم کی کلیسیا کا پورا پورا احوال بیان کیا ہے۔ بعد ازاں اُس کی دلچسپی پولس کے غیر مسیحیوں میں مشنری کام کی طرف کھنچ گئی اور یروشلم کا ذکر صرف غیر مسیحیوں کے تعلق میں آنے لگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسولوں کے بکھر جانے کے بعد یروشلم میں خداوند کا بھائی یعقوب مرکزی شخصیت ہے۔ ہیگیسیپس مسیحی مؤرخ کی روایات میں مقدس یعقوب کے دلچسپ بیانات پائے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

"رسولوں کے بعد خداوند کا بھائی یعقوب کلیسیائی نظام کا سر بنا۔ خداوند کے دنوں سے لے کر آج تک اُسے یعقوب راستباز (منصف) کہا جاتا ہے، تاکہ دوسروں سے جن کا نام یعقوب ہے تفریق ہو سکے۔ وہ ماں کے پیٹ ہی سے مقدس تھا۔ نہ وہ مے پیتا تھا اور نہ شراب اور نہ ہی گوشت کھاتا تھا۔ اُس کے سر پر کبھی اُسترا نہ پھرا نہ اُس نے کبھی تیل لگایا نہ کبھی غسل کیا۔ صرف وہی اکیلا پاک مکان میں داخل ہو سکتا تھا کیونکہ وہ اُونی کپڑے نہیں بلکہ سلکی کپڑے پہنتا تھا۔ وہ تنہا پاک مکان میں جا کر دو زانو ہو کر لوگوں کے گناہوں کی معافی کی دعا مانگا کرتا تھا۔

اس سبب سے اُس کے گھٹنے اُونٹ کے گھٹنوں کی مانند سخت ہو گئے تھے۔ اس کی انتہائی انصاف پسندی کے سبب اُسے راستباز (منصف) کہا جاتا تھا۔ اُس کے لئے اَبلی اَس کا لقب بھی استعمال ہوتا تھا، جس کے معنی ہیں لوگوں کی پناہ یا مُنصف اور یہ باتیں اُس کے حق میں نبی کی معرفت کہی گئیں تھیں۔"

دیکھئے ہیگیسپس کا اقتباس یوسیبئس کی دینی تواریخ جلد ۲ باب ۲۳ ۴-۷ آیات)

یروشلم میں مقدس یعقوب کلیسیا کا ایک قابلِ تعریف رہنما تھا، کیونکہ اُس نے نہ صرف غیر یہودیوں میں پولس کی مُنادی کی حمایت کی تھی بلکہ یہودی رسم کی سختی سے پابندی کرکے ریاضت اور دُعائیہ زندگی بسر کی تھی ۱۱۰۱ جیسے جیالی جیلن کی پالیسی کی ہے اس نے مسیحیوں اور اعلیٰ یہودیوں کی نظروں میں عزت و تعظیم بھی حاصل کی تھی۔ یہی یعقوب نئے عہد نامہ میں یعقوب کے خط کا مصنف ہے اور اس خط سے مُصنف کے جو خصائل ظاہر ہوتے ہیں وُہی مقدس لوقا اور ہیگیسپس نے بیان کئے ہیں۔

جُوں جُوں وقت گذرتا گیا، سیاسی حالات خراب ہوتے گئے اور رُومی افسر بدستور بدعنوانیاں کرتے رہے اور یہودی زیادہ زیادہ مایوس ہوکر انتہا پسندوں کے ہم خیال ہوتے گئے۔ سنہ ۶۲ء میں فیسطس کے مرنے کے بعد اور اُس کے جانشین کے آنے سے پہلے، صدوقی پارٹی کو موقع مل گیا اور اُنہوں نے مقدس یعقوب کو شہید کر دیا۔ اگر کوئی گورنر ہوتا تو اُنہیں ایسا کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ مقدس یعقوب کی شہادت کے متعلق یہودی مُؤرخ جوسیفس یُوں کہتا ہے:-

"لیکن جیسے میں پہلے بتا چکا ہُوں چھوٹا حنا سردار کاہن بنا، وُہ طبعاً دلیر اور بڑا ضدی تھا۔ وُہ صدوقی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ فرقہ خطا کاروں کو سخت سزا دینے کا حامی تھا جب فیسطس مرگیا تو حنا نے سمجھا کہ اب اختیار استعمال کرنے کا وقت ہے۔ البینس ابھی پہنچا نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے سنہیڈرم کو بُلایا اور یسُوع جو مسیح کہلاتا تھا کے بھائی کو جس کا نام یعقوب تھا اور دیگر لوگوں کو اُن کے سامنے بُلایا اور شریعت کی خلاف ورزی کے جرم میں اُنہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا، لیکن تمام حق پسند شہری جو اس بے قانونی پر بیقرار تھے، حنا کے اس فعل کے خلاف تھے۔"

(اینٹی کیوٹیز صفحہ ۲۰ ، ۹:۱)

یعقوب کے بعد خُداوند کا ایک اَور رشتہ دار شمعون بشپ بنا۔ وُہ یعقوب کے نقشِ قدم پر چلتا رہا حتیٰ کہ سنہ ۱۰۴ء میں اُسے بھی شہید کر دیا گیا۔ سنہ ۶۶ء میں رُوم کے ساتھ جنگ چھڑ گئی لیکن یہودی تاب نہ لا سکے۔ رُومی بڑھنے لگے فلسطین کے مختلف حصے فتح ہُوئے اور آخرکار یروشلم بھی لے لیا گیا اور سنہ میں ہیکل جلا دی گئی۔

موت سے پہلے شمعون خُداوند کے فرمان کے مطابق (لُوقا ۲۱: ۲۰-۲۴) یردن کے اُس پار پیلاؔ میں اپنے گلے کو لے کر بھاگ گیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک یروشلم مذہبی مرکز نہ رہا۔ حالانکہ بعض یہودی مسیحی اپنے مسیحی عقائد کے ساتھ ساتھ شریعت کے پابند بھی رہے مگر وُہ کلیسیائی تواریخ میں خاص اہمیت نہیں رکھتے۔

ٹ PELLA

یروشلم کی کلیسیا کا یہ تواریخی دَور اہم ہے کیونکہ اس میں نئے عہدنامہ کے بعض حصّوں کا پس منظر اس میں پایا جاتا ہے۔ تین کتابیں خاص طور سے یہُودی مسیحیت سے متعلق ہیں۔ اوّل مقدس یعقوب کا خط۔ دوم متّی کی انجیل، سوم عبرانیوں کا خط جو کہ غالباً یہُودی مسیحیوں کو اس غرض سے لکھا گیا تھا کہ وُہ آئندہ ہیکل کی بربادی کے صدمہ کے لئے تیار ہو جائیں۔

رُومی کلیسیا:-

یہاں دلچسپی کے مراکز رُومی حکومت کا مسیحیوں کے ساتھ رویّہ اور مقدس پولس اور پطرس کی شخصیتیں ہیں۔ اہم سوال یہ تھا کہ کیا رُومی سلطنت مسیحیوں سے بھی ویسے ہی رواداری کا سلوک رکھے گی جیسا کہ یہُودیوں سے ہے یا نہیں؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ بات خاص اعمال کی کتاب لکھتے وقت مقدس لُوقا کے دل میں تھی۔ کیونکہ جہاں کہیں رسول رُومی افسران سے دوچار ہوتے ہیں۔ مقدس لُوقا انہیں ایک خاص انداز میں قلمبند کرتا ہے گویا کہ یہ ایسے مواقع تھے جو زمانہ مابعد کے لئے مثالیں تھیں۔ مقدس پولس بھی جب اپنی اسیری کے خطوط لکھتا ہے تو یہ اُمید ظاہر کرتا ہے کہ وُہ رہا کر دیا جائے گا، اور ہمارا اندازہ ہے کہ ایسا ہی ہُوا، کیونکہ وُہ اپنے پاسبانی خطوط میں ایسے سفروں کا ذکر کرتا ہے جو اُس نے آزادی سے کئے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ تھا جب یہ اُمید تھی کہ مسیحیت ایک منظور شدہ مذہب ہو جائے گا۔ لیکن مسیحیت کے سب سے بڑے دُشمن یہُودی تھے جو افسران کو ترغیب دیتے رہتے تھے کہ مسیحیت ان سے بُہت فرق ہے۔ لہٰذا انہیں کوئی حقوق نہ دیئے جائیں۔ ۱ تیمتھیس اور طیطس میں اس آنے والی تبدیلی کا کوئی ذکر نہیں لیکن

جلد ہی بعد میں رسُول کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اُنہیں کس بات کی توقع رکھنی چاہیئے۔ ۶۴ء میں رُوم میں ایک خوفناک آتشزدگی ہُوئی۔ عام افواہ یہ تھی کہ نیرو نے یہ آگ لگوائی تھی لیکن اپنے بچاؤ کے لئے اُس نے یہ الزام مسیحیوں پر لگا دیا۔ مسیحی اس سے پہلے بھی مشکوک حیثیت رکھتے تھے اور ان کے متعلق بُری بُری افواہیں پھیلی ہُوئی تھیں۔ اس پر جو کچھ ہُوا رُومی مؤرخ ٹیسی ٹس بیان کرتا ہے اور اس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ رُومی مسیحیت کے متعلق کیا خیالات رکھتا ہے۔ وُہ کہتا ہے:-

"لیکن تمام انسانی کوششیں، قیصر کے اندھا دھند تحائف، دیوتاؤں کی قربانیاں لوگوں کے دلوں سے اس یقین کو نہ نکال سکیں کہ یہ آگ شاہی حکم سے لگائی گئی ہے۔ آخرکار نیرو نے یہ قصُور مسیحیوں پر تھوپ دیا، جن سے لوگ اُن کی ناپسندیدہ باتوں کے سبب نفرت کرتے تھے اور اُنہیں عجیب عجیب دُکھ دیتے۔ مسیح نے جس کے نام سے یہ جماعت نامزد ہے، تبریس کے زمانہ میں ہمارے ایک گورنر پنطُس پلاطُس کے عہد میں انتہائی سزا پائی۔ مسیحیت ایک شرارت سے بھری ہُوئی اوہام پرستی ہے جو کچھ دیر تو رُکی رہی لیکن پھر یہ نہ صرف یہُودیہ میں ہی پھُوٹ نکلی جو کہ اس بدی کا پہلا منبع ہے، بلکہ رُوم میں بھی آنکلی، جہاں کل بُری اور شرمناک باتیں دُنیا کے سارے حصّوں سے آکر بہتی اور مقبول ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے قصُوروار پکڑے گئے پھر اُن کی اطلاعوں سے ایک ہجومِ کثیر ملزم ٹھہرایا گیا اور یہ محض بہانہ تھا۔ حقیقت میں انسانی نفرت کام کر رہی تھی۔ اُن کی اموات کو ہر طرح مضحکہ خیز بنایا گیا۔ اُنہیں جانوروں کی کھالیں پہنا کر کُتّوں سے پھڑوایا گیا۔ صلیبوں پر کیلوں سے جکڑا گیا۔

رات کو چراغوں کا کام کرنے کے لیے انہیں آگ میں جلوا دیا گیا۔ نیرو نے اس بھیانک تماشے کے لیے اپنا ذاتی باغ دے رکھا تھا۔ وہ سرکس میں ان لوگوں کا نظارہ دیکھتا تھا۔ ان تماشوں میں وہ خود بھی عوام میں رتھ سوار کے لباس میں یا گاڑی پر کھڑا ہو کر شامل ہوتا تھا۔ ان کی سزائیں اتنی شدید تھیں کہ بڑے سے بڑے مجرم پر بھی ترساں تھے۔ یہ ظلم و تشدد جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا تھا، پبلک کے فائدہ کے لیے نہیں تھا بلکہ محض ظلم کی خاطر مسیحیوں کو تباہ کیا جاتا تھا۔

قیصر کے اس فعل نے یہ بات ثابت کر دی کہ قانونی نقطۂ نظر سے مسیحیوں کی کیا حیثیت ہے۔ انہیں یہودیوں کی طرح نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ انہیں غیر قانونی جماعت سمجھا گیا اور اس وقت سے کوئی مجسٹریٹ کسی شخص کو محض مسیحی ہونے کے باعث ہی سزا دے سکتا تھا۔ مسیحیوں کو ان کے نام ہی کی خاطر ستایا جاتا تھا (۱ پطرس ۴: ۱۶) اس قانون کی شدید پابندی تو نہیں تھی مگر قانون موجود تھا لہٰذا مسیحی موت کے سائے میں دن گزارتے تھے۔

کلیسیائی روایت کے مطابق مقدس پطرس اور مقدس پولس نیرو کے عہد میں شہید کئے گئے تھے۔ رومی کلیسیا نے آج تک ان کی نعشوں کو بطور قیمتی یادگار رکھا ہوا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدس پطرس روم میں کب آیا؟ روایت بتاتی ہے کہ وہ خداوند یسوع کے جی اُٹھنے کے بارہ سال بعد روم میں آیا اور تادمِ شہادت وہیں کا پاسبان رہا۔ دورِ حاضرہ کے علماء اس روایت سے متفق نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پطرس پولس کے بعد روما میں گیا تھا۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم مقدس پولس کو روما میں پطرس کی موجودگی

کا کوئی علم نہیں تھا، جب اُس نے رومیوں کے نام خط لکھا اور نہ ہی مقدس پطرس اُس وقت روما میں تھا جب پولس وہاں پہنچا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے قبل مقدس پطرس نے کبھی وہاں چکر لگایا ہو کیونکہ مقدس پولس شاید اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے، جب وہ کہتا ہے کہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں" (رومیوں ۱۵: ۲۰) لیکن یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ وہ نیرو کی ایذا رسانی سے قبل وہاں موجود تھا، کیونکہ وہ زمانہ مشنری کام اور تنظیم کی سرگرمی کا زمانہ تھا۔ مقدس مرقس اور لوقا اپنی اپنی اناجیل لکھ رہے تھے تاکہ وہ مشنری علاقوں میں استعمال ہو سکیں۔ اُس وقت جب پولس نے یہ خط لکھا، رومی کلیسیا کوئی منظم جماعت نظر نہیں آتی۔ مقدس پطرس کے مرنے پر اُس کی جگہ لینے کو ایک بشپ تیار تھا جس کا نام لائی نس تھا اور اس کے بعد بشپی سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا۔ مقدس پطرس نے ایذا رسانی سے تھوڑی ہی دیر پہلے پنطس، گلتیہ، کپدکیہ، آسیہ اور بتونیہ کے مسیحیوں کو پہلا خط لکھا تاکہ اُن کو آنے والی آزمائشوں سے آگاہ کر کے مقابلہ کے لیے انہیں تیار کرے۔ ان جگہوں کے نام ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ کیسے اس سارے عرصہ میں کلیسیا بڑھتی رہی۔ دوسرا خط جس کے متعلق بعض شک کرتے ہیں کہ پطرس رسول کا نہیں، جلد ہی بعد میں لکھا گیا ہوگا۔ ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ مقدس پطرس سال ایذا رسانی ہی یا ایک سال بعد شہید ہوا اور یہ وہی وقت تھا جبکہ مقدس پولس دوسری بار گرفتار ہوا۔ اس بار یقیناً وہ شہید کیا گیا تھا اور موت کے انتظار میں انہی ایام میں اس نے تیمتھیس کو دوسرا خط لکھا۔ مقدس پطرس صلیب دیا گیا تھا مگر پولس چونکہ رومی شہری تھا، اس لیے اُس

ے Linus.

کا سر قلم کر دیا گیا۔

مُقدّس یُوحنّا افسس میں

۷۰ء تا ۱۰۰ء تک ایک ایسا دور ہے جس میں تواریخ کلیسیا معدوم ہے۔ دُوسری صدی کے بہت سے مشہور مصنّف ہیں۔ پوپ کلیمنٹ کے خط کے سوا جس کا نام ہے رومن کلیمنٹ جو ۹۶ء میں کرنتھیوں کو لکھا گیا تھا پہلی صدی کے آخری حصّہ کی تاریخ روایتوں پر مبنی ہے جو کہ بہت کم اور غیر مستند ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مقدّس یُوحنّا کی پانچ تحاریر یعنی تین خطوط، انجیل اور مکاشفہ کا پس منظر غیر یقینی ہے۔

روایت کہتی ہے کہ مقدّس یُوحنّا افسس میں ٹراجن کے وقت تک یعنی ۹۸ء تا ۱۱۷ء زندہ رہا۔ چنانچہ وُہ ۱۰۰ء میں نہایت بُوڑھا ہو کر فوت ہُوا۔ یہ روایت اُس کے شاگرد پالیکارپ سے ہمیں ملتی ہے۔ وہ بھی نہایت بزرگ ہو کر فوت ہُوا، اور دُوسری صدی کے مشہور ابائے کلیسیا آئیرنیئس کا اُستاد تھا۔

مقدّس یُوحنّا نے تنظیم کلیسیا میں ایک اہم قدم اُٹھایا۔ مقدّس پولُس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیاؤں کی باگ ڈور پریسبٹر یا بشپ یعنی پاسبانوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی لیکن وُہ خود بحیثیت رسُول ان پر نگران تھا۔ بعد ازاں اُس نے اپنا اختیار طِطُس اور تیمُتھیُس جیسے ہم خدمتوں کو دے دیا جو ایک جگہ مقیم تو نہیں رہتے تھے لیکن جابجا کلیسیاؤں میں گھومتے رہتے تھے۔ دُوسری صدی کے آغاز میں ہر کلیسیا میں رسُولی اختیار ایک واحد شخص کے ہاتھ میں تھا جو پریسبٹرز سے بڑھ کر درجہ رکھتا تھا۔ یہ تبدیلی کیسے واقع ہُوئی؟ روایت کہتی ہے کہ مقدّس

یُوحنّا نے بشپ مقرر کئے تھے۔ الیگزینڈریہ کا کلیمنٹ ایک کہانی میں اس روایت کو قریباً ۲۰۰ء میں بیان کرتا ہے اور وُہ کہانی مقدّس یُوحنّا اور ایک ڈاکو کی ہے۔ یہ کہانی بتاتی ہے کہ اس کہنہ سال بزرگ نے کلیسیا پر کتنا زبردست اثر پیدا کیا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ آسیہ کی کلیسیاؤں میں پولُس کے ایام ہی میں بدعتی تعلیم کی تکلیف جاری ہو چکی تھی اور کہ اُس نے کلسیوں کو خط میں لکھا کہ ایسی تعلیمات کا مقابلہ کرو۔ لیکن یہ تکلیف بڑھتی گئی اور مقدّس یُوحنّا کو اُس کی فکر دامن گیر ہُوئی۔ کلیسیا میں یا کلیسیا کے اردگرد ایسے لوگ تھے جو اپنے آپ کو ناسٹک کہتے تھے یعنی ایسے لوگ جو دعوے کرتے تھے کہ اُنہیں خاص الٰہی علم حاصل ہے۔ آسیہ میں ان لوگوں کا لیڈر سرنتھس تھا۔ اُس نے مسیح کے متعلق یہ عجیب تعلیم دینا شروع کی کہ مسیح حقیقی انسان نہیں تھا بلکہ وُہ ایک رُوح تھا اور محض نظر میں انسان دکھائی دیتا تھا۔ آئیرنیئس سرنتھس کی تعلیم کو یُوں بیان کرتا ہے:۔

"ایک شخص بنام سرنتھس نے بھی آسیہ میں یہ تعلیم دی کہ دنیا خدائے اوّل کی تخلیق نہیں بلکہ یہ ایک ایسی طاقت کی تخلیق ہے جو کہ اعلیٰ شہنشاہی سے الگ اور بعید ہے اور جو خدا کو حاکم اعلیٰ تسلیم نہیں کرتی۔ سرنتھس نے یہ بھی کہا کہ یسُوع کنواری سے پیدا نہیں ہُوا۔ (کیونکہ اُس کی دانست میں یہ ناممکن ہے) لیکن دُوسرے انسانوں کی مانند یُوسف اور مریم کا بیٹا تھا۔ لیکن سب اصحاب عدل و دانائی اور فہم و ذہانت سے زیادہ قوّت رکھتا تھا اور اُس کے بپتسمہ کے

بعد اُس پر اعلیٰ شہنشاہ کی طرف سے مسیح کبوتر کی صُورت میں نازل ہُوا۔ تب اُس نے نامعلُوم باپ کا اعلان کیا اور معجزے کئے۔ لیکن آخر میں مسیح پھر یسُوع میں سے نکل گیا۔ چنانچہ یسُوع نے دُکھ اُٹھایا اور پھر جی اُٹھا لیکن مسیح دُکھ تکلیف سے بالکل مبرّا رہا کیونکہ وُہ رُوح تھا۔

(آئیرینیس ADV. HAER. I. XXVI. S.L.)

دورِ حاضرہ میں بھی ایسے خیالات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں میں اور بعض کم علم مسیحیوں میں ایک تعلیم پائی جاتی ہے۔ جسے علمِ معرفت کہتے ہیں جو ناسٹکوں کی تعلیم ہے لیکن بے موجودہ رنگ میں۔ اس تعلیم سے واقف ہونا سخت ضرور تھا کیونکہ یہ اُس مسیح کی جسے اُس نے مجسّم دیکھا تھا غلط تصویر پیش کرتی تھی اور اُس کے بچّوں کی زندگیوں کو خراب کرتی تھی۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ انہی خیالات کے ماتحت اُس نے انجیل لکھی۔ آئندہ اوراق میں ہم دیکھیں گے کہ اُس کے خطوط اور بھی صفائی سے ان بدمعنی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں۔

گیارھواں باب

پاسبانی خطوط

جہاں تک ہم مطالعہ کر چکے ہیں، سوائے فلیمون کے خط کے پولُس رسُول کے باقی تمام خطوط کلیساؤں کے نام ہیں۔ یہ آخری تین خط اُس کے شاگردوں طِطُس اور تیمُتھیُس کے نام ہیں۔ ہم انہیں پاسبانی خطوط کہتے ہیں۔ کیونکہ اِن خطوط کا بیشتر تعلق اُس پاسبانی کام کے ساتھ ہے جو وُہ اُن کے سپرد کرتا ہے۔ جب اُس نے تیمُتھیُس اور طِطُس کے خط لکھے تو وُہ ابھی تک آزاد تھا۔ لیکن اُسے یہ ضرور یاد ہوگا کہ اُس کی رسُولی خدمت کے ایّام ختم ہونے کو تھے۔ اور جب اُس نے تیمُتھیُس کے نام دُوسرا خط لکھا تو وُہ دوبارہ اسیر ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ اُس کی موت بہت قریب ہے۔

جب اُس نے اپنا کام اُن کے ہاتھوں میں دیا تو معلُوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑھ کر اُس کے دل میں یہ خیال تھا کہ انجیل جلالی خُدا کا وُہ مکاشفہ ہے جو اُس نے آدمیوں کی نجات کی خاطر بخشا ہے۔ یہ نہیں کہ وُہ اس خیال کو بتدریج اور بالتفصیل اِن خطوط میں پیش کرتا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ تیمُتھیُس اور طِطُس جو کئی سال اُس کے ساتھ رہے تھے، یہ جانتے تھے اور خُوب جانتے تھے کہ انجیل کے کیا معنی ہیں۔ وُہ لکھتا تو دیگر باتوں کے متعلق ہے، لیکن اس کی ذہنی کیفیت دب نہیں سکتی۔ چنانچہ خطوط میں وقتاً فوقتاً اس کا قلم بڑے جمیل انداز میں خُدا

کے بعد کے سفر کا ذکر کرتا ہے اور وہ حصص زرّین حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔ اگر ہم ان زرّین حصص کو اکٹھا کریں تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ پولس کا انجیل کا تصور کیا تھا جو اس نے اپنے خطوط میں تقسیم کر کے پیش کیا۔ اگر آپ ان حصص کو پڑھیں تو آپ کو دلچسپی حاصل ہوگی (طیطس ۲: ۱۳-۱۴، ۳: ۴-۷، ۱ تیمتھیس ۱: ۱۵-۱۷، ۲: ۳-۶، ۳: ۱۵-۱۶، ۴: ۱۵-۱۶، ۲-تیمتھیس ۱: ۹-۱۰، ۲: ۱۱-۱۳)

اُس کے سامنے یہ بات ہے کہ بطور رسول اُس پر بڑی ذمہ داری عائد ہے کہ وہ انجیل کو محفوظ رکھے اور پورے طور سے اُسے دوسروں کو پیش کرے۔ اس ذمہ داری کا احساس کوئی نیا نہ تھا بلکہ اس سے کئی سال پہلے وہ اسی احساس کا اظہار تھسلنیکیوں کے خط میں کر چکا تھا۔ (۲: ۱۵، ۳۰ ؛ ۶) لیکن یہاں ضرورت کے تحت بیان کرتا ہے۔ ان خطوط میں وہ ان جوانوں پر اس احساس کا نقش کندہ کرنا چاہتا ہے بالخصوص اس خطرے کے پیش نظر جو کلیساؤں کو غلط تعلیمات سے گھیرے ہوئے تھا۔ ایسی تعلیمات دینے والے بدعتی اور غیر ذمہ دار لوگ تھے اور پولس محسوس کرتا تھا کہ خطرہ بڑھ جائے گا۔

رسول محسوس کرتا ہے کہ نہ صرف عقیدہ یا اصولی تعلیم کی بات ہے بلکہ اس سے روزمرہ کی عملی زندگی کی بات ہے۔ گناہ اور غلطی کو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک طرف تو تفسیر کی غلطی ہو جائے تو وہ اثر ہے تو وہ زندگی پر آتی ہے اور دوسری طرف زندگی کی غلطی ایمان سے دور لے جاتی ہے۔ اسی سبب سے وہ ان کی زندگی پر بڑا زور دیتا ہے۔ وہ خصوصاً کردار کی تعمیر کے لئے خود ضبطی پر زور دیتا ہے۔

اور یہ بھی کہ وہ ایسی ہی تعلیم اپنی کلیساؤں کو دیں اور بالخصوص کلیسیا کے افسران کو یہ باتیں سکھائیں۔

پہلے خطوط اُس وقت لکھے گئے جبکہ کلیسیائیں بچپن کے زمانہ میں تھیں۔ اب جن کلیساؤں میں طیطس اور تیمتھیس کام کرتے تھے وہ ذرا آگے بڑھ چکی تھیں اور ابتدائی جوش کچھ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ بہت سے نیم گرم ہو کر برائے نام مسیحی تھے۔ اب دوسری پشت جاری تھی جو اپنے آپ کو پیدائشی مسیحی جانتے تھے۔ وہ نئی نئی باتیں اور جوش چاہتے تھے جو انہیں بدعتی استادوں سے ملتے تھے۔ اخلاقی معیار بھی گر چکا تھا۔ جھگڑے اور بدگوئی عام تھے۔

ایسی حالت کچھ عرصہ کے بعد ہر نئی کلیسیا کی ہو جاتی ہے۔ ان کی بڑی ضرورت یہ تھی کہ اچھے پاسبان ہوں اور وفاداری سے باقاعدہ پاسبانی کام کیا جائے، تاکہ لوگوں کو مسیحی زندگی کی تعلیم اور ضوابط دیئے جائیں۔

طیطس کا خط سب سے پہلے پڑھنا اچھا ہے۔ یہ خط غالباً تیمتھیس کے بعد لکھا گیا تھا لیکن تیمتھیس کے دونوں خطوط کو اکٹھا ہی رکھنا چاہیئے۔ ان دونوں میں لب ولہجہ کا بھی فرق ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ تیمتھیس کے ساتھ پولس رسول زیادہ کھلا ہوا ہے۔ طیطس کو وہ اس انداز میں لکھتا ہے جیسے ایک بشپ ایک پادری کو خط لکھے اور اُس کے کام کے حالات کے موافق اُسی کو پاسبانی نصیحت کرتا ہے۔ تیمتھیس کو وہ اس انداز سے لکھتا ہے جیسے ایک روحانی باپ اپنے ایماندار بیٹے کو لکھتا ہے۔ وہ اُسے بار بار اُس کی زندگی کے گذشتہ تجربات یاد دلاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ جس طرح اس نے اپنا کام شروع کیا ہے وہ ویسے ہی آخر تک اپنے کام کو جاری رکھے اور آزادی کے ساتھ وہ اُسے اپنی زندگی کے

تجربات بھی بتاتا ہے ۔

ططس کے نام پولُس رسُول کا خط

بحیثیت علیک سلیک (۱:۱-۴) اُس کے دل کے خیال یعنی اس پیغام کی توسیع ہے جو اُسے دیا گیا ۔ اس میں شکرگزاری کی دُعا نہیں بلکہ براہِ راست اصل مضمون کو شروع کر دیا گیا ہے ۔ وہ اپنی گذشتہ حرکات و سکنات کا کچھ ذکر کرتا ہے کہ وہ جزیرہ کریتے میں گیا ۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا اُس نے وہاں جا کر کلیسیا قائم کی یا یہ کہ وہاں کلیسیا پہلے ہی قائم ہو چکی تھی ۔ لیکن جب پولُس وہاں سے چلا آیا تو ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا ۔ چنانچہ اُس نے ططس کو وہاں چھوڑا تاکہ وہ باقی ماندہ کام کرے بالخصوص کلیسیاؤں میں پاسبان اور ایلڈر مقرر کرے ۔ وہ اِن عہدوں کے اشخاص کے اوصاف بھی بیان کرتا ہے (۱:۵-۹) پھر وہ بدعتی اُستادوں کی پیدا کردہ تکالیف کے بارے میں اُنہیں ہدایت دیتا ہے (۱:۱۰-۱۶) ططس کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ اِن غلط تعلیمات اور زندگی پر اِن کے بد اثرات کے خلاف صحیح تعلیم پیش کرے تاکہ ہر ایک کے درجۂ زندگی کے مطابق ہر ایک کی اخلاقی تربیت ہو (۲ باب) اگلے باب میں رسُول بیان کرتا ہے کہ باہر والوں سے تعلقات میں نہایت محتاط رہنا چاہیئے اور یہاں سے وہ پھر بدعتی اُستادوں کی طرف آ جاتا ہے جو کلیسیا کے امن کو خراب کرتے ہیں (۳:۱-۱۱) آخر میں وہ چند حرکات و سکنات کا ذکر کر کے سلام دُعا سے خط کو بند کرتا ہے ۔

تیمتھیُس کے نام پولُس رسُول کا پہلا خط

علیک سلیک مختصر ہے (۱:۱-۲) لیکن اگلے حصے کو جو کہ پہلے باب کے آخر تک ہے ، سمجھنا مشکل ہے ۔ اس میں حسبِ دستور شکرگزاری پائی جاتی ہے (۱:۱۲-۱۷) لیکن ڈھونڈنے سے ملتی ہے ۔ سب کچھ بے ربط معلوم ہوتا ہے اور اگر ہم یونانی میں دیکھیں تو گرامر بھی ٹوٹی پھوٹی ہے ۔ اسے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بوڑھے کی بہکی بہکی باتیں ہیں ۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خط میں ایک سلسلۂ خیال موجود ہے اور پولُس اپنے خاص انداز سے ایک خاص نتیجے پر بھی پہنچتا ہے ۔ اُس کے دل میں تین باتیں ہیں ۔ اُس کے رُوحانی بیٹے تیمتھیُس کی رُوحانی ضروریات ، بدعتی اُستاد جو نقصان پہنچا رہے ہیں اور جلالی خوشخبری جس کی مُنادی صحت بخش ہے ۔ شروع میں پولُس اس کام کو یاد کرتا ہے ، جسے کرنے کے لئے تیمتھیُس کو افسس میں چھوڑا گیا تھا یعنی کہ وہ بدعتی اُستادوں کے مُنہ بند کرے (۳-۴) ۔ پھر وہ بیان کرتا ہے کہ تیمتھیُس پر فرض ہے کہ وہ غلط تعلیم کی جگہ صحیح تعلیم دے ۔ جس سے کہ پختہ رُوحانی زندگی تعمیر ہوتی ہے (۵) اور جس کی کہ اُنہیں ضرورت ہے (۶-۷) یہاں سے اُس کے خیالات شریعت کے صحیح کام کی طرف چلے جاتے ہیں ۔ لیکن جلد ہی وہ انجیل کی طرف لوٹ آتا ہے (۸-۱۱) انجیل کے خیالات کے ساتھ ساتھ وہ اِن اثرات پر بھی سوچتا ہے جو انجیل نے اُس کی زندگی پر کئے اور یہی خیال ایک شکرگزاری کی صُورت اختیار کر لیتا ہے (۱۲-۱۷)

پر لکھتا ہے (۱۷-۱۹) خط کے خاتمہ پر تیمتھیس سے ایک اپیل کرتا ہے (۲۰-۲۱)۔

تیمتھیس کے نام پولس رسول کا دوسرا خط

ان خطوط کے مطالعہ میں ہم نے اکثر کلیدی آیات چننے کی کوشش کی ہے کیونکہ ان سے مصنف کے پیغام کا خلاصہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ میرے خیال میں اس خط کی مرکزی آیت ۱:۱۴ ہے: "روح القدس کے وسیلہ سے جو ہم میں بسا ہوا ہے اس اچھی امانت کی حفاظت کر۔" درحقیقت پہلے خط کا بھی یہی پیغام ہے، لیکن یہاں اسے ضرورت کے ماتحت زور و شور سے دوبارہ پیش کیا گیا ہے۔ دونوں خطوط کا فرق صرف پس منظر میں ہے۔

پہلا خط ایسے وقت میں لکھا گیا تھا جبکہ ہنوز اُمید تھی کہ رومی افسران مسیحیوں سے نیک سلوک روا رکھیں گے۔ مسیحیت پر کوئی مجبوریاں نہیں تھیں اور نہ ہی مسیحی یہ جانتے تھے کہ آئندہ اُن پر کیا گذرے گی۔ لیکن اس خط کی تحریر کے وقت مصیبت شروع ہو چکی تھی، اور پولس کو اپنے ان آخری ایام میں ایذا کا اتنا رنج نہ تھا جتنا کہ اس بات کا تھا کہ اُس کے کئی بچے آزمائش میں ناکام نکلے۔ اس سبب سے وہ ان لوگوں سے زیادہ محبت رکھنے لگتا ہے جو آزمائش میں ثابت قدم رہے تھے۔ چنانچہ تیمتھیس کو وہ گہرے احساسات اور پیار کے ساتھ یہ خط لکھتا ہے اور اُس پر اپنے دل کو ایسے پورے طور پر کھولتا ہے کہ اس سے پہلے اُس نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

علیک سلیک (۱:۱-۲) مختصر ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں جوں جوں اُس کی موت نزدیک آتی ہے وہ اس خیال پر زور دیتا ہے کہ "اُس زندگی کے وعدہ کے موافق جو یسوع مسیح میں ہے"۔ دعائیہ حصہ اصل میں چودھویں آیت

تک نکل گیا ہے یہاں وہ ان باتوں کو جو اُس کے دل میں ہیں ظاہر کرتا ہے:-

انجیل کا پیغام:- اُس کی اپنی زندگی اور اُس کی جدوجہد۔ تیمتھیس اور اُس کا گذشتہ حال اور اس کی موجودہ ترقی اور صحیح تعلیم پر قائم رہنا۔

وہ ایک بڑے غم کی طرف اشارہ کرتا ہے (۱۵) لیکن اس غم کو وہ ایک ایماندار دوست کی یاد سے غلط کر لیتا ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ رحلت کر چکا ہے (۱۶-۱۸)۔

اس کے بعد وہ تیمتھیس سے ایک مرکزی بات بالتفصیل کہتا ہے کہ جو کچھ اُس کے سپرد کیا گیا ہے وہ اُس کو محفوظ رکھے اور اُسے دوسروں کے سپرد کرے (باب ۲) لیکن پہلے خط کی طرح اس میں بھی رسول اُستاد کی طرزِ تعلیم سے کہیں زیادہ اُس کی زندگی پر زور دیتا ہے اور وہ پہلے خط سے بہت زیادہ مسیحی زندگی کی پختگی کی ضرورت پر زور دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ وہ جو خوشحالی میں تن آسانی کی زندگی بسر کرتے ہیں ممکن ہے کہ وہ دکھ میں قائم نہ رہ سکیں۔

پولس رسول کہتا ہے کہ گو موجودہ دن برے ہیں لیکن ان سے بھی سخت دن آئیں گے۔ لیکن وہ باہر کے ایذا رسانوں کی طرف سے نہیں بلکہ کلیسیا کے اندر کے لوگوں سے آئیں گے جو مسیح کا نام تو لیتے ہیں، لیکن ان کی زندگی اُس کی قوت میں نہیں۔ تیمتھیس کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ ان کے مخالف چال چلے۔ وہ ایک دلچسپ رنگ میں نفسِ مضمون سے ذرا الگ ہو جاتا ہے یعنی گذشتہ ایام میں گلتیہ میں تیمتھیس کے خاندان کی یادگاری کرتا ہے اور پاک نوشتوں کو استعمال کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ (باب ۳)

ایک دفعہ پھر رسول بڑی سنجیدگی اور اپنی موت کی قربت کے احساس

یں تیمتھیس کو اس کا سابقہ کام یاد دلاتا ہے (۲: ۱-۸)۔ باقی خط میں وہ اچھی اور اچھے ہم خدمتوں کی مختلف خبریں دیتا ہے۔ تیمتھیس کو خاص ہدایات دے کر سلام کہتا ہے۔

بارھواں باب

مُقدس پطرس کے خطُوط

مُقدس پطرس کا پہلا خط

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کن حالات میں مُقدس پطرس نے یہ خط لکھا اور تیسرے باب میں بیان کے مطابق یہود کی ایذا رسانی کے بیان سے کچھ حصہ پس منظر بھی بیان کیا ہے لیکن اس خط کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ ضروری بات یہ ہے کہ ہم اس کو پس منظر مُقدس پطرس کے رسُولی کام کو تصوّر کریں۔

ہمیں اوّل یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ رسُول نے نئی کلیسیا میں کتنا اہم کام کیا۔ ہم اس خیال کو نظرانداز کرتے ہیں کہ کیا خُداوند مسیح نے اُسے دیگر رسُولوں کا سردار مقرر کیا تھا یا نہیں۔ لیکن ہمیں ضرور ماننا پڑتا ہے کہ رسُول اپنی نمایاں خوبیوں کے باعث ان میں ممتاز تھا۔ صرف مُقدس پولُس ہی بطور لیڈر کے اس کا ہمسر ہو سکتا ہے۔ ہر بات میں مُقدس پطرس لیڈر تھا۔ شاید بعد میں اسی نے کیا اور پہلے غیر یہودی مسیحی ہونے والوں کو بپتسمہ دیا۔ جب تک خُداتعالیٰ کی توجہ غیر قوموں کی طرف مبذول نہیں ہوئی وہ پطرس

کو اپنی کتاب میں مرکزی مقام دیتا ہے۔ مُقدس پولُس بھی مُقدس پطرس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خطوط کے علاوہ دو اور مجموعوں میں بھی مُقدس پطرس کی تعلیمات محفوظ ہیں یعنی مرقس کی انجیل اور اعمال کی تقاریر میں۔ ان تین وسائل سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مُقدس پطرس نے کس طرح تین مختلف تعلیمات دیں جو کہ ایک رسُول کو دینی چاہئیں۔ سب سے پہلے اُسے یہ دیکھنا تھا کہ لوگ مسیح کی زندگی کے واقعات کو جانیں۔ وہ لوگ جنہوں نے یروشلم میں اُس کے ابتدائی وعظ سُنے خُداوند کی زندگی سے واقف تھے اس لئے وہ اس کو چھوڑ کر اور باتیں کر سکتا تھا۔ لیکن کئی ایسے مواقع ہوئے جب اُسے یہ کہانی سُنانی پڑی۔ مرقس کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مُقدس پطرس مسیح کی کہانی سُنانے کا عادی تھا۔ جب کوئی ایک واقعہ سُنائی جائے تو جیسا کہ ہم سب کرتے ہیں وہ کہانی بعد میں بھی ویسی کی ویسی سُنائی جاتی ہے۔ اسی طرح کئی اور لوگوں نے بھی ان پہلے مشنریوں کے طریقہ کو اختیار کیا ہوگا۔ چنانچہ مُقدس پطرس کی تعلیمات کی بنا پر انجیل مُقدس میں موجودہ شکل ہوگئی۔

جب کہانی معلوم ہوگئی تو پھر دوسرا کام یہ کیا گیا کہ اس کی اہمیت بتائی جائے اور سُننے والوں کو نصیحت کی جائے کہ وہ یسوع کو اپنا نجات دہندہ قبول کر کے بپتسمہ پائیں۔ اسے ہم اصولی اور انجیلی تعلیم کا نام دیتے ہیں۔ یہ بات ہم پر روشن ہے کہ اُس نے اپنی تقاریر میں کس طرح یہ تعلیم دی اور ہم یہ بھی قیاس کر سکتے ہیں کہ مُقدس پطرس کے بعد کے واعظ اور وہ لوگ جو اُسے پیشوا مانتے تھے اسی طرح کرتے تھے۔ مُقدس پطرس کی تعلیمات میں مسیح کے مفہوم کو سمجھانے کے لئے عہد عتیق کے اقتباسات کا استعمال بار بار

ہے۔ اس خط کے بہت سے حصص مقدس پطرس کی ان تقاریر کے مشابہ ہیں جو اعمال کی کتاب میں مندرج ہیں۔ ناظرین کو چاہیئے کہ وہ ان مماثلوں کا دھیان رکھیں۔ لیکن اس خط کا مرکزی مضمون وہ مانوس تعلیم نہیں جو کہ اعمال کی تقاریر میں ہے، بلکہ وہ اتفاقیہ طور پر آتی ہے۔ گویا کہ خط کا پڑھنے والا اس کو پڑھنے سے پہلے اس سے واقف ہے۔ یہ علم اُس اصل بات کی بنیاد ہے جو وہ اس خط میں کہنا چاہتا ہے۔

یہ تیسری قسم کی رسولی تعلیم ہے جو غیر مذاہب سے مسیحیت کو قبول کرنے والے کے لئے ابتدائی باتوں کے بعد دوسری منزل پر ضروری تھی تاکہ یہ سکھایا جائے کہ کس طرح خداوند مسیح کے وسیلہ سے خدا کی شراکت کی غرض سے مسیحی زندگی بسر کرنا ہے اور اس کا روزمرہ کا رویہ کیسا ہونا چاہیئے۔ مقدس پطرس نے یہ خط لکھنے سے پہلے کئی دفعہ ان باتوں کی تعلیم و تربیت دی ہوگی اور چونکہ ایذارسانی کے باعث اس خط میں کئی نئی باتیں تو ہیں لیکن بہت سی باتیں وہی ہیں جو اُس نے کئی دفعہ پہلے کہی ہوں گی، جو اس کی دیگر دو قسم کی تعلیمات کی مانند کلیسیا کی میراث بن گئی۔ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ مقدس پطرس کے اسی خط میں اور پولس اور یعقوب کے خطوط میں بہت سی مشابہتیں ہیں۔ یہ یقینی امر ہے کہ مقدس پطرس پولس رسول کے بعض خطوط سے واقف تھا اور ان کا مداح تھا لیکن یہ سمجھنا ضروری نہیں کہ جب کوئی متشابہ بیان آئے تو گویا مقدس پطرس کسی سے اقتباس کر رہا ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جو متشابہ حصے ہیں تو دونوں مصنفین کسی اور سے اقتباس کر رہے ہیں۔ یہ تصور کر لینا کافی ہے کہ دونوں نے وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کے وعظ دلچسپی سے سنے ہوئے تھے۔

پطرس کا پہلا خط گو تھوڑے سے وقت میں لکھا گیا تھا لیکن یہ کئی سال کا نچوڑ ہے جس میں وہ روحوں کی ہدایت و تربیت کرتا رہا تھا اور نیز یہ اُس کے کئی سال کے خیالات کا پھل تھا۔

ان سارے خطوط کی خاصیت، جو تیسری قسم کی تعلیمات دیتے ہیں، بالخصوص پطرس اور یعقوب کے خطوط، یہ ہے کہ ان کی عبارات کے تحت خداوند کی تعلیم دکھائی دیتی ہے۔ مقدس مرقس کی انجیل میں یعنی مقدس پطرس کی پہلی قسم کی رسولی تبلیغ میں خداوند کے مقالات بہت کم پائے جاتے ہیں اس لئے دیگر اناجیل کے مصنفین نے ضروری سمجھا کہ ان کو خداوند کے مقالات سے پورا کریں۔ ہم حیران ہیں کہ پطرس اتنی ضروری بات کیوں چھوڑ گیا جسے کہ وہ خوب جانتا تھا۔ اس کا جواب میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اُس کا دل اپنے اُستاد کی تعلیمات سے معمور تھا۔ حتیٰ کہ اُس کا مزاج بھی وہی ہو گیا جو مسیح کا تھا (۱کرنتھیوں ۲: ۱۶) وہ محسوس کرنے لگا کہ پاک روح کے وسیلے مسیح اُس میں ہو کر اپنی تعلیم دے رہا تھا، اس لئے اُس نے مسیح کے الفاظ من و عن اقتباس کرنے کی کوئی فکر نہ کی۔ یہی کافی تھا کہ وہ پاک روح کی قدرت اور مسیح کے اختیار سے سکھاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ یہ خط مسیح کے پہاڑی وعظ کی متوازی تعلیم ہے؛ جس میں مسیح کی تعلیم اُس کے شاگرد کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ خط مقدس مرقس کی انجیل کا تتمہ ہے۔ وہ جو رسول نہیں تھے اُن کے لئے جیسا کہ مقدس پطرس نے کہا ویسا کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ دوسری پشت کے مبلغین کے لئے متی اور لوقا کی اناجیل لکھی گئیں، اس لئے یہ نہایت اہم ہے کہ ہم مطالعہ کرتے وقت اس خط کی اناجیل سے مشابہت

پر غور کریں۔

آئیے اب ہم متن کی طرف متوجہ ہوں۔ یہاں تین باتیں ہی نہیں ہیں جو ہماری [illegible] کہ کم از کم ایک بات میں مقدس پطرس مقدس پولُس کی پیروی کرتا ہے۔ اگرچہ وہ خط کی [illegible] اختیار کرتا ہے تو بھی بالعموم طرز پر ایک طبعی ٹھیک سلسلہ ہے (۱:۱-۲) جس کے فوراً بعد شکریہ کی دعا ہے (۳-۹)۔ آخری باب کی بارھویں آیت میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پطرس اپنے وفادار بھائی سلوانس[1] کے وسیلے لکھ رہا ہے لیکن ممکن ہے کہ سلوانس نے محض [illegible] باتوں کے علاوہ کچھ اپنی طرف سے بھی لکھ دیا ہو۔ شاید [illegible] خط اسی کے ہیں۔ اس طرح سے ہماری بحث کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ سلوانس اور سیلاس ایک ہی بات ہے اور یہ وہ شخص ہے جو پولُس کا ہم خدمت اور تھسلنیکیوں کے خطوط میں پولُس کا ساتھی تھا۔ تھسلنیکیوں کے خطوں اور پطرس کے پہلے خط میں [illegible] کی بحث میں نشانیاں ہیں جو کہ شاید اس لئے ہیں کہ دونوں میں سیلاس کا ہاتھ ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ پطرس ایک مچھیرا ماہی گیر جس کی مادری زبان ارامی [illegible] یونانی میں خط لکھتا یعنی وہ یونانی جانتا تو تھا اور اس میں خوب تقریر کر سکتا تھا لیکن اتنا اچھا لکھنا ایک دوسری بات ہے۔ ہمارے ملک میں [illegible] کا ہے بہت سے شہری [illegible] زبان خوب اچھی طرح بول سکتے ہیں لیکن بہت کم کسی [illegible] کی مدد کے بغیر کچھ لکھنے کی جرأت کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مقدس پطرس ایک ایسے یونانی سے استفادہ کر کے بہت خوش ہوا ہوگا جس نے پولُس کے ساتھ بھی کام کیا تھا۔ ہمیں اس سے [illegible] کہ دوسرا

[1] SILVANUS.

خط اس سے پہلے خط سے کیوں اتنا فرق ہے کہ آج کل کے نقاد تسلیم نہیں کرتے کہ دونوں کا مصنف ایک ہی ہے۔ تاہم اس کا جواب صاف ہے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ دوسرے خط میں مددگار بھی کوئی فرق شخص تھا۔

غور کریں کہ وہ اپنے بیان اپنے قارئین کے سامنے کیسے بیان کرتا ہے یعنی "جو جا بجا رہتے ہیں"۔ یہ الفاظ ان یہودیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دنیا میں جا بجا منتشر ہیں لیکن یہاں مسیحیوں سے مراد ہے وہ انہیں مسافر بھی کہتا ہے یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جن کا اصل گھر کہیں اور ہے وہ برگزیدہ یعنی خدا کے حقیقی چنیدہ لوگ ہیں۔ یہاں تین الفاظ میں وہ حقیقت پائی جاتی ہے جو اس کے دل میں بوقت تحریر موجود تھی کہ اب یہی نہ کہ یہودی خدا کے اصل اسرائیل ہیں۔ غور کریں کہ رسول کس طرح تثلیث یعنی اقانیم کا ذکر کرتا ہے۔ اس رنگ میں نہیں جیسے کہ علم الٰہی کا یہ ایک مسئلہ ہو بلکہ وہ اسی ترتیب سے اسے بیان کرتا ہے کہ ان کی قدرت مسیحی زندگی میں ظاہر ہے اور یہی اس خط کا مضمون ہے۔

خط کے دو حصے ہیں:- پہلا حصہ (۱:۳-۲:۱۰) جو کہ پہلے دو بڑے حکم کے مقابلہ میں ہے اور خدا کی شراکت میں زندگی گزارنے سے متعلق ہے۔ نویں آیت جو اس مضمون کو شروع کرتی ہے نمایاں الفاظ میں اس فوق الفطرت زندگی کا بیان کرتی ہے جس میں وہ نئے سرے سے پیدا کئے گئے ہیں۔ غور کیجئے کہ کس طرح وہ ایمان۔ امید۔ محبت میں اپنی خوبیوں پر زور دیتا ہے اور ان کی موجودہ اذیت کا بیان کرتا ہے۔ اگلی دو آیات (۱۰-۱۲) میں ایک طرح سے [illegible] مضمون ہے جس میں وہ نوشتوں کی پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر کرتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی بات تھی جو مسیح

کے متعلق اس کے خیال کو اکثر ملحوظ رکھتی ہیں۔ پطرس آیات ۲۰-۲۲ میں رُوحانی زندگی میں ترقی کے لئے چند ضروری صفات کا ذکر ہے مثلاً عقل کی کمر باندھنا۔ پاک ہونا، خدا کی فرمانبرداری، عزّت و باہمی محبت۔ رسُول اِن بنیادی اصُولات سے جن پر یہ تعلیم مبنی ہے ایسا مُطمئن ہے کہ وُہ اِن کا اظہار کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اِن سے رسُول یہ سکھاتا ہے کہ نجات کے لئے بڑھنے کا مطلب مسیحی کلیسیائی زندگی بسر کرنا ہے اور یہ ایک عبادت ہے (۲:۱-۸)۔ اس مقام سے رسُول کلیسیا کا بیان شروع کرتا ہے اور کلیسیا کو حقیقی اسرائیل ثابت کرنے کے لئے پُرانے عہدنامہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے (۹-۱۰)۔

دُوسرے حِصّے میں مُقدّس پطرس پڑوسی کے فرائض کا ذکر کرتا ہے، بالخصوص اپنے قارئین کے حالات کے پیشِ نظر کیونکہ اس وقت کلیسیا کے سر پر اذیّت منڈلا رہی تھی۔ چنانچہ وُہ اپنی تعلیم کا رُخ بھی بدل لیتا ہے۔ یہ ایک تمہید ہی ہے (۲:۱۱-۱۲) میں ظاہر ہوتی ہے جس میں کہ وُہ اِن لوگوں کو جنہیں ملک ملک کے حصّہ میں مسافر کہا گیا تاکید کرتا ہے کہ وُہ اس دُنیا میں اُلجھ نہ جائیں اور کہ جن غیر مسیحیوں سے اُن کا واسطہ پڑتا ہے وُہ اُن پر اچھا مسیحی اثر ڈالیں۔

اس کے بعد وُہ اُنہیں مُلکی حکمرانوں کے سلسلہ میں مسیحی فرائض بتاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اس وقت نیرو بادشاہ تھا اور یہ ایذا رسانی کا آغاز تھا۔ پھر گھریلو غلاموں کے فرائض مذکور ہیں۔ اس کلیسیا میں غلاموں کی تعداد بہت تھی۔ لہٰذا اُس زمانہ میں یہ نہایت ضروری تھا کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ غیر مسیحی یہ نہ کہنے پائیں کہ مسیحی لوگ غلاموں کو اُن کے مالکوں کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ چنانچہ اگلی آیات میں غلاموں کے فرائض مالکوں کی

بتائے گئے ہیں کہ اُنہیں مسیح کی پیروی کرنا چاہیئے جس نے کہ ہمارے گُناہ اپنے اُوپر اُٹھا کر سب سے بڑا خادم ہونے کا نمونہ پیش کیا (۱۸-۲۵)۔ ایک اَور شعبہ جس میں مسیحیوں کی بدنامی کا خدشہ تھا، یہ تھا کہ اگر کوئی عورت مسیحی ہو جائے تو وُہ اپنے خاوند کی مخالفت کرے۔ چنانچہ اس کے سدِّباب کے لئے اگلی آیات میں بیویوں کے فرائض دیئے گئے ہیں (۳:۱-۶) اسی طرح وُہ خاوندوں کو بھی نہایت ضروری نصیحت دیتا ہے (۷)

اب وُہ سب کو مسیحی خوبیوں کے متعلق مُشترکہ طور پر بتاتا ہے خصُوصاً اُن کو جن کا ایذا کے ساتھ تعلق ہے (۸-۱۷) اس سے اُسے مسیح کی مثال یاد آتی ہے۔ لیکن یہ اسے بتائے بغیر ہمارا نمونہ نہیں ثابت کر سکتا کہ اُس نے ہمارے لئے کیا کیا ہے مثلاً ہمارے گُناہوں کے بدلے اُس کی موت، قیدی رُوحوں میں مُنادی کرنا، اُس کا جی اُٹھنا، آسمان پر جانا اور فتح۔ (۱۸-۲۲) ضمناً یہ بھی ذکر کرنا چاہیئے کہ ۱۸ سے ۲۲ آیات تک اور چوتھے باب کی ۶ آیت جن میں مسیح کے عالمِ ارواح میں اُترنے کا ذکر ہے بہت مشکل آیات ہیں اور ان پر مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ چوتھے باب کی پہلی آیت پھر اسی سلسلہ کو شروع کرتی ہے جو پچھلے باب کی اٹھارویں آیت میں ختم ہُوا ہے اور بتاتی ہے کہ ہمارا نظریہ بھی وہی ہونا چاہیئے جو مسیح کا بھی تھا۔ یہاں سے پُرانی جسمانی خواہشات کی زندگی اور نئی زندگی کا مقابلہ جو خُدا کی مرضی کے مطابق ہے شروع ہوتا ہے (۱-۱۱) گیارھویں آیت کی حمد ثابت کرتی ہے کہ یہ اس حصّہ کا خاتمہ ہے جو ۲:۱۱ سے شروع ہُوا۔

اگلا حِصّہ اذیّت اور ایّامِ اذیّت میں مسیحی رویّے سے متعلق ہے (۱۲-۱۹) پھر مُقدّس پطرس پاسبانوں کو اُن کی خدمات یاد دلاتا ہے (۵:۱-۴) اور جوانوں کو فرماں برداری کی تلقین کرتا ہے اور سب

مسیحیوں کو فروتنی کی تعلیم دیتا ہے (۵ - ۲)۔ بعض اختتامیہ نصیحتیں نیک اور حمد کے لئے موزوں پیدا کرتی ہیں۔

خط کے آخر میں مقدس پطرس سلوانس کے متعلق کچھ کہتا ہے اور رومی کلیسیا کا سلام (کیونکہ اس وقت روم خدا کے لوگوں کو ستانے میں بابل کی جگہ تھا) اور اپنے شاگرد مرقس کا سلام لکھتا ہے۔

مقدس پطرس کا دوسرا خط

اس خط میں ہم نئے عہد نامہ کے مطالعہ کے ایک ایسے پہلو سے دوچار ہوتے ہیں جو ابھی تک ہم نے پس منظر میں رکھا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جن لوگوں کے نام سے یہ کتابیں ہیں، وہی ان کے مصنف ہیں؟ بعض علما نے اس خیال پر شدید حملے کئے ہیں۔ بعض نے اس کی جوش و قلبیت سے حفاظت کی ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تقریباً سب خطوط کی صداقت و اصلیت پورے طور سے قائم رکھی گئی ہے تاہم بعض کے دل میں افسیوں کے خط اور پاسبانی خطوط کے مستند ہونے کے بارے میں شکوک ہیں۔ لیکن ہم نے ان کے لئے دلائل پیش کر کے آپ پر بوجھ ڈالنے کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ جو متعجب ہیں انہیں یہ باتیں کئی کتابوں سے مل سکتی ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ یہ بات چھپائی جائے کہ علما کی اکثریت ہنوز مقدس پطرس کے دوسرے خط کے مستند ہونے پر شک کرتی ہے۔ عام خیال ہے کہ یہ خط دوسری صدی عیسوی میں لکھا گیا تھا اور کسی ایسے شخص نے مقدس پطرس کے نام میں لکھا ہے جو مختلف تعلیمات کی تردید کرنا چاہتا تھا البتہ ایک دو مستند عالم ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خط خود مقدس پطرس نے

لکھا تھا۔ میں شخصی طور پر ان سے متفق ہوں اور مناسب ہے کہ اسباب اتفاق بھی بیان کر دوں۔

شکوک کچھ نئے نہیں۔ متقدمین میں سے کئی آبائے کلیسیا کے دل میں شکوک آئے اور ایک مدت کے بعد متفقہ طور پر اسے الہامی کتابوں میں جگہ دی گئی یا نئے عہد نامہ کی فہرست کتب میں لکھی گئی۔ آبائے کلیسیا کے شکوک عجیب نکتہ چینی پر مبنی تھے مثلاً اس خط کا طرز تحریر پہلے خط سے بالکل فرق ہے۔ لیکن میرے خیال میں صحیح جواب بہت عرصہ پہلے جیروم دے چکا ہے (۲) دونوں خطوط میں مقدس پطرس نے الگ الگ مددگاروں کو استعمال کیا۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ پہلے خط میں غالباً سلوانس کا ہاتھ تھا اس لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ دوسرا خط لکھتے وقت مقدس پطرس قید میں تھا اور اپنی موت کا منتظر تھا۔ چنانچہ اس نے خط کے مضمون کی سرخیاں کسی دوست کو جو قید میں اسے ملنے آیا، زبانی دیں۔ اس دوست نے اپنی پوری کوشش کی ہوگی کہ مقدس پطرس کے نام سے موزوں خط لکھے لیکن چونکہ وہ سلوانس کی مانند ماہر تحریر نہ تھا اس لئے اتنا اچھا نہ لکھ سکا جتنا کہ پہلا خط تھا۔

کئی اور دلائل پیش کی گئی ہیں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ خط مقدس پطرس کا نہیں۔ ہم آپ کی توجہ ان دلائل کی طرف لگائیں گے، جب ہم اس خط کا خلاصہ مطالعہ کریں گے۔ لیکن ایک ضروری نکتہ جس کا پہلے بیان کرنا لازمی ہے یہی ہے کہ اگرچہ ابتدا میں کلیسیا کو اس خط کے قبول کرنے میں تذبذب ہوئی مگر بعد ازاں مسیحی دنیا نے تسلیم کر لیا کہ یہ خط نئے عہد نامہ کے معیار کے مطابق ہے اور اس لائق ہے کہ پاک نوشتوں

میں شامل کیا جائے۔ کسی کتاب کے رُوحانی معیار کی پرکھ میں کلیسیا کی متفقہ رائے بہ نسبت شخصی خیالات کے چاہے کتنا ہی عالمانہ کیوں نہ ہو، زیادہ معقول ہے۔ بہت سی اَور کتابیں بھی تھیں جو مقدس پطرس کے نام پر بنالی گئیں لیکن کلیسیا نے اُنہیں ناموزوں اَور جھوٹی جان کر ردّ کر دیا۔ نئے عہدنامے کی کُتب بے مثال ہیں، کیونکہ بعد کے زمانہ کی بہترین تحریریں بھی مُستند رسُولی تحریروں کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ اُنہیں جو یہ مانتے ہیں کہ یہ دُوسرا خط مقدس پطرس کی تحریر نہیں، یہ ماننا پڑتا ہے کہ دُوسری صدی میں کوئی ایسا گمنام مصنف تھا جو اس پایہ کی چیز لکھ سکتا تھا لیکن تاریخ میں اس کا اَور کوئی نشان نہیں ملتا۔ لیکن یہ بات اُس وقت کی معلوم تاریخ کے موافق نہیں۔

اب ہم خط کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ملیک سلیک (۱:۱-۲) سے ہٹتے ہی کچھ اس طرح چلا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کا محرر پولُس کے طرزِ تحریر سے اتنا واقف نہ تھا جتنا کہ سلوانس۔ پھر یُونانی پڑھنے والے فوراً معلوم کر لیں گے کہ زبان بھی اتنی اچھی نہیں۔ اس کا پہلا حصّہ پہلے خط کے پہلے حصّہ کے موافق خُدا کی جانب سے مسیحی زندگی کا بیان کرتا ہے۔ پھر اِن تین ضروری خوبیوں کا ذِکر آتا ہے جن سے اِنسان رُوحاً خُدا سے متحد ہو سکتا ہے یعنی ایمان۔ محبت اَور صبر (اَور یہ آخری خوبی اُمید کی جگہ پر آتی ہے، جیسے کہ اَور کئی مقامات میں بھی ہے)، لیکن یہ خوبیاں اخلاقی خوبیوں سے پیوستہ ہیں (یعنی علم اور پرہیزگاری وغیرہ سے) کیونکہ اِن دونوں قسم کی خوبیوں کو اکٹھا بڑھنا ہے۔ علاوہ ازیں اس خط میں نئے عہدنامہ کی باقی تمام کتابوں

ہے اُس زندگی کا انجام زیادہ یقینی طور سے بتایا گیا ہے اَور وُہ انجام یہ ہے کہ الٰہی طبیعت میں شراکت ملتی ہے۔

اگلا پیرا (۱۲-۲۱) بہت کچھ شخصی ہے۔ اس میں پولُس بیان کرتا ہے کہ وُہ اُنہیں وُہی باتیں کیوں بتانے کا خواہشمند ہے، جو کہ وُہ پہلے ہی جانتے ہیں کیونکہ اُسے بہت زیادہ موقعہ نہیں ہوگا۔ وُہ وقت جلد آ رہا ہے کہ وُہ اپنی مسافرت اَور اس دُنیا میں عارضی رہائش کو چھوڑ دے گا۔ حیرانی ہوتی ہے کہ وُہ کونسے وسائل اختیار کرتا ہے کہ اُس کی رحلت کے بعد وُہ اُس کی تعلیم کو یاد رکھ سکیں (۱۵) کیا وُہ اس سے پہلے ہی یہ بندوبست کر چُکا تھا کہ مرقس، جسے وُہ اپنا فرزند کہتا ہے، انجیل لکھے؟ یہ ایک معقول خیال معلوم ہوتا ہے بالخصوص اس واقعہ کی روشنی میں جس کا وُہ چشم دید گواہ تھا جو کہ اس انجیل میں لکھا جانا تھا یعنی مسیح کی صُورت کے بدلنے کا واقعہ (۱۷-۱۸) اس سے آگے وُہ اپنے ایک دلی مضمون کو شروع کرتا ہے یعنی نبوّتوں کا پُورا ہونا، جیسے کہ وُہ پہلے خط میں بھی بیان کر چُکا ہے۔ اس ساری بات چیت کی روشنی میں مَیں سمجھتا ہُوں کہ پہلا پیرا بالکل مُستند ہے۔ یہ محض ایسا حصّہ نہیں جو خط میں صرف اس غرض سے رکھ دیا گیا ہے تاکہ خط مُقدس پطرس کی تصنیف معلوم ہو۔ اس خیال کو وُہ لوگ تسلیم کریں گے جو اس خیال کے حامی ہیں کہ یہ خط مُقدس پطرس کا نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خط رسُول کے آخری دنوں کے آخری الفاظ ہیں۔

دُوسرا باب ایک الگ تھلگ حصّہ ہے جس میں خط کا مرکزی مضمون پایا جاتا ہے۔ مُقدس پطرس کے دِل پر بھی وُہی بوجھ معلوم ہوتا ہے

مؤید ہیں کہ وہاں یہ آخری خط لکھتے وقت تھا، یعنی اس ذمہ داری کا بوجھ کہ وہ اس ایمان کو جو مُقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا تھا دوسروں کے سپرد کرے (یہوداہ ۳) اور کہ کلیسیا بدعتی اُستادوں سے محفوظ رہے۔ خط کے اس حصّے کے متعلق غور طلب بات یہ ہے کہ یہوداہ کے خط سے اس کا بڑا تعلق ہے۔ اگر ان دونوں کو پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ چھوٹے خط کا بڑا حصّہ اس خط میں لفظ بلفظ پایا جاتا ہے۔ بہت ممکن ہے، جیسا کہ بعض عُلما سمجھتے ہیں کہ یہوداہ کا خط اس خط پر مبنی ہے لیکن اس سے زیادہ معقول یہ ہے کہ شاید مُقدس پطرس نے یہوداہ کو یہ سرمون سنا ہو یا جیسا کہ شاید اُس نے اُسے "یہوداہ کی نبوت" کا نام دیا ہو اور بدعتی اُستادوں کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لئے اس وعظ کا استعمال نہایت موزوں سمجھا ہو۔ وہ صرف حافظہ سے اقتباس کرتا ہے اور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی چھوٹی چھوٹی لیکن اہم تبدیلیاں کرنے سے ہچکچاتا نہیں۔ ایک اور دلیل جو اس کے منسوب ہونے کے خلاف برتی جاتی ہے، یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ پطرس اپنے بھائیوں میں سے کسی کی تحریر کو اس طرح استعمال کرے لیکن یہ کیوں ممکن نہیں؟ وہ بڑا حلیم الطبع انسان تھا اور نبوت کی بڑی قدر کرتا تھا اور اگر اُس نے پولس کے خطوط پڑھے اور اُن کی قدر کی تو وہ یہوداہ سے اقتباس کر سکتا تھا۔

اگلے حصّہ میں مُقدس پطرس اس تحریر کو اپنا دوسرا خط لکھنے سے منسوب کرتا ہے (۳: ۱-۲) اور فرماتا ہے وہ خط جو سلوانس نے لکھا تھا وہ پہلا تھا۔ اس حصّہ میں وہ خاص طور سے مسیح کی دوسری آمد پر زور دیتا ہے۔

جیسے پہلے خط میں بھی بیان کر چکا ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے تھے جو عام اور فضول دلائل آمدِ ثانی کی تعلیم کو جھٹلاتے تھے کہ نہ تو دُنیا کا انجام ہوگا اور نہ مسیح آئے گا۔ مُقدس پطرس اس حقیقت کو ایک بار پھر بڑے جوش کے ساتھ یہ دکھاتے ہوئے پیش کرتا ہے کہ اس تعلیم کا اثر ہماری موجودہ زندگی پر کیا ہونا چاہئے۔ ایک اور دلیل جو اس خط کے غیر مستند ہونے کے لئے دی جاتی ہے کہ ایسی تعلیم تو پطرس کے بعد دوسری صدی میں ناسٹکوں نے دی تھی، اور اس خط میں اُس کی تردید ہے۔ لہٰذا یہ خط دوسری صدی کا ہے۔ لیکن یہ دلیل اس زمانہ کے متعلق جس سے ہم بہت کم واقف ہیں، مشکوک سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایسی تعلیمات بڑی آسانی سے ابتدائی زمانہ میں پیدا ہو سکتی تھیں جبکہ یہی تین آسانی اور جیسے مخلوط میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

آخری نصیحت میں (۳: ۱۴-۱۸) وہ مُقدس پولس کے خطوط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ان میں سے بہت سے خطوط سے واقف تھا اور یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ وہ اُن کی قدر کرتا تھا لیکن وہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور انہیں اس طرح بیان کرتا ہے کہ گویا وہ پاک نوشتوں کے برابر کی چیز ہے۔ بعض اعتراض کرتے ہیں کہ مُقدس پطرس اپنی زندگی میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا تھا لیکن کیوں نہیں؟ وہ دوربین شخص تھا لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ وہ یہ نہ دیکھ سکا ہو کہ ایسی تحریریں یقیناً کلیسیا میں اہم جگہ پائیں گی جبکہ وہ اور دیگر رسول جا چکے ہوں گے چونکہ وہ ایک حلیم الطبع شخص تھا اس لئے اپنے خطوط کے لئے اُس نے کبھی بلند درجہ نہ سوچا ہوگا لیکن پولس کے خطوط

کے لئے یقیناً اُس نے بلند درجہ سوچا ہوگا۔

یہ خط سترھویں آیت کے اقتباس سے بند نہیں ہوتا بلکہ اُسی بات سے بند ہوتا ہے جس سے کہ وہ شروع ہوتا ہے یعنی خُدا کی جماعت میں مسیحی زندگی کی اہمیت سے۔ "خداوند اور ہمارے منجی یسوع مسیح کے فضل اور عرفان میں بڑھتے جاؤ۔" (۳:۱۸) جب میں بعض علما کی کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ مقدس پطرس کے دوسرے خط کا نظریہ پہلے خط سے بالکل فرق ہے تو مجھے یقین نہیں آتا۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ اس میں ہے کہ پہلے خط میں مُقدس پطرس ہمیں مسیحی زندگی کی معیاری تعلیم دیتا ہے۔ دوسرے خط میں وہ بدعتی تعلیم کے خطرات بیان کرتا ہے۔ پہلے خط میں وہ ہدایات میں مسیح کے الفاظ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دوسرے میں وہ ساری بائبل کی طرف اور بعینہ ہی فرق رومیوں کے بارھویں باب اور پاسبانی خطوط میں ہے۔

تیرھواں باب

یہودی کلیسیا کے خطوط

یعقوب کا خط

ہم اس خط کے مُصنّف خُداوند کے بھائی یعقوب سے پہلے ہی آپ کا تعارف کروا چکے ہیں۔ یہ خط اُس کے خصائل کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے۔ یہ خط یہودی نظریہ کا متحمل اور مذہبی لحاظ سے دیندارانہ اور عملی خط ہے۔ اس خط کے متعلق حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ نہایت اعلےٰ یونانی میں لکھا ہے اور بلحاظ زبان نئے عہد نامہ کے چند بہترین حصّوں میں شمار ہوتا ہے۔ غالباً مقدس یعقوب ہمارے اندازے سے زیادہ خوبیوں کا مالک تھا اور وہ ناصرت کے خاندان کا ایک درخشاں عالم تھا۔

ٹھیک ٹھیک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اُن یہودی مسیحیوں کی جماعت سے مُخاطب ہے جو جا بجا پھیلے ہُوئے تھے۔ مُقدس پطرس کے پہلے خط کی مانند مقدس یعقوب بھی تیسری قسم کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ وُہ بتاتا ہے کہ عملی طور پر مسیحی زندگی کیسے بسر کرنی ہے تاکہ ہمارے تعلقات ایک طرف تو خُدا کے ساتھ اور دُوسری طرف بنی نوع انسان کے ساتھ موزوں رہیں۔ وُہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے قارئین دُوسری دو قسم کی تعلیمات سے بخوبی واقف ہیں یعنی مسیح کی زندگی کی کہانی اور اس کے معنی اور

انجیل کا پیغام نجات۔ لیکن پطرس کی بابت [illegible] اس قسم کی تعلیم کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی سبب سے بعض منقدین غلط خیال کرتے ہیں کہ اس خط کا مصنف مسیحی نہیں تھا۔ لیکن خط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر لحاظ سے مسیحی خط ہے۔ جس طرح کہ مقدس پطرس کے خطوط کی سطور کے تحت ہی خداوند کے اقوال و نظر آتے ہیں۔ خصوصاً وہ جو مقدس متی نے پہاڑی وعظ میں لکھے ہیں، ویسے ہی یہاں بھی خداوند کی تعلیم مقدس یعقوب کے دل سے یک رنگ کی روشنی میں ظاہر ہوتی ہے۔

مقدس پطرس اور مقدس یوحنا کے خطوط اور یعقوب کے خط میں فرق یہ ہے کہ وہ فرق فرق لوگوں کو لکھ رہے ہیں۔ مگر رسولوں نے ان مسیحیوں کو جنہیں خطوط لکھے ہیں، [illegible] یعنی ایسے لوگ جنہیں یہودی شریعت کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ ان کے اخلاقی معیار پست تھے ہی سے ان کے لئے ممکن تھا کہ آسانی سے گناہوں میں گر جاتے۔ لیکن مقدس یعقوب کا خط [illegible] اور طرح کے لوگوں کی طرف ہے۔ وہ شریعت کے مطالبات میں سے گزر چکے تھے اور ظاہرہ اوپر اچھی زندگی گزارنے کے عادی تھے جیسے کہ فقیہ اور فریسی کرتے تھے۔ شاید ان میں بہت سے فریسی بھی تھے۔ کیونکہ بہت سے فریسی مسیحی ہو کر اپنی بہترین روایات کلیسیا میں لے آئے تھے۔ چنانچہ جن گناہوں کے خلاف مقدس یعقوب کو نصیحت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ وضعداری کے گناہ تھے۔ جو کہ بہت خطرناک بھی تھے مثلاً فریب۔ دشمنی چغلی۔ حسد۔ طرفداری۔ غریبوں کو نظر انداز کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مسیحیوں کی ایک اچھی خاصی

جماعت قائم ہو چکی تھی۔ جو ترقی، آسانی اور باعزت قسم کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ غالباً یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے کافی دیر سے مسیحیت قبول کر رکھی تھی اور اب مقدس یعقوب اپنے مرنے سے پہلے ۶۲ء میں انہیں لکھ رہا ہے۔ اب مسیحیوں کی دوسری پشت بڑھ رہی تھی جو مسیحیت کو ایک موروثی چیز سمجھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صحیح معنوں میں اذیت تو نہیں مگر کئی ایک مشکلات محسوس کر رہے تھے لہٰذا وہ بے چین تھے۔ چنانچہ پہلی بات جو مقدس یعقوب بتا رہے ہیں یہ ہے کہ وہ آزمائشوں میں خوش ہوں اور آزمائش کے فوائد کو پہچانیں (۱: ۲-۴)۔

اس خط کی افادہ تشریح کرنا مشکل ہے کیونکہ مقدس یعقوب نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔ ریو اشرز ویسٹن [illegible] تلاوت کے لئے مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بہت سے خاص خاص باتوں سے متعلق ہیں اور انہیں مختلف نام دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ تقسیم اس تقسیم کے مطابق نہیں جو مصنف کے دل میں تھی۔ اس کی تقسیم اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہر مضمون کو اپنے پیرائے جائزہ سے شروع کرتا ہے۔ اس کی خاص مفید تعلیمات آزمائش، ایمان بغیر اعمال بے فائدہ ہے، زبان کا غلط استعمال، سماجی راستی اور دعا ہیں۔

یہوداہ کا خط

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ یہ خط مقدس پطرس کے دوسرے خط سے کس طرح متعلق ہے۔ ہم یہاں اس کا ذکر کرتے ہیں! اس لئے نہیں کہ یہ خاص طور سے یہودی مسیحیوں کے متعلق ہے بلکہ اس لئے کہ غالباً یہوداہ

اُس یعقوب کا بھائی ہے جس نے خط لکھا اور خداوند کا ایک اور بھائی ہے (مرقس ۶: ۳)۔ تیسری آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خط کیوں لکھا گیا اور اس کا مضمون کیا ہے۔ وہ انہیں ایمان پر ایک عام وعظ دینا چاہتا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو اس وعظ کے ایک ہی نکتہ پر قائم رکھتا ہے۔ یعنی بدعتی اُستادوں کی غلط تعلیمات سے اُس ایمان کو محفوظ رکھے جو مقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا ہے۔ تحریر کا مقصد تقریباً وہی ہے جو مُقدس پولُس کے دل میں تمتھیُس کو دُوسرا خط لکھتے وقت تھا۔ بدعتی اُستادوں کی بدعتی تعلیم اور اخلاق دونوں میں تھے۔ وہ ہمارے واحد مالک اور خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے تھے اور خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے تھے۔

(۲) اس خط میں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ وہ نہ صرف پُرانے عہد نامہ کو استعمال کرتا ہے بلکہ یہودیوں کی غیر مُستند کُتب سے بھی استفادہ کرتا ہے جنہیں کلیسیا نے کبھی الہامی تسلیم نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بہت مروّج و مقبول تھیں۔ مقرب فرشتہ میکائیل کی عجیب کہانی (۹) ایک کتاب بنام مُوسیٰ کی روایت سے لی گئی ہے۔ چودھویں آیت میں حنوک کی کتاب سے اقتباس ہے اور ماہرین کا خیال ہے کہ اس کتاب سے اور بھی اقتباسات ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ خط کب اور کیسے لکھا گیا۔ اگر مقدس پطرس کا دوسرا خط مستند ہے تو اور اس خط کے ساتھ اس خط کا تعلق ہے اور مقدس پطرس نے اپنے خط کی بنا یہوداہ کے خط پر رکھی۔ تو پھر یہ خط یقیناً ۶۲ء سے پہلے لکھا گیا ہو گا ورنہ اس سوال کے بغیر بعد بھی لکھا گیا ہو گا۔ اس کے مستند ہونے میں کوئی شک نہیں۔

عبرانیوں کا خط

اس سے پیچھے جتنے خطوط کا ہم نے مطالعہ کیا ہے وہ خطوں کی طرح

یوں شروع ہوتے کہ پہلے لکھنے والے کا نام پھر اُن کا نام و نشان جن کی طرف خط لکھا گیا۔ لیکن اس خط میں ٹھیک سلیکم بھی نہیں بلکہ مصنف براہِ راست اپنا مضمون شروع کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ کس نے کس کو لکھا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم آخری پیرے (۱۳: ۱۸ تا آخر) تک نہیں پہنچتے ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا یہ خط ہے یا نہیں۔ یہاں پہنچ کر ہم وہ دعا دیکھتے ہیں جو باقی خطوط کے آغاز میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہاں اُس کے ساتھ سلام دُعا اور پیغامات بھی جُڑے ہیں۔ چنانچہ مصنف کا معلوم کرنا قیاس پر چھوڑ دیا گیا ہے اور یہ تعجب کی بات نہیں کہ اگر کلیسیا ایسے بڑے خط کو کسی ایک مصنف پولُس کے نام نامی سے منسوب کرے یہی سبب ہے کہ ہماری بائبل میں اس خط کا یہی عنوان دیا گیا ہے۔ لیکن یہ خط حقیقی حجت نہیں۔ بائبل کے مؤلفوں نے کلیسیا کے عام قیاس کے مطابق اُسے پولُس سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ قیاس بہت مشکوک ہے۔ بہت سے پُرانے آبائے کلیسیا اس قیاس سے متفق نہیں اور آج کل کے بے شمار علما متفق ہیں کہ یہ خط پولُس کا نہیں، کیونکہ اس کا طرز اور رنگ اس کے مُستند خطوط سے بالکل فرق ہے۔ پھر اس کا مصنف کون تھا؟ ہم زیادہ سے زیادہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ اس کا مصنف مقدس پولُس کا کوئی شاگرد تھا جس نے پولُس سے تعلیم پائی اور اس کے حلقۂ احباب میں رہا کیونکہ وہ تیمتھیُس کی طرف بھائی کہہ کر اشارہ کرتا ہے:

یہ خط کس کو لکھا گیا؟ روایت بتاتی ہے کہ یہ خط عبرانیوں یعنی یہودی مسیحیوں کو لکھا گیا تھا اور خط کے متن سے بھی اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ مقدس یعقوب کے خط کی مانند یہ جا بجا رہنے والے

یہودی مسیحیوں کے نام نہیں لکھے۔ ایسے یہودی مسیحیوں کے نام ہیں جو کہیں ایک جماعت کی صورت میں تھے۔ مگر چونکہ یہ کہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں رہتے تھے۔ غالباً وہ فلسطین میں یا ٹروس کے کسی علاقہ میں تھے۔ یہ یہودی مسیحی یونانی کے استعمال سے خوب واقف تھے کیونکہ مصنف نہ صرف یونانی میں لکھتا ہے بلکہ یونانی بائبل سے اقتباس کرتا ہے اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نئے عہد نامہ میں یعقوب کی مانند اس کی تحریر بھی بلحاظ زبان نہایت اچھی ہے۔ آخری آیت سے پہلی آیت ہی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خط کہاں سے لکھا گیا: "اطالیہ والے تمہیں سلام کہتے ہیں"۔ اس سے قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنف روم میں یا اٹلی کے کسی اور شہر میں مقیم تھا اور سلام بھیجنے والے اٹلی کے مسیحی ہیں۔

یہ خط کیوں لکھا گیا؟ ہم صرف متن سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اُس وقت یہودی ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ اُن پر آزمائش یہ تھی کہ وہ اپنے اعتقادی مسیحی ایمان کو چھوڑ دیں اور یہودیت سے سمجھوتہ کر لیں۔ اب تک انہیں مسیحیت میں کچھ عرصہ ہو چکا تھا اور چونکہ یہ دوسری پشت کے مسیحی تھے۔ لہٰذا پہلی پشت کا جوش کھو چکے تھے (۱۰: ۳۲ کے بعد) عبادت میں بھی سست پڑ گئے تھے (۱۰: ۲۵) یہ نازک حالت اُن پر کیسے آئی؟ اس کا عام جواب یہ ہے کہ اس کا سبب روم سے جنگ عرصہ میں یروشلم کی بربادی تھی۔ اُس وقت یہودیت اور قوم کی بچاہٹ کا سوال تھا کہ کیا مسیح کی بچاہٹ یا قوم کی بچاہٹ زیادہ اہم تھی؟ یہ خط اسی غرض سے لکھا گیا تھا کہ کمزوروں کو تقویت دی جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ مسیح کو سب پر فوقیت ہے۔ اِن کے سامنے ایک

انتخاب پیش کیا گیا ہے کہ مسیح اور شریعت میں سے جسے چاہے چن لو۔ ان کے متزلزل ہونے کی ایک اور وجہ نیرو کی ایذا رسانی تھی۔ اس وقت تک مسیحیوں کو مذہبی رواداری کے وہ حقوق حاصل تھے جو یہودیوں کو میسر تھے۔ بعد ازاں رومی گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ مسیحیت غیر قانونی ہے۔ ان حالات میں یہودی اصل کے مسیحیوں کے لئے بڑی آزمائش تھی کہ وہ واپس یہودیت میں چلے جائیں۔ چنانچہ انہیں ان کے سامنے کئی طرح کی ... پیش کر رہا تھا۔ لہٰذا اس وقت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ خط لکھا گیا۔

اسی سلسلہ میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ آج ہمارے ملک میں بھی شاید ویسی ہی حالت ہے۔ دیگر مذاہب اپنے کھوئے ہوئے لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ قومیت کو مسیحیت پر فوقیت دی جا رہی ہے۔ فقط آرام اور سہولت ڈھونڈی جا رہی ہے۔ مسیحی سست پڑ گئے ہیں۔ عبادت کا جذبہ کم ہو گیا ہے۔ یقیناً اس خط میں ہمارے لئے بھی ایک خاص پیغام ہے۔

عبرانیوں کے خط کا مضمون بھی ویسا ہی وزنی ہے جیسا رومیوں کے خط کا تھا۔ یہ بڑی احتیاط سے اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک بات میں دوسری بات قدرتی طور سے نکلتی چلی آتی ہے اور ہر بات کو عہد عتیق پر ... کیا گیا ہے۔

ابتدائی آیات ہمیں خط کے مضمون سے متعارف کر دیتی ہیں کہ خدا کا بیٹا عہد عتیق کی تکمیل ہے۔ اس خط میں نئے عہد نامہ اور پرانے عہد نامہ کا تعلق جس وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور کسی کتاب میں نہیں

پایا جاتا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ عہدِ عتیق کی یہ تعلیم نامکمل ہے اور کبھی نہیں جا سکتی، جب تک کہ بیٹے میں اُسے پُورا ہوتا نہ دیکھا جائے جو کہ خود خُدا ہے اور دُنیا کی تخلیق کا وسیلہ اور سنبھالنے والا ہے۔ وُہ ہماری نجات کا کام مکمل کر کے باپ کے دہنے ہاتھ اپنی موزوں جگہ پر بیٹھا ہے۔ (۱:۱-۳)۔

اب مضمون پیش کیا جاتا ہے کہ بیٹا فرشتوں کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے اعلیٰ بیان کیا گیا ہے (۱:۴ تا آخر) اور پُرانے عہد نامہ سے اقتباسات پیش کر کے اس کے نام کو سب سے ممتاز ثابت کیا گیا ہے (۱:۴-۱۴) یہاں پہنچ کر دلائل کا سلسلہ رُک جاتا ہے اور مُصنّف ایک پُرجوش نصیحت دینے لگتا ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ مُصنّف عملی زندگی پر زور دینا چاہتا ہے (۲:۱-۴) وُہ پھر بیٹے اور فرشتوں کے مقابلہ کی طرف لوٹتا ہے اور مزید بڑا فرق بتاتا ہے کہ وُہ روحیں ہیں اور بیٹا مجسّم ہُوا، ہماری مانند بنا، مگر ہم کو موت کی غلامی سے خلاصی دلائے (۲:۵-۱۸) جس صفائی کے ساتھ تجسّم کی حقیقت یہاں بیان کی گئی ہے اور کہیں نہیں کی گئی۔ غور کیجئے کہ کس طرح یہ جملہ "ایک رحمدل اور دیانتدار سردار کاہن بنے" آئندہ ابواب کا پیش خیمہ ہے۔ مُصنّف کی طرزِ تحریر کی یہ خوبی ہے کہ وُہ ایسے جملے استعمال کرتا ہے جو عبارات آئندہ کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

اگلے حصے میں بیٹے کا موسیٰ کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے۔ موسیٰ تو گھر میں خادم کی مانند تھا، لیکن مسیح گھر کے مالک کا بیٹا ہے (۳:۱-۶) یہاں سے بنی اسرائیل کے ایسے تجربہ کی بنا پر نصیحت پیش کی جاتی ہے جو انہیں موسیٰ کی قیادت میں ہُوا اور جو تمام زمانوں کے لئے ایک نمونہ ہے

(۳:۷-۴:۱۳) اس نصیحت کے اختتام پر مُصنّف پھر ایک مرکزی جملہ پر آتا ہے جو مسیح کو زیادہ تفصیل کے ساتھ سردار کاہن بیان کرتا ہے اور خاص زور تجسّم کے اس پہلو پر ہے کہ وُہ ہماری مانند بنا (۴:۱۴-۱۶)۔

پھر مُصنّف بیٹے کا پُرانے عہد نامہ کے کاہنوں سے اور بالخصوص ہارون سے مقابلہ کرتا ہے۔ پہلے کاہن کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور .... پھر بتایا گیا ہے کہ یہ خوبیاں مسیح میں پُوری ہوئیں (۵:۱-۱۰) یہ ملک صدق کے متعلق دلائل کا پیش خیمہ ہے لیکن اس سے پہلے ایک طویل نصیحت ہے (۵:۱۱ سے آخر تک)۔

اگلے حصہ میں مسیح ملک صدق کی تشبیہی کہانت کی تکمیل ثابت کیا گیا ہے۔ ملک صدق ابرہام کی کہانی میں بطور ایک پُراسرار بادشاہ اور کاہن ظاہر ہوتا ہے۔ ملک صدق کی کہانت ہارون سے اعلیٰ درجہ کی کہانت تھی، اس لئے مسیح کی کہانت وُہ کام کر سکتی ہے جو لاویوں کی کہانت نہیں کر سکتی تھی (باب ۷)۔

مسیح کی کہانت کی مزید فوقیت اُس کی قربانی کے باعث اور اُس ہیکل کے باعث جس میں اُس نے یہ قربانی پیش کی اور اُس عہد کے باعث جس کے ماتحت یہ قربانی گذرانی گئی، یہ تمام باتیں پُرانے عہد کی باتوں سے فرق تھیں (۸:۱-۶) مسیح کا عہد وُہ نیا عہد ہے جس کی یرمیاہ نے نبوت کی (۸:۷-۱۳) اور پُرانے خیمہ کی تفصیلات سے یہ ظاہر تھا کہ وُہ نقلی و عارضی تھا اور کسی آنے والی زیادہ کامل چیز کی طرف اشارہ کرتا تھا (۹:۱-۱۰) مسیح آسمانوں میں داخل ہُوا، جانوروں کی قربانی سے نہیں بلکہ خود اپنی قربانی سے جو کہ ایک کامل اور آخری قربانی تھی جس

کہ جسے دوہرانے کی ضرورت نہیں (۹: ۱-۱۰: ۱۸)۔

جیسے کہ پہلے بھی ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسلسل دلائل کے بیچ میں نصیحت بھی آجاتی ہے۔ یہاں بھی اس خط کا مصنف ایک طویل اور آخری نصیحت کرتا ہے جس میں وہ اپنی دلائل کی بنا پر اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہودی مسیحی پھر یہودیت میں لوٹ جانے کی آزمائش سے بچیں (۱۰: ۱۹-۳۹)۔ آخری نصیحت میں ایمان کا لفظ مصنف کو عہد عتیق کے ایمانداروں کی یاد دلاتا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ایمان کو خوب بیان کرکے (باب ۱۱) آخر میں وہ مسیح کے ایمان کا بیان کرتا ہے جو ہمیں موجودہ مصائب میں سنبھالتا ہے (۱۲: ۱-۱۳)۔ اس کے بعد باب کے آخر تک صلح رکھنے اور زندگی کی پاکیزگی کے متعلق نصیحت کرتا ہے (۱۲: ۱۴-۲۹) اور یہ یاد دلایا گیا ہے کہ ہمیں عزت اور ذلت سے مسیح کے ساتھ خیمہ گاہ کے باہر جانا چاہئے (۱۳: ۱-۱۹)۔ بعد ازاں کلیسیائی رفاقت کے متعلق مختلف نصیحتیں ہیں (۱۳: ۱-۱۹)۔ خط کی آخری آیات میں سے دعا کا ذکر ہے۔ مصنف اپنے انداز میں دعا کو خط میں تبدیل کر دیتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ دعا میں خط کے مرکزی مضمون کا خلاصہ ہے (۱۳: ۲۰-۲۱)۔

چودھواں باب

مقدس یوحنا کی تحریرات

یوحنا کا پہلا خط

تیسرے باب میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مقدس یوحنا چوتھی انجیل کا مصنف ہے۔ دوسرے باب میں ہم نے یہ بھی بتایا کہ کلیسیائی روایت کے مطابق وہ مکاشفہ کا بھی مصنف ہے۔ اس باب میں ہم ان کی دیگر تحریروں کا مطالعہ کریں گے۔ یہ خط شروع تو خط کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کا خاتمہ کچھ بے ڈھنگا ہے۔ جبکہ پولس کے خط کے آخری حصہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خط ہے یعنی یوحنا کا پہلا خط نہ تو آغاز سے اور نہ ہی اختتام سے خط دکھائی دیتا ہے اور خط کہلانے کا بہت کم مستحق ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ انجیل کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ انجیل کے تمام بڑے بڑے مضامین اس میں پائے جاتے ہیں مثلاً صداقت۔ نور۔ کلام۔ گواہی۔ حقیقت مجسم۔ باپ۔ بیٹے اور پاک روح کا باہمی تعلق۔ زندگی کا جواب زندگی اور موت کا تضاد۔ نور اور تاریکی۔ محبت اور نفرت۔ دنیا اور دنیا پر غلبہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ رسول انجیل ختم کرنے کے بعد اپنے قارئین کے خطرات کے پیش نظر بعض باتوں پر دوبارہ زور دینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ کلیسیائی رفاقت میں قریب تر ہو

جائیں، کیونکہ اسی سے خُدا سے رفاقت ہوتی ہے۔ وُہ اُنہیں غلط تعلیمات سے متنبہ کرتا ہے اَور اُن سے رُخصت ہونے سے پہلے اُس کے یہ آخری الفاظ ہیں:-

اِس خط کی ترتیب اَور بناوٹ کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک بڑے عُمر رسیدہ شخص کی تحریر ہے۔ اُس کا دل و دماغ عُمر بھر کے آزمُودہ ایمان کے خیالات سے معمُور ہیں۔ اَور جب وُہ لکھتا ہے یا غالباً لکھواتا ہے تو وُہ خیالات اِس ہجُوم سے چلے آتے ہیں کہ وُہ اُن کی قدرتی ترتیب بھُول جاتا ہے۔ وُہ بعض باتوں کو بار بار دُہراتا ہے اَور کئی باتوں کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ پہلے چار ابواب کے ہر پیرے میں ایک خاص خیال پایا جاتا ہے لیکن آخری باب میں خیالات کی ایسی آمیزش ہے کہ اُن کا تجزیہ مُشکل ہے۔ اب ہم خط کے بڑے بڑے مضامین معلُوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

ابتدائی آیات گویا انجیل کے دیباچہ کا اعادہ ہے جس میں اُس زندگی کے کلام کا ذکر ہے جو ابتدا میں تھا اَور ظاہر ہُوا۔ یہ آخری رسُول سب رسُولوں کے نام میں بولتا ہے کہ ہم اُس کی گواہی دیتے ہیں جسے ہم نے واقعی دیکھا، سُنا اَور چھُوا، اَور کہ اِن ساری باتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو کلیسیائی شراکت میں لایا جائے جو کہ باپ اَور بیٹے کے ساتھ حقیقی شراکت ہے (۱:۱-۴)۔

نُور اَور تاریکی کا مضمُون جو انجیل میں نمایاں ہے، یہاں بھی دکھائی دیتا ہے اَور رفاقت کے مضمُون کے ساتھ مل کر گناہوں سے کنارہ کشی کا مضمُون بن جاتا ہے (۱:۵-۱۰)۔ گناہ کے خیال سے یسُوع مسیح وکیل یا مددگار کا خیال

شرُوع ہو جاتا ہے، جس نے کہ ہمارے گُناہوں کا کفارہ دیا (۲:۱-۲)۔ اسی طرح مسیح کو جاننے کے خیال سے اُس کی شرط یعنی تابعداری اَور خُدا سے مُحبت رکھنے کا بیان آتا ہے۔ اس سے آگے بھائیوں سے مُحبت کو لازمی قرار دیا گیا ہے جس کے بغیر انسان تاریکی میں رہتا ہے (۲:۳-۱۱) پھر رسُول ان حقائق کے اس اثر کو جو اُس کے قارئین پر ہوتا ہے، دیکھتا ہے کہ اُنہیں دُنیا سے جنگ کرنا ہے اَور کہ نُور کا پس منظر تاریکی ہے اَور کہ لوگ ایسی سماج قائم کرتے ہیں جس میں خُدا کہیں ملحُوظ نہیں (۲:۱۲-۱۷)۔

اس کے بعد رسُول جھُوٹے اُستادوں کی طرف رجُوع کرتا ہے جو مسیح کے دُشمن اَور اُس کے تجسّم کے مُنکر ہیں۔ اِن سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم مسیح میں قائم رہیں اَور پاک رُوح کی باتوں کو سُنیں (۲:۱۸-۲۹) یہ تعلیم خُداوند کی اُس تعلیم کا عکس ہے جو یُوحنّا کی انجیل کے آخری بیانات میں مذکُور ہے۔

اگلے پیرے میں اُس شرف کا ذکر ہے جو ہمیں خُدا کے فرزند بننے سے حاصل ہے اَور فرزندیت کا نشان راست بازی ہے (۳:۱-۱۲) اس سے آگے بھائیوں کی حقیقی نسبت کا بیان ہے جس سے کئی چھوٹے چھوٹے مضامین پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً دُعا۔ ایمان، مسیح میں قائم رہنا اَور رُوح کی نعمت (۳:۱۳-۲۴) اسی نعمت کے خیال سے وُہ جھُوٹی ارواح اَور خُدا کی رُوح کا مقابلہ شرُوع کر دیتا ہے اَور پھر جھُوٹے اُستادوں کے متعلّق دُہراتا ہے (۴:۱-۶) اگلے پیرے کا مضمُون صاف طور سے مُحبت ہے اَور بتایا گیا ہے کہ خُدا کی مُحبت بھائیوں کی مُحبت سے الگ نہیں ہو سکتی (۴:۷-۲۱)۔

جیسا کہ کہا جا چکا ہے آخری باب میں کوئی خاص اور نمایاں مضمون ڈھونڈنا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِنہی پہلے خیالات کو نئے طور سے منسلک کر کے پیش کیا گیا ہے۔ بعض ایک نئے خیال بھی ہیں مثلاً پانی اور خون اور یہ انجیل کے اس بیان کی طرف اشارہ ہے جہاں مسیح کی پسلی چھیدی گئی تھی۔ اس کے علاوہ دو اور نئے خیال ہیں یعنی ایسا گناہ جو موت پیدا کرتا ہے اور ایسا گناہ جو موت پیدا نہیں کرتا اور حقیقی خدا کی عبادت اور بت پرستی کا مقابلہ۔

مُقدّس یوحنا کا دُوسرا اور تیسرا خط

یہ دونوں صحیح معنوں میں خط ہیں۔ اِن میں مُقدّس پطرس کی مانند مُقدّس یوحنا بھی اپنے آپ کو رسول نہیں بلکہ بزرگ کا نام دیتا ہے۔ ہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ برگزیدہ بی بی کوئی خاص شخص ہے یا کلیسیا کو کہا گیا ہے۔ جیسے کہ مُقدّس پطرس کے پہلے خط کے پانچویں باب کی تیرھویں آیت میں یہ الفاظ آتے ہیں "جو بابل میں تمہاری طرح برگزیدہ ہے" غالباً اس سے مراد کلیسیا ہے۔ ان خطوط کا پیغام وہی ہے جو پہلے خط کا ہے۔ تیسرے خط میں جو گیس آیا ہے، اس کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ مُقدّس یوحنا مہمان نوازی کے متعلق بعض اچھے الفاظ کہتا ہے۔ دیترفیس لالچی کے بارے میں کچھ سخت الفاظ استعمال کرتا ہے جس نے کلیسیا میں شرارت پیدا کی ہے۔ دیمیتریس کی تعریف کی گئی ہے۔

مکاشفہ

یہ نئے عہد نامہ کی آخری کتاب ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ دوسری کتابوں

سے فرق ہے اور دورِ حاضر کے قاری کو عجیب اور مشکل معلوم ہوتی ہے۔ شاید مصنف کے ہم عصروں کو اتنی عجیب اور مشکل معلوم نہ ہوتی ہو گی کیونکہ اس قسم کی تحریریں اس زمانہ میں عام ہوا کرتی تھیں اور دلچسپی سے پڑھی جاتی اور سمجھی جاتی تھیں۔ دانی ایل کی کتاب کے آخری نصف حصہ (۷ تا ۱۲ ابواب) جن میں رویاؤں کا سلسلہ ہے، بہت سی کتابوں کے لئے ایک نمونہ بن گیا جس میں لوگ پرانے زمانہ کے بزرگوں کی رویتیں لکھا کرتے تھے۔ پرانے اور نئے عہد ناموں کے درمیانی عرصہ میں ایسی کُتب بہت سی کُتب لکھی جاتی تھیں، اور وہ زمانہ مسیح تک بھی مقبول رہیں۔ ایسی کتابوں کو مکاشفات کہتے تھے۔ اپاکرفہ میں "دوسرا اسدراس" ایک مکاشفہ ہے۔ ایک کتاب ہے جس کو حنوک کا مکاشفہ کہا جاتا ہے جس میں سے مقدس یہوداہ اقتباس کرتا ہے (۱۴:۱)۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مکاشفات موسیٰ اور حنوک کی لکھی ہوئی نہیں لیکن کسی گمنام مصنف نے ان کے ناموں کو استعمال کر لیا تاکہ اپنے زمانہ کے لوگوں کو مصیبت کے دنوں میں تسلی اور اُمید کا پیغام سُنائے۔

یوحنا کا مکاشفہ اسی قسم کی کتابوں میں سے ہے۔ لیکن دیگر مکاشفاتی کُتب سے یہ فرق نوعیت کی ہے۔ پہلا فرق یہ ہے کہ یہ نہ صرف روحانیت میں بلکہ ادبی خوبیوں میں بھی ان سے اعلیٰ ہے۔ دوئم کہ جہاں دیگر کُتب یہودی اور نیم یہودی ہیں، یہ اوّل تا آخر مسیحی ہے۔ سوئم یہ کہ مصنف کسی کا نام استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ مدعی ہے کہ یہ اس کے اپنے مکاشفات ہیں۔ اس کتاب میں بہت سی مشکلات ہیں، جنہوں نے علما کو حیران کر رکھا ہے اور حیران کرتی رہیں گی۔ چنانچہ مطالعہ کرنے والا بھی ان مشکلات سے دوچار ہو گا۔ لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اس کتاب سے جیسی کہ ہے، واقفیت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سے پیشتر کہ ہم

مسائل کی طرف آئیں، ہم قارئین کی عام واقفیت کرانے میں مدد کریں گے۔

کتاب کی ترتیب اور تقسیم کے متعلق علماء متفق نہیں خصوصاً آخری ابواب کے متعلق۔ اختلاف رائے مختلف ترجمہ کی مشکلات سے متعلق ہے۔ اس کتاب میں تفصیلی طور پر ایسی مشکلات کا ذکر کرنا زیادہ مفید نہ ہوگا جب تک کہ کتاب کی عام واقفیت حاصل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کتاب کے پڑھنے میں یہ خطرہ ہے کہ قارئین کہیں جنگل کو درخت نہ سمجھ لیں۔

افتتاحیہ آیات (۱: ۱ - ۳) ساری کتاب کا گویا عنوان ہے اور دورِ حاضرہ کی اشاعتوں میں شاید ایسا ہی لکھا جائے۔ یہ آیات اہم ہیں کیونکہ ان میں مصنف بتاتا ہے کہ یہ کتاب کیا ہے۔ یہ کتاب یوحنا کو خدا سے مسیح کے وسیلے سے فرشتے کے ذریعے رویا میں ملی۔ چنانچہ مقدس یوحنا اسے نہ صرف ایک خط بلکہ نبوت سمجھتا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی کتاب ہے اور اسے ہرگز معمولی کتاب نہیں سمجھنا چاہیے۔ تیسری آیت ایک مبارکبادی ہے اور اس کتاب میں مختلف مقامات پر ایسی سات مبارکبادیاں ہیں۔ شاید عمداً ایسا کیا گیا ہے کیونکہ اس کتاب میں اعداد بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ سات کا عدد پاک اور کاملیت کا عدد ہے۔

مکتوب مقدس یوحنا کی طرف سے آسیہ کی سات کلیساؤں کے نام خط کی صورت میں ہے اور شروع میں رسولی خطوط کی مانوس رسوم نظر آتی ہیں مثلاً خط بھیجنے والے کا نام۔ مکتوب الیہ کا نام جس کے بعد سلام، مبارک اور دعا ہے جو یہاں تمجیدی رنگ میں ہے اور جس کے اختتام پر تثلیث کا نام لکھا گیا ہے (۴ - ۵)۔ مقدس پولس کے ثبت شدہ خطوط کی مانند اس کتاب کے افتتاحیہ حصہ میں بھی آئندہ مضامین

ضمناً مذکور ہیں تاکہ مطالعہ کرنے والا جان جائے کہ آگے کیا ہے۔ اس کتاب کی بنا وہ بڑے بڑے مسیحی حقائق ہیں جو اس میں مندرج ہیں۔

اس کے بعد مقدس یوحنا خط کو شروع کرتا ہے اور سب سے پہلے پطمس میں اپنی قید کا ذکر کرتا ہے اور اُن حالات کو بیان کرتا ہے جن میں یہ رویا اُس پر نازل ہوئی (۹ - ۱۱)۔ پہلی رویا میں اُس نے آدم زاد سا ایک شخص دیکھا۔ یہ کوئی آسمان پر چڑھتے ہوئے مسیح کی تصویر نہیں تھی بلکہ تصوراتی علامات اُس کے جلال اور صفات کا بیان ہے (۱۲ - ۲۰)۔ یہاں خاص غور طلب بات یہ ہے کہ یوحنا اپنے ہی ڈھب میں پرانے عہدنامہ کو استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا مطالعہ کرنے والے کو اپنے پاس ریفرنس بائبل رکھنی چاہیے تاکہ ساتھ ساتھ پرانے عہدنامہ کے حوالے دیکھے جائیں جو کہ اس کتاب کے واقعہ اور ہر آیت میں پائے جاتے ہیں۔ شاید یہ حوالے اقتباسات کی صورت میں نہیں۔ لیکن دونوں کا متن ہی پاک نوشتوں کے الفاظ پر مشتمل ہے لہٰذا پرانا عہدنامہ اُنہیں سمجھنے میں چابی کا کام دیتا ہے۔

اس رویا میں سے سات کلیساؤں کے نام پیغام نکلتے ہیں (۲: ۱ - ۳ باب آخر تک)۔ اِن پیغامات کا رویا کے ساتھ قدرتی تعلق ہے کیونکہ ہر پیغام کے شروع میں ابنِ آدم کا ایک خاص وصف بیان کیا گیا ہے۔ تمام پیغامات کی ترتیب ایک سی ہے یعنی ہر پیغام میں بعض باتوں سے سراہا گیا ہے اور بعض باتوں کے لئے ملامت کی گئی ہے۔ اِن پیغامات کو غور سے پڑھنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ حقیقی خطوط ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے بھیجنے والا ہر کلیسا کے مقامی حالات سے خوب واقف ہے۔ اِن کی اچھی باتوں کی تعریف کی گئی ہے۔ بعض باتوں کو ظاہر کیا گیا ہے اور

مُفصّل طبیعت یا افسانہ مندرج کیا گیا ہے۔ اِن پیغامات کا مجموعہ گویا پہلی صدی عیسوی کے آخری حصّہ کی ساتوں کلیسیاؤں کی تصویر ہے لیکن یہ خطوط تمام زمانوں کی کلیسیاؤں کے حالات پر بھی صادق آتے ہیں کیونکہ سات کا عدد سلامتی ہے جیسا کہ ہر ایک کلیسیا اپنے اختلافات اور تجربوں کے باعث ہر زمانہ میں ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا یہ پیغامات کبھی پُرانے نہیں ہوتے۔

پہلی رویا کا منظر زمین پر ہے لیکن پھر رسُول کو ایک آسمانی دروازے میں داخل ہونے کو کہا جاتا ہے اور اُسے آسمان دکھایا جاتا ہے جس سے یہ رویا وسیع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چوتھے باب میں وُہ خالق کو تخت پر بیٹھا ہے اور فرشتے اُس کے تخت کے گرد کھڑے اُس کی تمجید کرتے ہیں۔ یہاں وُہ تمجیدی گیتوں میں سے پہلا گیت سُنتا ہے جو اس کتاب کا نمایاں حصّہ ہیں، جس میں مخلوقات خالق کی تعریف کرتی ہے۔ یہ رویا پُرانے عہدنامہ کے مکاشفات سے زیادہ کچھ بیان نہیں کرتی لیکن پانچویں باب میں وُہ پھر بیٹھا ہے لیکن اب خالق اکیلا نہیں بلکہ برّہ اُس کے ساتھ ہے۔ یہ برّہ زندہ کھڑا ہے لیکن اُس پر موت کے نشان ہیں۔ پھر اعلان کیا جاتا ہے کہ صرف یہ برّہ اُس کتاب کی مُہریں کھولنے کے لائق ہے جو خالق کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں بھی مسیح کے متعلق اُسی ایمان کا اظہار ہے جو دُوسری رسُولی تحاریر میں موجود ہے۔ لیکن نئے طریقے سے اِن علامتی اصطلاحات میں بیان کیا گیا ہے جو پُرانے عہدنامہ میں جابجا پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وُہ سراگیت جسے نیا گیت کہا گیا ہے، سُنائی دیتا ہے جس میں نجات دہندہ کی تعریف ہے۔ اِن دو بابوں میں مسیحی عبادت کی خوبصورتی ایسی دکھائی گئی ہے کہ سارے بائبل میں اور کہیں نہیں۔

برّہ کی رویا سے سات مُہروں کو کھولنا شروع ہوتا ہے جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نیچے کی دُنیا میں کیا ہوتا ہے۔ یہ چار مُہریں کُھلنے سے (۶: ۱-۸) چار گھوڑے اور اُن کے سوار ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عالمگیری کی ہولناک جنگ، کال اور وبا کی علامت ہیں جو کہ قدرتی طور پر ایک دُوسری کے بعد آتی ہیں۔ پانچویں مُہر کے نیچے شہیدوں کی رُوحیں دکھائی دیتی ہیں، جن کی دُعائیں خدا تک پہنچتی ہیں۔ گو دُنیا اُن کی کچھ پرواہ نہیں کرتی مگر آسمان میں اُن کی بڑی قدر ہے۔ اِن رُوحوں کو وہیں انتظار کرنا ہے، جب تک دیگر شہیدوں کی رُوحیں نہ آجائیں (۹-۱۱)۔ چھٹی مُہر پر عدالت کا دن دکھائی دیتا ہے جو پاک نوشتوں کے پُراسرار تصورات سے معمور ہے۔

ساتویں باب میں ساتویں مُہر کے کُھلنے سے پہلے ہمارا شوق اور بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس باب میں اُن لوگوں کا جلال جو برّہ سے محبت کرتے اور اُس کی تعریف میں خوش ہوتے ہیں، اِن لوگوں کے مقابلہ میں دکھایا گیا ہے جو برّہ کے غضب کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ یہ بھی ایک بڑھتی ہُوئی رویا ہے۔ دیکھئے تو عہد عتیق کے نبُوّتی تصورات میں ایک لاکھ چوالیس ہزار اسرائیل پر مُہر کرتی ہے۔ یہ نئے اسرائیل کی تعداد ہجوم کو بھی شامل کرتی ہے جو تمام قوموں میں سے برّہ کے خون سے چھڑائے گئے ہیں۔ اُن کا بھی ایک گیت ہے (۱۰) اور یہ ایسا گیت ہے کہ اس میں فرشتے بھی شامل نہیں ہو سکتے۔ البتہ اخیر میں حمد یہ کلمہ کہتے ہیں (۱۲) ان نجات یافتہ لوگوں کی خوشی سے یہ رویا بند ہوتی ہے۔

ساتویں مُہر کا کُھلنا کوئی نیا مجموعہ پیش نہیں کرتا۔ صرف آسمان کوئی آدھ گھنٹہ تک خاموشی دکھاتا ہے اور اس میں سے سات نرسنگے پھونکے

فرشتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے (۸: ۱ - ۲) جہاں تک تو رویاؤں کا ترتیب کا تعلق ہے لیکن اب ذرا مشکل پیش آتی ہے۔ کیا یہ رویا سات مُہروں کی رویا کی توسیع ہی ہے یا کہ سات مُہروں کی رویا بجائے آپ ہی واقعات دُنیا کی مکمل پیشینگوئی ہے اور یہ بعد کی رویا گویا انہی واقعات کو مختلف نقطۂ نظر سے پیش کرتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ کیا یہ دونوں رویائیں ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں یا دو متوازی رویائیں ہیں؟ ہر دو حالت میں کتاب کو سمجھنے میں بہت سہولت ہو سکتی ہے۔

پہلا نرسنگا بجنے سے پہلے تھوڑا سا وقفہ ہے جس میں آسمانی عبادت کا ایک نیا رُخ نظر آتا ہے (۸: ۳ - ۵) یعنی بخور کا ذکر جس پر سے مقدّسوں کی دُعاؤں کا دُھواں خُدا تک جاتا ہے اور جتنے ہونے کو ہیں زمین پر بھیجے جاتے ہیں جو بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ زمین اور آسمان دونو جگہوں میں ایمانداروں کی دُعائیں اہم حیثیت رکھتی ہیں۔

پہلے چار نرسنگے دُنیا پر بربادیاں لاتے ہیں جو دُنیا کے تین حصّوں میں دکھائی دیتی ہیں (۶ - ۱۲) پانچواں نرسنگا پھونکا جانے سے پہلے ایک اُڑتا ہوا عقاب دکھائی دیتا ہے جو باقی ماندہ تین نرسنگوں سے آنے والی مصیبتوں کا اعلان کرتا ہے (۱۳) پہلی چار مصیبتیں تو قدرتی مصیبتیں تھیں، لیکن یہ غیر قدرتی واقعات ہیں۔ پانچواں نرسنگا بجنے سے مقدس یوحنا ایک ستارہ کو آسمان سے گرتے دیکھتا ہے (شیطان دیکھئے لوقا ۱۰: ۱۸) جس کے پاس اتھاہ گڑھے کی کُنجی ہے جس سے کہ وہ گڑھے کو کھول کر شیطانی ٹڈیوں کو چھوڑتا ہے (۹: ۱ - ۱۱) چھٹے نرسنگے سے اور بھی زیادہ خطرناک فوج نکلتی ہے جس کو نہ صرف دُکھ دینے کا اختیار ہے بلکہ مار

ڈالنے کا (۱۳ - ۲۱)۔

ساتویں نرسنگے سے پہلے پھر ایک وقفہ ہے (۱۰: ۱ - ۱۱: ۱۳) جس میں ایک زور آور فرشتہ ایک کتاب لاتا ہے اور مقدس یوحنا کو حکم ملتا ہے کہ اس کتاب کو کھا لے۔ یہ گویا اُسے اُمتوں اور قوموں اور اہل زبان اور بادشاہوں کے بارہ میں نبوت کرنے کا کام سونپا گیا۔ اس کے بعد ایک بڑا مشکل پیرا آتا ہے جس میں یوحنا کو مقدس اور عبادت کرنے والوں کو ناپنے کے لئے کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ بیرونی صحن کو ناپ میں نہ لائے بلکہ خارج رکھے تاکہ قومیں اُسے پامال کریں۔ اس کے بعد دو گواہوں کی پیش گوئی ہے۔ ان کی گواہی، شہر کے حیوان کے ہاتھوں اُن کی موت مذکور ہے۔ یہ شہر روحانی الفاظ میں سدوم اور مصر کہلاتا ہے۔ جہاں ان کا خداوند بھی مصلوب ہوا تھا۔ پھر ان کے جی اُٹھنے، آسمان پر جانے اور شہر کے دسویں حصہ کو تباہ کرنے والے بھونچال کا بیان ہے۔

آخرکار ساتواں نرسنگا پھونکا جاتا ہے (۱۱: ۱۴ - ۱۹) اور بڑا اعلان کیا جاتا ہے جس میں کہ اس کتاب کی مرکزی بات سنائی پڑتی ہے کہ دُنیا کی سلطنت ہمارے خداوند اور اُس کے مسیح کی ہو گئی اور وہ ابدالآباد حکومت کرے گا۔ اس کے بعد ایک اور آسمانی گیت جو بزرگ گاتے ہیں، جس میں خدا کی بادشاہی کی تعریف کی گئی ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کتاب کا سلسلہ ٹوٹتا نہیں، کیونکہ جو باتیں ہو چکی ہیں ان کا حوالہ دیا جاتا ہے اور جو آنے والی ہیں اُن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

اگلے حصّہ کی رویا میں آسمانی ہیکل کی مزید تفصیل یعنی عہد کا صندوق

دکھائی دیتا ہے (۱۱: ۱۹)۔ اس حصّہ کا نمایاں عنصر یہ ہے کہ اس میں اس عالمگیر ڈرامہ کے بڑے بڑے ایکٹر ظاہر کئے گئے ہیں مثلاً بچے والی عورت اور سُرخ اژدھا (۱۲: ۱-۶) میکائیل اور اُس کے فرشتے (۷) دس سینگوں اور سات سروں والا حیوان (۱۳: ۱) ایسا حیوان جس کے سینگ مینڈھے کے ہیں اور آواز اژدھا سی ہے (۱۳: ۱۱) وہ لوگ جن پر حیوان کا نشان ہے (۱۶) وہ ایک لاکھ چوالیس ہزار لوگ جن کے ماتھوں پر برّہ کا نام ہے (۱۴: ۱) اور بڑے جنگ کے مختلف مناظر بتائے گئے ہیں یعنی عورت کے بچے کی پیدائش پر اژدھا کا اُسے تباہ کرنے کی کوشش کرنا (۱۲: ۱-۶) آسمان میں جنگ اور ابلیس کا زمین پر گرایا جانا (۷-۱۲) اژدھا اور عورت کا مقابلہ (۱۳-۱۷) مُقدّسوں کے خلاف اژدھا کی مدد کے لئے پہلے حیوان کا آنا (۱۳: ۱-۱۰) دوسرے حیوان کا میدانِ جنگ میں زیادہ قریب ہتھیاروں کے ساتھ آنا (۱۱-۱۸) (مُصنّف کے ہمعصر غالباً سمجھتے تھے کہ یہ دو حیوان نیرو اور ڈومیشن تھے جو مسیحیوں کو ایذا پہنچاتے تھے۔ پھر برّہ ظاہر ہوتا ہے اور اُس کی فوج جمع ہوتی ہے اور نیا گیت گاتی ہے (۱۴: ۱-۵) آخری حصّہ ختم ہونے سے پہلے تین اُڑتے ہوئے فرشتے ظاہر ہوتے ہیں جو آنے والی عدالت کا اعلان کرتے ہیں (۶-۱۲) ان کے اعلان کے فوراً بعد آسمان سے ایک آواز سُنائی پڑتی ہے جو اس کتاب کی دوسری مُبارکبادی کا اعلان کرتی ہے یعنی مُبارک ہیں وہ مُردے جو خداوند میں مرتے ہیں (۱۳) اس کے بعد عدالت آتی ہے جس میں ابنِ آدم اپنی درانتی سے زمین کی فصل کاٹتا ہے اور انگور کی فصل خدا کے قہر کے حوض میں روندی گئی (۱۴-۲۰)۔

اگلے حصّے میں (۱۵: ۱-۱۶: ۲۱) سات کا ایک اور سلسلہ نظر آتا ہے یعنی آخری وبا کے سات فرشتے۔ لیکن وباؤں کے نزول سے پیشتر ایک وقفہ ہے جس میں شیشے کے سمندر میں آگ ملی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور اس کے کنارے پر وہ لوگ کھڑے ہیں جو حیوان کے ساتھ جنگ میں غالب آئے ہیں۔ (یہ نظارہ ویسا ہی ہے جیسے کہ عہدِ عتیق کے اسرائیل بحرِ قلزم کے کنارے کھڑے تھے) اور خدا کے خادم موسیٰ اور برّہ کا گیت گاتے ہیں۔ یہ بھی اس کتاب کے بڑے گیتوں میں سے ایک ہے (۱۵: ۲-۴) پھر سات فرشتے آسمانی ہیکل سے نکلتے ہیں اور ان کو سونے کے سات پیالے دیئے جاتے ہیں (۱۶: ۱) پہلے تین پیالے زمین، سمندر اور دریاؤں پر انڈیلے جاتے ہیں جیسے کہ مصر کی وبائیں (۲-۴) پانی کا فرشتہ خدا کے عدل کی راستی کا اعلان کرتا ہے اور قربان گاہ سے اُس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (۵-۷) چوتھا پیالہ سُورج پر اور پانچواں حیوان کے تخت پر ڈالا جاتا ہے لیکن اس کے لوگ توبہ نہیں کرتے (۸-۱۱) چھٹا پیالہ فرات پر ڈالا جاتا ہے۔ اس پر شیاطین ثلاثہ کے مُنہ سے تین بدرُوحیں نکلتی ہیں تاکہ دُنیا کی افواج کو ہرمجدّون کے میدان میں آخری جنگ کے لئے جمع کریں (۱۲-۱۶) پندرھویں آیت تیسری مُبارکبادی ہے جو بیچ میں رکھ دی گئی ہے۔ ساتویں پیالے کے انڈیلے جاتے ہی ایک آواز یہ کہتی ہوئی سُنائی دیتی ہے "ہو چُکا" اس پر بھونچال اور اولوں کی وبائیں شروع ہو جاتی ہیں (۱۷-۲۱)۔

اگلا حصّہ شاید انہی وباؤں کا ضمیمہ سمجھا جانا چاہیئے کیونکہ یہ حصّہ بھی وبا کا ایک فرشتہ یوحنا پر ظاہر کرتا ہے۔ اس میں کسی کے نام سے بڑے شہر

بابل کا بیان کیا گیا ہے (باب ۱۸) پڑھنے والا فوراً سمجھ لے گا کہ اس کا مطلب ایذا رساں بادشاہوں کا شہر رُوم ہے جو سات پہاڑیوں پر بنا ہُوا ہے۔ اس کے بعد اُس کی بربادی کا اعلان ہوتا ہے (۱۸: ۱-۳) خُدا کے لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ اس میں سے نکل آئیں۔ (۴-۸) زمین کے بادشاہ اور سوداگر اس پر ماتم کرتے ہیں (۹-۱۹) مقدسین کو خوشی کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور زور آور فرشتہ اس شہر کے حشر کا اعلان کرتا ہے (۲۰-۲۴) جبکہ زمین پر ماتم ہوتا ہے تو آسمان پر مقدسوں کی بڑی جماعت ہلیلویاہ کا گیت گاتی ہے اور برّہ کی دُلہن تیار ہوتی ہے (۱۹: ۱-۸) اس کے بعد چوتھی مُبارکبادی آتی ہے۔ مُبارک ہیں وہ جو برّہ کی شادی کی ضیافت میں بلائے گئے ہیں (۹) اس عجوبہ کو دیکھ کر یوحنا فرشتہ کے قدموں پر گر پڑتا ہے اور فرشتہ اُسے منع کرتا ہے (۱۰) یہ واردات گویا آئندہ مزید حیران کُن مکاشفات کی تیاری ہے۔

ایک دُوسرا سفید گھوڑا جو بظاہر پہلے کی مانند ہے دکھائی دیتا ہے۔ (۶: ۲) لیکن اب فرق ہے اور اس کے سوار کا نام سچا۔ برحق۔ خُدا کا کلام ہے (۱۱-۱۶) دُنیا کا حقیقی بادشاہ جنگ کے لئے جاتا ہے اور اس کے تباہ کرنے والے گھوڑے نہیں بلکہ آسمانی فوجیں جاتی ہیں۔ شکاری پرندے میدانِ جنگ میں بلائے جاتے ہیں (۱۷-۱۸) اور ایک بڑی جنگ ہوتی ہے۔ حیوان اور جھوٹا نبی زندہ آگ کی جھیل میں ڈالے جاتے ہیں اور باقی قتل کئے جاتے ہیں (۱۹-۲۱) پرانا اژدھا زنجیر سے جکڑا اور اتھاہ گڑھے میں ایک ہزار سال کے لئے بند کر دیا جاتا ہے (۲۰: ۱-۳) اس کے بعد عدالت کا ایک سین نظر آتا ہے (۴-۶) جس میں شہیدوں کی عدالت ہوتی

ہے۔ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھتے ہیں اور مسیح کے ساتھ ایک ہزار سال حکومت کرتے ہیں۔ باقی مُردے اس ہزار سال تک اور مقبور رہیں گے۔ یہاں ایک اور مبارکبادی آتی ہے۔ مُبارک ہے وہ جو پہلی قیامت میں شریک ہو۔ ہزار سال کے اختتام پر شیطان آزاد کیا جاتا ہے اور مقدسوں کے خلاف آخری جنگ کرتا ہے۔ اُسے بھی اسی آگ کی جھیل میں ڈال دیا جاتا ہے جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی ڈالے گئے تھے (۷-۱۰) کتاب کا یہ حصہ غیر معمولی بحث کا مضمون رہا ہے۔ عرصۂ ہزار سال سے کیا مُراد ہے؟ ابتدائی کلیسیا میں بہت سے لوگ اسے لفظی معنوں میں لیتے تھے اور یہ خیال مذہبی جنون کا رنگ اختیار کر گیا۔ لیکن مجموعی طور پر کلیسیا اس کی حامی نہ تھی اور یہ شک تھا کہ مکاشفہ اس خیال کی تعلیم نہیں دیتا۔ پھر بہت سے لوگ اس کا ترجمہ یُوں کرنے لگے کہ اس سے مُراد مسیح کی بادشاہت ہے جو صعود سے شروع ہوتی ہے۔ اس ترجمہ نے اس کتاب کو کلیسیا میں مقبول بنا دیا لیکن اس حصہ کی ساری مشکلات حل نہیں ہو سکیں۔

اس کے بعد آخری عدالت آتی اور موت اور عالمِ ارواح آخرکار آگ کی جھیل میں ڈالے جاتے ہیں اور پھر دُوسری موت ہے (۱۱-۱۵)۔ آخری رویا (۲۱: ۱-۲۲: ۵) میں نیا آسمان اور نئی زمین ہے۔ بالخصوص نیا یروشلم جس میں خُدا کے لوگ بسیں گے اور برّہ کے ساتھ ابدالآباد حکومت کرتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں تصدیقوں کا ایک سلسلہ ہے جو بظاہر تتمہ معلوم ہوتا ہے۔ پہلے تو مسیح کتاب کی سچائی کی تصدیق کرتا ہے اور پیش

مبارکبادی پائی جاتی ہے (۲۲: ۶-۷) "مبارک ہے وہ جو اس کتاب کی
نبوت کی باتوں پر عمل کرتا ہے (۲۲: ۶-۷) اس کے بعد یوحنا کی اپنی
تصدیق ہے کہ میں نے خود ہی یہ باتیں سنی اور دیکھی ہیں اور کہ کس طرح
اس نے فرشتہ کو سجدہ کرنا چاہا اور اس نے اُسے روکا (۸-۹) پھر ساتویں
مبارکبادی کی صورت میں مسیح کی مزید تصدیق ہے (۱۰-۱۵) کہ میں نے
فرشتہ کے ہاتھ کلیسیاؤں کو پیغام بھیجے ہیں (۱۶) پھر آنے کی دعوت ہے
(۱۷) یوحنا کی ایک اور گواہی کہ کوئی اس کتاب میں سے نہ کچھ نکالے
اور نہ ہی اس میں کچھ بڑھائے (۱۸-۱۹) مسیح کی آخری گواہی (۲۰)
کلماتِ برکت (۲۱)۔

پڑھنے والا اس کتاب کے اختتام سے حیران ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔
شاید بعض تفصیلات پیچیدہ ہوں، لیکن مجموعی طور پر ساری بات بالکل
صاف ہے کہ مسیح آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور بدی چاہے
کتنے ہی حملے کیوں نہ کرے، آخری انتظام اور فتح مسیح ہی کی ہے۔ اس کتاب
میں جنگی کلیسیا کے لئے اُمید کا پیغام ہے جو ہر زمانہ کے لئے ہے۔ لہٰذا
آج بھی موجودہ کلیسیا کے لئے یہ کتاب یہی پیغام رکھتی ہے۔ جب ہم
اس کتاب کی بنیادی قدر و قیمت سے اس کے مسائلِ تصنیف و تاریخ
کا موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مسائل کوئی وقعت نہیں رکھتے۔
خیال ہے کہ یہ کتاب ڈومیشن کے عہد میں ۹۵ء میں لکھی گئی اور ایسے
وجوہات ہیں جن کی بنا پر یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ یہ بادشاہ
ظالم، متکبر، خائف اور شکی مزاج تھا۔ اس نے کئی بڑے بڑے
لوگوں کو قتل کروایا جن میں سے بعض مسیحی بھی تھے لیکن مسیحی لوگ ان قتلوں سے

خائف نہیں تھے بلکہ اس کی ایک بات تھی جس کا مسیحیوں پر زیادہ اثر
ہوتا تھا۔ وہ یہ کہ ڈومیشن یہ چاہتا تھا کہ اس کی عبادت کی جائے مگر
اس سے پہلے بادشاہ عموماً اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن ڈومیشن
اسے پسند کرتا تھا اور جو ایسا کرتے تھے انہیں اچھا سمجھتا تھا۔ ایشیا میں شاہ
پرستی کا عموماً جوش رہا ہے لیکن ڈومیشن نے اسے اور بھی بڑھا دیا اور
شاہ پرستوں میں بہت اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ لازمی طور پر یہودیوں کے علاوہ
مسیحی ایسے لوگ تھے جو شاہ پرستی نہ کرنے میں نمایاں تھے جس سے حکام
اور عوام ان پر غضبناک ہوتے تھے۔ غالباً انہی حالات کے ماتحت یوحنا
کو بھی پتمس میں ملک بدر کیا گیا تھا اور بہت سے لوگ شہید کئے گئے اور یوں
معلوم ہوتا تھا کہ گویا حکومت کسی شیطانی طاقت کی مانند کلیسیا کے خلاف
صف آرا تھی اور لوگوں کو ضرورت تھی کہ کوئی انہیں بتائے کہ یہ کیا ہو رہا
ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرے کہ ایمان میں قائم رہیں۔ اسی مقصد کے
لئے یوحنا پر رویا اُتری۔

یوحنا کون تھا؟ مسیحی روایت کے مطابق یہ یوحنا رسول اور چوتھی
انجیل کا مصنف تھا۔ بہت سے علماء کے نزدیک یہ روایت غلط
ہے کیونکہ مکاشفہ میں اور یوحنا کی دیگر تحاریر میں بہت فرق ہے۔ نہ صرف
مضمون میں بلکہ زبان میں بھی۔ انجیل اور خطوط بڑے سادہ اور صحیح یونانی
میں لکھے ہوئے ہیں۔ محاورات بہت کم ہیں اور قدرتی طور پر ان کا مصنف
ایسا معلوم ہوتا ہے جس کی مادری زبان یونانی نہیں بلکہ اکتسابی ہے۔
چنانچہ ماہرینِ زبان نے انجیل میں آرمیٹک محاورات بھی پائے ہیں۔
لیکن مکاشفہ کی یونانی سب سے فرق ہے۔ نہ صرف جملوں کی ساخت فرق

ہے۔ لیکن مصنف وقتاً فوقتاً گرامر کے بُنیادی اصُول توڑتا دکھائی دیتا ہے۔ آر۔ ایچ چارلس جو کہ مکاشفاتی کُتب کا مستند ماہر سمجھتا ہے کہ ان کمزوریوں کا سبب یہ ہے کہ مُصنّف عبرانی میں سوچتا ہے اَور یُونانی میں لکھتا ہے اَور یہ بات تب ثابت ہوتی ہے جب ہم یُونانی سے عبرانی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح یُوحنّا عہدِ عتیق کو استعمال کرتا ہے لہٰذا وہ اس کی زبان میں اتنا کھویا ہُوا ہوگا کہ اُسے عبرانی بائبل ہی کا خیال ہوگا۔ علاوہ ازیں مکاشفہ اَور یُوحنّا کی دیگر تحاریر میں خیال اَور تعلیم کی حیرت انگیز مشابہت بھی ہے۔ اس لحاظ سے مکاشفہ انجیل کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت کسی اَور تحریر کے۔

پھر کیا ہم کلیسیائی روایت کو تسلیم کر لیں؟ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ یُوحنّا نے یہ کتاب بھی دانستہ ادبی لحاظ سے ویسے ہی لکھی جیسی کہ دُوسری کتابیں لکھیں تو پھر ٹھیک نہیں کہ یہ مانا جائے کہ اس کا مصنف یُوحنّا ہے لیکن اگر ہم کتاب کو جیسی کہ ہے تسلیم کر لیں کہ مصنف اپنی رویا لفظ بلفظ بیان کر رہا ہے تو پھر ہمیں یہ پتہ چل سکتا ہے .... کہ زبان اَور طرز اس قدر کیوں فرق ہے۔ بلاشبہ وجدانی رویا ہوتی ہے اَور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی وجدانی کیفیات میں انسانی شعور کیسے کام کرتا ہے۔ یہ رویا بھی اُسے خُدا کی طرف سے آئیں لیکن یہ شعور کے اُس شعبے کے ذریعہ سے آئیں، جس کے بارے میں ہم بہت کچھ نہیں جانتے یعنی تحت الشعور کئی اَور لحاظوں سے بھی کلیسیا کی روایت کو مان لینا معقول ہے کہ یُوحنّا رسول اس کا مصنف ہے کیونکہ کوئی دوسرا یُوحنّا نظر نہیں آتا جو روحانیت کے اس پایہ کا ہو کہ ایسی کتاب لکھے اَور پھر چرچ ہسٹری میں اس کا کوئی

نشان نہ ملے۔

ضمیمہ ا

نئے عہدنامہ کے واقعات کے صحیح صحیح سن مقرر کرنا بڑا مشکل ہے۔ بعض سن یقینی ہیں مثلاً ہیرودیس کی موت ۴ ق م میں ہُوئی۔ لیکن اکثر تاریخیں یا سال حساب لگانا پڑتے ہیں اَور بیشتر اس حساب میں ضعیف قیاسات سے کام لینا پڑتا ہے۔ بعض سال اندازاً رکھ لئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل سن و سال سی۔ ایچ ٹرنر کے مشہور مضمون "عہد جدید کی تواریخ" سے لئے گئے ہیں جو کہ ہیسٹنگز کی بائبل ڈکشنری میں پایا جاتا ہے۔

مسیح کی پیدائش	۶ - ۷ قبل مسیح
بپتسمہ	۲۶ عیسوی
صلیب دیا جانا اَور جی اُٹھنا	۲۹ "
پولُس کی تبدیلی	۳۵ - ۳۶ "
پولُس کا یروشلم کو پہلا سفر	۳۸ "
" " " دُوسرا "	۴۶ "
پہلا مشنری سفر	۴۷ "
یروشلم کی کونسل اَور دُوسرا مشنری سفر	۴۹ "
کرنتھس میں پولُس کا پہنچنا	۵۰ عیسوی آخیر میں
یروشلم میں چوتھی بار جانا اَور تیسرا مشنری سفر	۵۲ عیسوی
پولُس کی افسس سے روانگی	۵۵ "
یروشلم میں پانچویں بار جانا اَور اسیر ہونا	۵۶ "
رُوما میں پہنچنا	۵۹ "

اعمال کی کتاب کا خاتمہ	۶۱	عیسوی
یروشلم میں یعقوب کی شہادت	۶۲	"
مقدس پطرس اور پولس کی موت	۶۴ - ۶۵	"
یہودی جنگ کا آغاز	۶۶	"
یروشلم کا فتح پانا	۷۰	"
ڈومیشین کی ایذا رسانی	۹۵	"
یوحنا کی موت	۱۰۰	"

ضمیمہ II

مزید مطالعہ کے لئے امداد

یہ کتاب نئے عہد نامہ کے مطالعہ کے لئے ایک دیباچہ ہے اور اگر اس نے اپنا کام پورا کیا ہے تو یہاں پہنچ کر مطالعہ کرنے والے کے دل میں مزید مطالعہ کا شوق پیدا ہو چکا ہوگا۔ نئے عہد نامہ کے متعلق بے شمار کتابیں ہیں چنانچہ جب طالب علم کسی لائبریری یا کتابوں کی دوکان میں اُن کی کثرت کو دیکھتا ہے تو وہ حیران ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور اس لئے لکھی گئی ہیں تاکہ ان لوگوں کی مدد کی جائے جو نہیں جانتے کہ آگے کیا پڑھا جائے۔

یہ بات بھی کتنا ضروری ہے کہ جو کتابیں نئے عہد نامہ کے بارے میں لکھی گئی ہیں اگر مناسب طور سے استعمال نہ کی جائیں تو لازمی نہیں کہ بائبل کو سمجھنے میں بہترین مدد ثابت ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ رکاوٹ بن جائیں۔ اہم بات یہ ہے کہ بائبل کا متن پڑھا جائے اور امدادی کتب صرف اسی حد تک

پڑھی جائیں جہاں تک کہ وہ متن کو سمجھنے میں مددگار ہوں۔ کیونکہ یہ کتب ایک مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، خود مقصد نہیں۔ سب سے اہم امداد میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ ریفرنس بائبل استعمال کی جائے، کیونکہ ایک حوالہ دوسرے کی تشریح کرتا ہے اور خیالات کا سلسلہ ذہن میں آنے لگتا ہے۔ کنکارڈینس کا استعمال ایک اور اچھی مدد ہے اور بائبل کے طالب علم کے لئے سب سے پہلے یہ دو یعنی ریفرنس بائبل اور کنکارڈینس نہایت ضروری ہیں۔

پھر مختلف نوشتوں کی تفاسیر کی کتب ہیں۔ ان کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ تفسیر کے انتخاب میں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہر کتاب خاص قسم کے لوگوں کے لئے لکھی جاتی ہے اور بائبل کے متن کو سمجھنے کے لئے اُن کی خاص ضرورت کے لحاظ سے لکھی جاتی ہے اور اگر آپ ان لوگوں میں نہیں اور آپ کی ضروریات وہ نہیں تو پھر وہ کتاب آپ کے لئے مفید نہیں ہوگی۔ لہٰذا ایسی تفسیر خریدنی چاہیے جو آپ کی ضروریات اور دلچسپی کے موافق ہو۔ کئی لوگوں کا بائبل سٹڈی کا شوق صرف اس لئے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے کہ انہیں غیر موزوں تفسیر مل جاتی ہے۔ ہم ان کتابوں کو محض اس لئے نہیں پڑھتے تاکہ جانیں کہ بائبل کے متعلق دوسروں کے خیالات کیا ہیں، بلکہ اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ ہم خود بائبل کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس کی قدر جان سکیں۔

اس وقت ایک جلد میں بائبل کی بہت سی تفاسیر شائع ہوئی ہیں، جن میں دیباچہ ہے، اور ہر کتاب کی تفسیر بھی ہے۔ یہ بڑی مفید ہیں، خاص کر حوالہ جات کے لحاظ سے اور چاہیے کہ کوئی ایسی تفسیر طالب علم کے پاس ہو۔ مندرجہ ذیل اس شعبے میں مشہور ہیں:-

۱۔ مؤلف اے۔ ایس۔ پیک (ٹی۔ سی اینڈ ای۔ سی جیک) اس میں ہماری اس کتاب سے زیادہ تنقیدی مطالعہ ہے۔

۲۔ مؤلف۔ ڈبلیو (میکملن) یہ تمہید میں پختہ خیال ہے اور شخصی گیان دھیان کے رنگ میں ہے۔

۳۔ مؤلف سی گور "دی نیو کامینٹری" (ایس۔ پی۔ سی۔ کے) یہ اینگلو کیتھولک نظریہ سے لکھی گئی ہے۔ بعض مضامین اچھے [illegible] ہیں۔

"دی ابینگڈن کامینٹری" (ایپورتھ پریس) یہ انجیلی نقطۂ نگاہ رکھتی ہے اور اس کے حصص اچھے معیار کے ہیں۔ یہ تفاسیر اُس طالب علم کے لئے مدد ہو سکتی ہیں، جس نے ہماری یہ کتاب ختم کر لی ہو۔ ان میں مزید معلومات تو ہیں لیکن بعض بڑی کتابوں کی مانند تفصیلات سے معمور نہیں۔ "نیو کامینٹری" از سی۔ ایچ ٹرنر میں لوقا کی تفسیر نہایت اعلیٰ ہے اور ہم اس کی سفارش کرتے ہیں۔

اب ہم الگ الگ کتابوں پر تفسیروں کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض سلسلہ وار ہیں تاکہ پڑھنے والوں کی خاص جماعت کے لئے سلسلہ قائم رہے لیکن سلسلہ کی ہر کتاب ایک ہی معیار کی نہیں ہوتی، لیکن ان سے پڑھنے والے کو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل مشہور ہیں:۔

۱۔ دی سنچری بائبل (ٹی۔ سی اینڈ ای۔ سی جیک) یہ بڑی سادہ اور عام پڑھائی کے لئے اچھی ہے۔

۲۔ کیمبرج بائبل فار سکولز (کیمبرج یونیورسٹی پریس) یہ نسبتہً ترقی یافتہ مطالعہ ہے۔

۲۔ دی ویسٹ منسٹر کامینٹریز (میتھوئن) یہ بنیادی طور پر پادریوں کے لئے ہے، لیکن پڑھے لکھے اور دینیات میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی مفید ہے۔

۳۔ دی کلیرنڈن بائبل (آکسفورڈ پریس) یہ اسی طبقہ کے لوگوں کے لئے ہے جن کے لئے کیمبرج بائبل ہے۔ لیکن یہ اپنی طرز اور ساخت میں بہتر اور دلکش ہے۔

۵۔ دی مافٹ نیو ٹیسٹامنٹ کامینٹریز (ہاڈر اینڈ سٹاؤٹن) یہ ڈاکٹر مافٹ کے ترجمہ پر مبنی ہے اور سنجیدہ مطالعہ کے لئے ہیں۔

مندرجہ ذیل تفاسیر اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے خاص مفید ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ افسیوں۔ سی۔ ایچ۔ ڈوڈ۔ جو کہ "دی چرچ مینز بائبل" کے سلسلہ میں ہے۔

۲۔ گلتیوں۔ سی۔ ڈبلیو۔ ایمٹ (رابرٹ سکاٹ)۔

۳۔ عبرانیوں۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ جی ہومز، جو کہ "دی انڈین چرچ کامینٹریز" کے سلسلہ میں ہے۔ یہ اُس مصنف کی ہے جو ہندوستان میں رہا اور ہندوستانیوں کے حالات سے واقف تھا لیکن صرف چند ایک جلدیں ہی لکھی گئیں۔

۴۔ گاڈ ورڈ (ایس۔ پی۔ سی۔ کے) جو کہ مقدس متی کی انجیل کا دیباچہ ہے۔

۵۔ ڈی بی۔ جیمیز (ایس۔ پی۔ سی۔ کے) جو کہ عبرانیوں [illegible] کا مطالعہ ہے۔

۶۔ اے ڈوور اوپنڈ ان ہیون (ایس۔ پی۔ سی۔ کے) یہ مکاشفہ کا مطالعہ ہے۔

یہ آخری تین کتابیں ایک معلوم مصنف کی ہیں جو ہندوستان میں تھا اور ہندوستان کے حالات سے واقف تھا۔

۷۔ دی وے ایکارڈنگ ٹو سینٹ مارک از [illegible] سابق بشپ آف ناسک (موہرے)۔

۸۔ دی لائف ایکارڈنگ ٹو سینٹ جان از فلپ لائیڈ سابقہ بشپ آف ناسک (بمبئی)۔ یہ کتب بھی گیان دھیان کے نکتہ خیال سے لکھی گئی ہیں۔

تفاسیر کے استعمال میں طالب علم کو چاہیئے کہ مفسر کی دی ہوئی تقسیم یا جزبندی کے مطابق سارے متن کو سارا پڑھا جائے۔ ایسا کرنے سے ساری کتاب کا کچھ تصور ہو جائیگا۔ اس کے بعد حصہ بہ حصہ مطالعہ بالتفصیل کرنا چاہیئے۔ تفاسیر کے شروع میں جو دیباچہ دیا ہوا ہوتا ہے، سب سے پہلے اُسے پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر بعد میں بھی اس دیباچہ کو دوبارہ پڑھا جائے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ تفسیر کے استعمال کا فن اس میں ہے کہ ہم ضروری اور غیر ضروری باتوں میں فرق کر سکیں۔

تفسیروں کے علاوہ بہت سی اور کتابیں بھی ہوتی ہیں جن سے نئے عہدنامہ کے طالب علم کو مدد مل سکتی ہے اور ہم یک جلدی تفسیروں کے مضامین کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی مفید ہوں گی۔

1-JESUS OF NAZARETH - C. GOREY - PEOPLE'S LIFE OF CHRIST - PATERSON SMYTH - IN THE STEPS OF THE MASTER - H.V. MORTON - ST. PAUL - A.D. NOCK.

ان مضامین پر ہندوستانی زبانوں میں بہت کم کتب ہیں لیکن اب اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا ہے اور نئی نئی کتابیں تیار ہوتی جا رہی ہیں۔ ان میں کئی ایک تیلگو میں ہیں۔

A COMPLETE HARMONY OF THE GOSPELS - E. WILTON AND M. THEOPHILUS.

A TALAGN BIBLE DICTIONARY, J. ABERLY - AND J. PHILIP

A TAMIL BIBLE DICTIONARY - A.C. CLAYTON.

INTRODUCTION TO THE NEW TESTAMENT BOOK - A.D. [illegible]

ہماری دیگر مطبوعات

★

تواریخ مسیحی کلیسیا (۴۳۳ء سے ۶۰۰ء) از پادری کنین ڈبلیو - پی ہیرس صاحب - بی - اے - صفحے ۳۱۲ قیمت 1/50

پہاڑی وعظ - از پادری چارلس گور صاحب ڈی - ڈی ، ڈی - سی - ایل ، ایل - ایل - ڈی - صفحے ۱۲۴ 1/25

احسن الا ذکار - ''سوانح مبارک مسیح خداوند'' از پادری پیٹرسن سمانتھ صاحب - صفحے ۵۴۰ قمیت 2/00

ہمارا عقیدہ - از بشپ سٹیفن نیل صاحب - صفحے ۱۲۲ قیمت 0/50

مسیحی مسائل - از پادری ڈبلیو میچن صاحب - ایم - اے - صفحے ۲۷۵ قمیت 1/50

مسیحی زندگی میں انجیل کا تجربہ - از پادری - ایس - ایچ چائلڈز صاحب - صفحے ۱۵۸ قیمت 2/00

★

کرسچن نالج سوسائٹی

انار کلی - لاہور

S. P. C. K.

Anarkali - LAHORE